UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226088

UNIVERSAL
LIBRARY

انڈکس

ضروری اور مفید الفاظ و اعلام

حرف الالف

	صفحات
آتش پرست	۳۱
آدم	۲۷-۳۱-۸۳
آذربائیجان	۷۲
آرسی-دت	۳۵
آریہ	۳۴-۶۳-۱۳۵
آفریدون	۴
آل عباس	۶۹-۸۶-۲۰۷
ابراہیم	۱۶-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸
ابراہیم بن محمد صلعم	۱۷۵
ابن اثیر	۱۱۹-۱۶۱-۱۶۷-۱۹۶
	۲۰۲-۲۰۴-۲۰۵-۲۱۳
ابن بدرون	۱۴۰
ابن خلدون	۱۰۵-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۴-۲۰۸
	۲۰۸
ابن جوزی	۵۹
ابن شہاب	۶۶
ابن عامر	۲۰۲
ابن عباس	۵۵-۲۰۷-۲۱۱
ابن عاقلی	۸۱-۸۲-۸۳-۹۴
ابن عمر	۵۵-۷۰-۱۰۲-۱۲۰
	۱۲۲-۱۶۸-۲۱۰
ابن عمرو العاص	۷۲
ابن ماجہ	۱۰۲-۱۰۴-۱۹۳
ابن مسعود	۱۱۱
ابوالہیثم انصاری	۴۹-۲۰۴
ابواسحاق	۵۹
ابوبکر	۱۴۲-۱۴۶-۱۴۹-۱۵۰
	۱۵۵-۱۷۴
ابوبکرہ	۷۸-۱۵۸
ابوجعفر منصور	۸۰-۱۸۳-۱۸۵
ابوجمرہ	۱۹۲
ابوحنیفہ	۱۶۴-۱۷۳
ابوداؤد	۲۶-۴۵-۴۹-۵۰
	۶۷-۶۹-۷۸-۸۰

صفحات

۹۰ - ۹۲ - ۱۰۲ - ۱۰۴ -
۱۱۵ - ۱۲۴ - ۱۳۰ - ۱۴۳ -
۱۵۲ - ۱۵۷ - ۱۶۰ - ۱۶۸
۱۷۳
ابودرداء ۱۹۹
ابوذر ۱۷۴ - ۱۹۹
ابوزبیر ۱۹۱
ابوسعید ۵۲ - ۸۶ - ۱۰۳ - ۱۳۱ -
۱۵۲ - ۱۵۹ - ۱۸۷ - ۲۱۲ -
۲۱۳
ابوعامر اشعری ۷۵
ابوعبیدہ جراح ۱۳۰
ابوالعباس سفاح ۱۸۵
ابوالفتح ۱۶۷
ابومالک ۷۵
ابومسلم مروزی ۱۶۱
ابوموسی اشعری ۱۴۶
ابوہریرہ ۲۶ - ۵۴ - ۵۸ - ۷۶ -
۱۰۲ - ۱۰۵ - ۱۱۵ - ۱۱۷ -
۹۴ - ۱۵۱ - ۱۶۰ - ۱۹۲ -
۱۷۰ - ۱۷۱ - ۱۸۲ - ۱۹۰ -
۱۹۵ - ۲۰۶

صفحات

ابویعقوب ۱۰۴
اتحاف النبلاء ۹۶
اٹلی ۱۳۲
اُحُد ۱۴۶
احمد ۵۹ - ۹۵ - ۹۶
ازالۃ الخفا ۱۹۰
اسامہ بن زید ۱۴۶
اسپین ۱۷
اسماعیلی ۶
اسود عنس ۱۲۶
اسیسان ۷۲
اشیامح ۷۲
اصابہ ۲۱۲
اطالیہ ۱۳۳ - ۱۷۰
اعماق ۴۴
افریقہ ۳۳ - ۹۳ - ۲۱۰
افغانستان ۵۰
ام حرام ۱۹۷ - ۱۹۸ - ۲۰۰ -
۲۰۵
امام اعظم ۱۶۵ - ۱۷۳
امریکا ۲۲ - ۹۷ - ۱۰۷ - ۱۱۹ -
۱۳۶ - ۱۳۷ - ۱۳۹

صفحات

اندلس ۹۳
انس ۹۶-۱۴۶-۱۵۲-۱۶۰
۱۹۲
انشاء اللہ خاں ۴۶
انگلینڈ ۳۲
اہلبیت ۱۷۶
ایران ۴۷-۵۰-۸۹-۱۲۰-
۱۳۳-۱۶۸-۱۸۹-
۲۰۹-
ایرج ۴
ایشیا ۳۳-۹۳-۱۲۱-۱۳۸

ب

بت پرست ۳۱
بحر خضر ۹۷
بحرین ۱۰۳
بخاری ۵۲-۶۱-۷۵-۷۶-
۷۸-۸۶-۸۸-۹۶-
۹۹-۱۱۵-۱۲۰-۱۲۱-
۱۲۲-۱۲۳-۱۴۱-۱۴۲
۱۴۳-۱۴۶-۱۴۹-
۱۵۱-۱۵۸-۱۶۵-۱۷۰
۱۷۱-۱۷۳-۱۷۵
۱۷۷-۱۸۲-۱۸۶-۱۸۸
۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰
۲۰۴-۲۰۶-۲۰۷-
۲۱۱-
برطانیہ ۱۳۳
بستان المحدثین ۵۰-۶۵
برہمو سماج ۴۶
بشری ۳
بشر غنوی ۶۵
بصرہ ۷۷-۷۸-۸۴-
۱۶۰-۱۸۵
بعلبک ۱۰۳
بغداد ۸۰-۸۱-۸۲-۸۶-
۱۰۴-۱۲۱
بکہ ۳۵
بنارس ۳۹
بنی امیہ ۱۱۴-۱۵۱-۱۶۸-
۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-
۱۸۶-۱۹۶-۲۰۷-
۲۱۱-
بنی عباس ۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-
بنی علی ۱۵۱-۱۸۳-۱۸۴-

صفحات

۱۸۵

بنی فاطمہ ۱۸۳-۱۸۵

بنی قحطان ۱۴۴

بنی ہاشم ۱۵۱-۱۸۳-۱۸۴-

بھادرشاہ ۳

بیت اللہ ۳۷

بیت المقدس ۳۵-۳۶-۳۹-۴۵-

۱۶۱-۶۸

بیضاوی ۱۵-۱۶۰

بیروت ۴۱

بیہقی ۱۴۹-۱۹۵-۲۰۸-

پ

پنجاب ۳

پیرس ۳۷

پیروان ملت ابراہیم ۳۱

پینا ۹۳

ت

تاتاری ۷۹-۸۳

تاریخ الخلفاء ۷۱-۷۷-۸۰-۱۴۷-

۱۹۰

تاریخ الخمیس ۸۰-۱۷۱-۱۷۵-۱۹۰-

۲۰۲

صفحات

تاریخ فرشتہ ۱۹۶

تاریخ کامل ۱۶۷-۱۷۲-۱۷۵-۱۹۰

ترک ۸۶-۷۱-۱۳۳-

۱۷۰-۱۶۱-۲۶۰-

ترکستان ۱۶۸

ترکمان ۲۱۰

ترمذی ۵۵-۵۸-۶۲-۶۴-

۷۰-۹۰-۱۰۴-۱۰۵-

۱۲۴-۱۳۰-۱۴۷-

۱۴۹-۱۵۷-۱۶۰-۱۹۲-

۱۷۳-۱۸۴-۱۹۱-

۲۰۶-۲۱۰

تمیم داری ۱۲۹-۱۳۸

ث

ثقفی ۱۴۹-۱۹۷

ثقیف ۲۱۰-۲۱۱

ثوبان ۶۲-۹۶-۹۰-۹۳-

۱۲۵-۱۷۳

ج

جابر ۶۶-۱۵۲-۱۹۱-

۲۰۹

جبلہ بن ایہم ۱۴۰

صفحات

جذام ۱۲۹
جرہن ۳۲-۱۳۳
جل ۱۵۶-۱۷۹
جہنیہ ۱۵۷
جے پور ۱۹۶

ج

چریاکوٹ ۱۰۸
چریاکوٹی ۳-۱۸۰-۲۴-۱۲۴۰-
چہارآئین ۲۳
چین ۳۲

ح

حاتم ۱۸۸
حاکم ۹۵
حاکم بامراللہ ۱۸۳
حام ۳۴
حبشہ ۱۷۵
حبشی ۳۴
حجاج ۱۷۹-۱۹۶-۲۱۰-۲۱۱-
حجاز ۴-۶۰-۷۷-۱۰۴
حذیفہ ۹۹-۱۴۶-۱۷۷-
۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-

صفحات

۱۸۴
حسنؓ ۱۰۴-۱۵۸-۱۷۹-۲۰۷-
۳۳-۳۴-۲۰۷-
حسینؓ ۱۵۴
حمص ۱۹۸-۲۰۰-
حنظلہ ۱۸۷
حیدرآباد ۷۵
حیرہ ۱۸۷-۱۹۰-۱۲۰۵-

خ

خالدبن معدان ۱۹۸-۲۰۰-
خجستان ۱۰۳
خراسان ۱۶۰-۱۶۱-۱۶۸-۲۰۸-
خطیب ۸۵
خوارج ۱۰۶-۱۵۲-۱۵۴-۱۵۵-
۱۶۹
خوز ۱۷۱
خوزستان ۱۷۰

د

دابۃالارض ۱۴۴
دارالسلام ۸۰

صفحات

داناطول ۱۶۷
داؤد ۳۵
دجّال ۱۱۳-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-
۱۲۷-۱۲۹-۱۳۱-۱۳۳-
۱۳۶-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۱-۱۴۲-
۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۶۹-
دجلہ ۷۸-۸۰-۸۲-۸۵-۸۶
دلائل النبوۃ ۱۴۹
دمشق ۷۷-۱۵۷
دوس ۱۴۵
دیلمی ۱۰

ذ

ذوالنورین ۱۷۱-۱۹۹

ر

رازی ۳-۵-۱۶-۵۹-۱۴۳
رچرڈ ۱۴۳
رحمۃ للعالمین ۳۳-۳۴-۳۵
رزین ۴۷
رستم زال ۴
رسول اللہ ۲۶-۲۷
روس ۱۳۳

صفحات

روضۃ الصفا ۱۵۶
روم ۵۰-۶۹-۷۳-۸۹
۱۴۴-۱۶۷-۱۶۹-
۱۹۰-۲۰۱-۲۰۲-
۲۰۴
روم ایشیای ۱۳۲
روما ۱۶۹
رومۃ الکبریٰ ۱۳۲
رومن کیتھولک ۱۳۲
ریڈانڈنیز ۳۴
ریل ۱۳۲-۱۳۴-۱۳۹

ز

زرنج ۱۹۶
زہری ۱۲۰

س

سالم ۱۲۰
سام ۲۱۰
سجاد بنت حارث ۱۲۶
ستارہ پرست ۳۱
سعد وقاص ۴-۵۹-۱۷۲
سعدی ۸۳

صفحات

سعید بن عمرو العاص ۱۸۲
سفیان بن زہیر ۱۶۵
سفیان بن عوف ۲۰۱-۲۰۴
سکھ ۴۶
سلیمہ ۱۰۳
سلجوقی ۷۱
سلیمان ۳۵
سندھ ۱۹۶
سنسکرت ۳۲
سیاحت مدینہ ۱۴۳
سیوطی ۷۱-۱۴۷
سیولیزیشن آف اینشینٹ انڈیا ۳۵
سیستان ۱۹۶

ش

شافعی ۱۷۳
شام ۹۰-۶۵-۶۸-۷۷-۱۱۴-۱۲۷-۱۳۲-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷
شداد بن اوس ۱۹۹
شرح السنۃ ۱۳۱
شریعت محمدیہ ۳۲

صفحات

شہاب الدین ۱۹۶
شیطان ۱۲۰
شیعہ ۸۰-۱۰۹-۱۵۵-۱۵۹

ص

صائبین ۳۱
صدیق اکبر ۱۲۶-۱۵۷
صدیق الحسن خان ۹۶
صفہ ۷۲
صفین ۱۵۱-۱۷۹-۲۱۲
صلاح الدین ۲۹
صوفیہ ۸

ط

طاعون ۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷
طبرستان ۷۲
طخارستان ۷۲
طرابلس الغرب ۱۳۳
طلحہ بن خویلد ۱۲۶
طلحہ بن عبداللہ ۱۵۶
طوسی ۵۹-۸۱-۸۳-۹۴
طی ۱۸۹

صفحات

عائشہ رضؓ ۱۴۷-۱۵۶
عبادہ بن صامتؓ ۱۱۵-۱۹۵-۱۹۹-۲۰۰
عباسؓ ۷۲-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴
عباسی ۸۶
عبدالحلیم شرر ۹۴-۱۰۴
عبدالرحمن بن سمرہ ۱۹۶
عبدالرحمن بن عوف ۷۳
عبدالرزاق ۱۴۳
عبدالعزیز محدث اہلؤ ۵۰-۱۵
عبدالعزیز بن زرارہ ۲۰۳
عبدالعزیز بن الزبیر ۱۷۶-۱۷۹-۱۸۴-
۲۰۲
عبداللہ بن عامر ۱۹۶
عبداللہ بن عباس ۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴
عبداللہ بن عمر ۲۰۲
عبداللہ بن حنظلہ ۱۹۶
عبداللہ بن عمرو العاص ۱۷۶-۱۷۷
عبداللہ بن مطیع ۱۹۰
عبدالمطلب ۲۰۲
عبدالملک ۱۹۴
عثمان رضؓ ۱۴۶-۱۴۷-۱۵۱-
۱۹۹-۱۵۰-

صفحات

۱۶۷-۱۶۸-۱۶۱-
۱۶۵-۱۷۹-۱۸۳-۱۸۴-
۱۸۵-۱۹۶-۲۰۶-
عجم ۴۴-۱۶۸
عدن ۷۷
عدی بن حاتم ۱۸۸
عراق ۱۰۷-۱۲۰-۱۲۷-
۱۳۲-۱۶۵-۱۷۶
عرب ۲۹-۳۱-۳۵-
۴۳-۴۴-
۷۱-۱۰۲-
۱۲۰-۱۲۱-
۱۳۹-۱۴۵-
۱۹۰-۱۹۵-
عربی ۳۲-۴۳
عرفجہ ۳۰۳
عقبہ بن النمر ۱۶۷
عکرمہؓ ۲۱۱
علیؓ ۸۵-۵۰-
۱۵۱-۱۵۳-
۱۵۵-۱۵۶-
۱۷۹-

صفحات

علی بن عبداللہ ۲۱۲
علی عباس ۱۰۸
عمار بن یاسرؓ ۲۱۱-۲۱۲
عمرؓ ۱۴۰-۱۴۶-۱۴۷-۱۵۰-۱۵۵-۱۵۷-۱۶۷-۱۶۸-۱۷۴-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۹۶-۲۰۷
عمران بن حصین ۱۲۳
عمرو بن عوف ۸۷
عمیر بن اسود ۱۹۸-۲۰۰
عنایت رسول ۳-۱۸-۱۰۸
عوف بن مالک ۱۹۳
عیسیٰؑ ۱۳۷-۱۴۴-۱۴۵
عیسائی ۳۵
عینی ۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵

غ

غزالی ۳-۱۱-۱۶-۱۸-۵۹-۱۷۳
غزنوی ۱۹۶

صفحات

غلام احمد مرزا قادیانی ۳-۴-۹-۱۲۶
غوری ۱۴۳

ف

فارس ۵۸-۵۹-۶۹-۷۳-۱۶۹
فاروقؓ ۱۴۰-۱۴۶-۱۶۰-۱۶۷-۲۰۷
فاروق اعظم فاروق ۱۰۸
فاروقی ۱۹۵
فاطمہ بنت قیس ۱۲۸
فتح الباری ۲۰۲-۲۰۳-۲۰۵
فتوح البلدان ۱۹۶
فتوح الشام ۱۵۸
فخر الدین رازیؒ ۱۷۳
فرات ۸۵-۸۶-۱۲۴-۱۶۰
فرانس ۳۲-۹۸-۱۳۳-۱۷۰
فردوسی ۴-۵

	صفحات
فرغانہ	۷۲

ق

	صفحات
قادیانی	۳-۲۶
قاسم	۱۹۶
قاسم الدولہ	۱۴۳
قبرس	۴۹-۱۶۷-۱۹۹
قبطیہ	۱۷۵
قبیلہ	۱۸۳
قرامطہ	۱۰۳
قرآن	۲۷-۲۸-۳۰-۳۱
	۳۳-۳۶-۳۹-
	۴۱-۴۲-۴۳-۹۳
	۱۲۶-۱۵۳-۱۵۵
	۱۶۲-۱۹۵-۲۰۹
قسطنطنیہ	۷۷
قریش	۱۸۲
قریشی	۶۰
قصر ابیض	۱۷۲
قسطلانی	۷۸
قسطنطنیہ	۹۵-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲
	۱۶۷-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲
	۲۰۴-۲۰۵
قیراط	۱۷۴-۱۷۵
قیصر	۸۸-۸۹-۱۶۷-۲۰۱
	۲۰۳

ک

	صفحات
کارلائل	۴۶
کامل	۱۷۲
کربلا	۱۷۹
کسریٰ	۸۸-۸۹-۱۷۲-
	۱۹۰-
کش	۱۹۶
کرد	۷۱
کرمان	۱۷۰-۱۷۱
کرمیتہ	۱۰۳
کعبہ	۳۵-۳۶-۳۹-۱۸۹
کوفہ	۱۰۳-۱۶۶
کنجسرو	۴

ل

	صفحات
لخم	۱۲۹

	صفحات
لوط	۲۰۹
م	
مالک رح	۶۶-۱۶۳-۱۷۳
ماریہ	۱۷۵
مامون رشید	۸۰
متنبی	۳۹
مجدالدین رح	۵۹
محبوب عالم منشی	۴۶
محبوب عالم ضمیمہ	۱۳۶
محمد صلی اللہ علیہ وسلم	۲-۶-۷-۸-۹-۲۷
	۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۳
	۳۶-۳۹-۴۱-۴۲-۷۸
	۱۲۶-۱۹۳-۱۹۵
محمد اعظم	۵۵-۱۰۸-۱۳۴-۱۵۵
	۱۸۰
محمد بن ابی بکر	۱۴۷
محمد بن عبداللہ حسنی	۱۸۳-۱۸۵
محمد بن قاسم	۱۹۶
محمد خان سلطان	۹۶
محمود سلطان	۱۹۶

	صفحات
مختار	۱۷۶-۲۱۱
مختار بن ابی عبید	۲۱۰
مدائن	۱۷۲
مدینہ	۴۱-۷۷-۱۱۵-۱۱۶
	۱۲۰-۱۳۰-۲۳۹
	۱۴۰-۱۴۲-۱۴۴-۱۴۷
	۱۴۸-۱۴۹-۱۶۲-۱۶۳
	۱۶۴-۱۶۶-۱۸۶-۱۸۷
مراکش	۴۷
مراکو	۱۳۳
مرتضیٰ	۱۵۳
مرد اس اسلمی	۱۲۱
مروان	۱۴۸-۱۵۶-۱۷۶-۱۸۴
	۱۸۴-
مروان حمار	۴
مروبن کعب	۱۴۹
مریم	۶۶-۱۳۷-۱۴۴
مستعصم باللہ	۴-۷۷-۸۱
مسلم	۵۲-۵۹-۶۰-۶۶
	۷۲-۷۶-۷۸-۸۶

صفحات

۹۲-۹۹-۱۱۱-۱۱۵-
۱۱۷-۱۲۰-۱۲۶-
۱۲۸-۱۲۹-۱۴۳-۱۴۹
۱۵۱-۱۵۲-۱۵۹-
۱۶۵-۱۶۷-۱۶۹-
۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-
۱۷۵-۱۷۷-۱۸۰-
۱۸۶-۱۹۰-۱۹۱-
۲۱۱-۲۱۳-

مسلم بن عقبہ ۱۸۷
مسلم بن نفیل ۵۱
مسوّی ۱۶۳
مسیلمہ کذاب ۱۲۶
مسیح ۴-۲۷-۳۵-۱۱۶-
۱۲۶-۱۳۰-۱۳۷
۱۴۱-۱۴۲-۱۴۴-
۱۴۵
مسیحی ۳۲
معہ ۴۷-۶۹-۱۱۹-۱۴۷-
۱۴۸-۱۵۰-۱۷۴-۱۸۴

صفحات

معاویہؓ ۱۱۴-۱۵۱-۱۵۳-
۱۵۴-۱۵۸-۱۵۹
۱۶۷-۱۷۶-۱۸۴-
۱۹۹-۲۰۱-۲۰۴-
۲۱۲
معاویہ بن قرہ ۶۴
معتصم باللہ ۷۱-۷۲
مغلیہ تیموریہ ۱۹۶
مغیرہ ۶۱
مفتاح السعادۃ ۸۶
مکہ ۲۹-۳۱-۳۴-۳۷
۴۲-۷۷-۱۳۰-۱۳۹
۱۸۸-۲۰۷-
ملحان ۱۹۷-۱۹۸-۲۰۰-
۲۰۵
منگول ۳۴
موطا ۱۶۳-۱۶۴-
مہدی ۱۱۶-۱۲۴-۱۴۱-۱۴۵

ن

نافع بن عتبہ ۱۶۹

	صفحات
نجد	۱۲۰
نجم الدین	۲۲-۱۰۸
ندوہ	۴۰
نذیر احمد	۴۶
نسائی	۴۵-۵۱-۵۲-۱۵۹
نصاریٰ	۱۳۱-۱۲۴
نصیر الدین	۸۱-۸۲-۹۴
نفس ذکیہ	۱۸۳
نوح	۲۷-۱۳۱
نہروان	۱۷۹
نہرین	۱۰۳

و

واقی	۱۲۴
واجد علی شاہ	۳
واقد بن محمد	۱۷۵
وحید الزماں	۴۶
الوطن	۴۱
وقار نواز جنگ	۴۶
ولی اللہ محدث	۱۶۳
وید	۳۵

ہ

ہارون رشید	۷۲-۸۰
ہرمز	۱۸۹-۱۹۰
ہلاکو خاں	۸۱-۸۲-۹۴
ہند	۱۲۰
ہندو	۴۶-۱۲۵
ہندوستان	۳۵-۴۵-۴۶-۴۹
	۵۵-۹۸-۱۹۵-۱۹۶

ی

یزدگرد	۴-۱۷۲-۱۹۰
یزید بن معاویہ	۱۵۴-۱۷۹-۱۸۶-
	۱۸۷-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳
	۲۰۴-۲۰۵
یمن	۱۴۵-۱۶۵
یورپ	۳۲-۳۳-۴۰-۴۶
	۶۹-۷۶-۹۳-۹۴
	۹۷-۹۸-۱۰۱-۱۰۷
	۱۱۷-۱۱۹-۱۳۱-۱۳۳
	۱۳۵-۱۳۷-۱۳۸-
	۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲

صفحات

۱۴۳-۱۴۵

یوسف ۱۶-۱۰۴

یہود ۳۱-۱۳۷

یہودی ۳۵

گزارش

معزز ناظرین! مطالعہ کتاب سے پہلے حسب تصریح ذیل ان چند غلطیوں کی اصلاح فرمالیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	رازنی	رازی	۳۳	۱۰	حکومت حکومت	حکومت
۴	۲	الناظرین	للناظرین	۳۸	۱۲	کررہا ہے	کرتا رہا ہے
۵	۳	قوت عملی	قوای عملی	۴۰	۶	کی پیشینگوئیاں	کی ساری پیشینگوئیاں
۷	۱۱	متفاوت	متفاوت	۴۳	۹	یہ شبہ	مگر یہ شبہ
″	۱۷	بربادی ہے	بربادی سے	۵۳	۷	جو چرتا رہتا	چرتا رہتا
۱۳	۹	یانہیں	بعض نہیں	۵۶	۸	جاہ وجویان	جاہ جویاں
۱۶	۶	سے نہیں	سے ہے	۵۷	۱	پیرووں	پیروں
″	۱۸	یہ بات بھی ممکن ہے	یہ بات ہے	″	۴	یہی ہے	یہی ہیں
۲۱	۴	مسالحت	مسالمت	″	″	اور یہی ہے	اور یہی ہیں
″	۲۰	سماجت	سماحت	″	″	بایذید	بایزید
۲۲	۶	تشخیص	تشخص	۶۸	۴	بہت ہونگے	بہت ہوگے
۲۴	۵	رفیق القلب	رقیق القلب	۸۰	حاشیہ	تاریخ الخمسہ	تاریخ الخمیس
″	۲۰	ان ان	إن	۸۱	۱۶	کنارہ پڑا	کنارہ اتر پڑا
۲۶	۱۷	اورارشاد	ارشاد	۸۶	۱	نہیں تبا ا	نہیں تبایا
۳۱	۱۱	ناقابل	ناقابل ادواج	″	حاشیہ	مفتاح السادہ	مفتاح السعادت
۳۳	۲	یوگوں	لوگوں	۹۰	۹	ختم ہوگی نہ ذوہوگی	ختم نہ ہوگی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۱	۱۲	وغیرہ ذلک	وغیر ذلک
۱۱۴	۲	اس حدیث	مگر اس حدیث
۱۱۸	۱۴	نہ جنت	نہ جنت
۱۲۰	۳	فتنہ پورپ	فتنہ پورب
″	۱۳	پورپ	پورب
۱۳۱	۲۰	بلکہ	بلکہ
۱۳۲	۲۰	پادرلون	پادریوں
۱۳۴	۱۶	نفوس بھی	نفوس ہی
۱۳۵	۲	فادر	قادر
۱۳۹	۲۰	کرلی ہیں	کرتی ہیں
۱۴۰	۱	ان کے معاملات	انکی ملاقات
۱۴۹	۵	صلعم	صلعم نے
″	۱۵	فسادیں پڑینگے	فساد میں پڑوگے
″	۱۹	میں یا رسول اللہ	میں رسول اللہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۵	۱۵	رسول سے بھی	سب سے
۱۵۸	حاشیہ	فتوح الشام	فتوح الشام
۱۶۰	۱۰	شطر النہر	شط النہر
۱۶۲	۵	جزملی فلاں	خبر ملی کہ فلاں
″	۶	تو چل	چل
″	۱۶	موی	مسوی
۱۶۵	۱	خون اتر تا	خون اتر آتا
″	۱۹	کے ملک	نے ملک
۱۷۵	۶	حبشیتہ	حبشہ
۱۷۹	۱۱	خارج دنہروان	خوارج نہروان
۱۸۳	۷	دفعہ مخالفین	دفع مخالفین
۱۹۴	۶	لا الہ الا اللہ	لا الہ الا اللہ
۱۹۹	۱۴	انتقال ہوگیا	انتقال ہوگیا ؎

فہرست مضامین کتاب حکمت بالغہ جلد دوم

مضمون	صفحہ
قصیدہ ومنقبت بادشاہ دکن خلد اللہ ملکہ	
آغاز کتاب	۱
انبیاء ع کے متعلق امت محمدیہ کا عقیدہ	″
خاتم النبیین کی بحث (حاشیہ)	۲
مذہب قادیانی کے اُس اعتراض کا جواب	″
کہ محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء نہیں تھے۔	
نبوت کی بحث	۳
نبی کی تعریف جو امام رازی نے کی ہے	۵
نبی کی تعریف جو امام غزالیؒ نے کی ہے	۱۱
اس مبحث کے متعلق ایک آیت کریمہ	۱۵
نبی۔ صدیق۔ شہید۔ صالح کی تعریف جو قاضی	″
بیضاوی رحمہ اللہ نے کی ہے۔	
صدیق کا اطلاق نبی پر بھی ہوا ہے۔	۱۶
نبوت پر مولف کی کتاب کی مطول بحث	۱۷
نبی صدیق۔ شہید۔ صالح کون لوگ تھیں	۲۵
نبی فطرۃً گناہوں سے معصوم ہوتا ہے	″
کمال انسانی کا خاتمہ نہیں ہوسکتا	۲۶
حدیث علماء امتی کا مبنیٰ دینی اسرائیل کا مطلب	″
ختم نبوت کے معنی	۲۷

مضمون	صفحہ
محمد مصطفےٰ کی بعثت تمام عالم کیلئے عام تھی	۲۸
رحمت کے معنی	″
باوجود بعثت عام ہونے کے محمد صلعم	۲۹
عرب میں کیوں مبعوث ہوئے	
پہلا جواب	۳۰
دوسرا جواب	″
تیسرا جواب	۳۱
چوتھا جواب	″
پانچواں جواب	۳۲
سنسکرت ملکی وقومی زبان نہ تھی	″
عربی ہمیشہ سے عالمگیر زبان رہی ہے	″
چھٹواں جواب	۳۳
عرب دنیا کے وسط میں واقع ہے۔	″
ساتواں جواب	۳۴
مکہ معظمہ ناف زمین ہے	″
آٹھواں جواب	۳۵
کعبہ دنیا کی پہلی عبادت گاہ ہے	″
کعبہ کی تاریخی عظمت	″
نواں جواب۔	۳۶

مضمون	صفحہ
حضرت ابراہیمؑ کی دعا	۳۶
محمد مصطفیٰ ہر صغیرہ کبیرہ گناہ سے معصوم تھے۔	۳۹
محمد صلعم کی نبوت کی ایک دلیل آپ کی پیشینگوئیاں ہیں۔	۴۰
دنیا کا بزرگ ترین انسان (حاشیہ)	״
کتب حدیث کی تدوین کب ہوئی	۴۳
آنحضرت کی پیشینگوئیاں دو قسم کی ہیں	״
ایک احتمال	״
پہلا اور دوسرا جواب	۴۴
پہلا باب	
وہ پیشینگوئیاں جو تدوین کتب حدیث کے بعد پوری ہوئیں۔	
پہلی پیشینگوئی عام سود خواری کی	۴۵
فلسفۂ سود	۴۷
مسلمان کو مسلمان سے سود لینا حرام ہے	۴۸
پیشینگوئی (۲) مسلمان بڑے شہروں پر فتحیاب ہوں گے۔	۴۹
پیشینگوئی (۳) ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتی رہے گی۔	۵۱
پیشینگوئی (۴) مسلمانوں کو دنیاوی زینت خوب حاصل ہوگی اور پھر وہ موجب فتنہ ہوگی	۵۲

مضمون	صفحہ
حکمت	۵۴
پیشینگوئی (۵) ریاکار مشائخ کا ظہور	۵۵
استاذی علامہ جلالی چرکوٹی کی ایک دلاویز نظم۔	۵۶
پیشینگوئی (۶) فارس میں علم خوب پھیلیگا	۵۸
״ (۷) عرب والے ہمیشہ اسلام پر قائم رہیں گے۔	۵۹
اہل عرب سے کون مراد ہیں۔	۶۰
لطیفہ	״
پیشینگوئی (۸) کوئی قریشی مرد ہو کر قتل نہ ہوگا	۶۰
״ (۹) ایک جماعت اسلام ہمیشہ اغنیا پر غالب رہیگی۔	۶۱
آریہ قوم اور مسلمان	۶۳
پیشینگوئی (۱۰) اہل شام کے بگاڑ کے بعد مسلمانوں میں خیر نہ رہے گا	۶۴
پیشینگوئی (۱۱) دشمنان اسلام ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔	״
پیشینگوئی (۱۱) عرب میں کبھی بت پرستی نہ ہوگی	۶۶
اہل عرب کی افضلیت	۶۷
پیشینگوئی (۱۲) عظیم الشان جنگ صلیبی	״
״ (۱۳) روم و فارس کے شہزادے مسلمانوں کے خادم ہوں گے	۷۰

مضمون	صفحہ
خلیفہ معتصم باللہ عباسی کے عجائب	۷۱
پیشینگوئی (۱۴) روم و فارس کے خزانے فتح ہوں گے۔	۷۲
پیشینگوئی (۱۵) لونڈیوں کا بادشاہ اور عورتوں کا سرکش ہونا	۷۴
پیشینگوئی (۱۶) بھلے کام کی ہدایت اور برے کام کی ممانعت کرنی۔	″
پیشینگوئی (۱۷) برائی کا جلائی ہو جانا	″
پیشینگوئی (۱۸) مسلمانوں کا زنا ریشم شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھنا۔	″
پیشینگوئی (۱۹) حجاز سے ایک آگ نکلیگی۔	۷۶
پیشینگوئی (۲۰) بغداد کی تباہی	۷۸
اس میں نو پیشینگوئیاں ہیں	۷۹
ابن علقمی وزیر اور نصیر الدین طوسی کی نمکحرامی۔	۸۱
مسلمانوں کی خونریزی اور خلیفۂ اسلام کی شہادت۔	۸۲

مضمون	صفحہ
شیخ سعدی رح کا مرثیۂ غلامت	۸۳
پیشینگوئی (۲۱) مسلمان مویشی کی طرح قتل ہوں گے۔	۸۵
پیشینگوئی (۲۲) مسلمانوں پر دنیا دی آرائش کا کھلنا۔	۸۶
پیشینگوئی (۲۳) ہلاکو کسریٰ کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔	۸۸
پیشینگوئی (۲۴) ہلاکو قیصر کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔	″
پیشینگوئی (۲۵) مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہو جانے کے بعد کبھی ختم نہ ہوگی	۹۰
پیشینگوئی (۲۶) اسلامی سلطنت مشرق و مغرب تک ہو جائے گی۔	۹۱
پیشینگوئی (۲۷) مسلمانوں کو دو خزانے ملیں گے	″
پیشینگوئی (۲۸) مسلمانوں کو کوئی نابود نہیں کر سکتا	″
″ (۲۹) مسلمان قحط عام میں مبتلا ہوں گے	″
″ (۳۰) مسلمانوں کا اختلاف کبھی موقوف ہوگا	۹۲
″ (۳۱) قسطنطنیہ فتح ہوگا۔	۹۵
″ (۳۲) علم کا اٹھ جانا۔ زنا و شراب کی کثرت عورتوں کی بہتایت۔ مرد نیکی قلت۔	۹۶
پیشینگوئی (۳۳) ایک شہر ہوگا جس میں دوزخ کی طرف بلانیوالے لوگ ہوں گے۔	۹۹

مضمون	صفحہ
پیشینگوئی (۳۳) ایگ گونگا بہرا - اندھا فتنہ	۱۰۲
قرامطہ کی اجمالی تاریخ	۱۰۳
پیشینگوئی (۳۵) ایک زمانہ میں لوگ امانت کو غنیمت سمجھینگے -	۱۰۵
پیشینگوئی (۳۶) زکاۃ کو تاوان سمجھینگے	″
″ (۳۷) علوم دین کو دین کیلئے نہ پڑھینگے	″
″ (۳۸) فاسق سردار قوم ہونگے	″
″ (۳۹) طوائف کی کثرت ہوگی -	″
″ (۴۰) پچھلے اگلوں پر لعنت کرینگے	″
چریاکوٹ اور اس کے علماء	۱۰۸
گراموفون میں قرآنی آیات کا بھرنا کیسا ہے	۱۰۹
شیعہ - خوارج - نواصب	″
پیشینگوئی (۴۱) توپ بندوق ہوائی جہاز	۱۱۱
″ (۴۲) امراء مذہب میں مست ہوجائینگے	۱۱۴
″ (۴۳) مدینہ میں نہ طاعون آئیگا نہ دجال	۱۱۵
لطیفہ	۱۱۶
پیشینگوئی (۴۴) عورتیں لباس پہننگی اور برہنہ رہینگی -	۱۱۷
پیشینگوئی (۴۵) ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کے سے ہوں گے	″

مضمون	صفحہ
پیشینگوئی (۴۶) فتنہ یورپ سے اٹھیگا	۱۲۰
″ (۴۷) نیل کی گود نیا سے اٹھ جائینگے	۱۲۱
″ (۴۸)	۱۲۲
″ (۴۹) اس زمانے کے لوگوں کی حالت	۱۲۳
″ (۵۰) بہت سے خاندان سلام بت پرست ہوجائینگے	۱۲۴
″ (۵۱) مسلمانوں میں تیس جھوٹے مدعی نبوت ہونگے	″
مولوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی	۱۲۶
پیشینگوئی (۵۲) دجال کا ظہور -	″
دجال اہل یورپ اور پادری ہیں -	۱۳۱
دجال کی تحقیق	۱۳۲
امریکا کے ایک اکثر کا دعوی احیائے موتی	۱۳۶
بہت سارے مسلمان دجال کی پیروی کرینگے	۱۴۰
پیشینگوئی (۵۳) دجال مدینہ پر قابو نہ پائے گا	۱۴۲
″ (۵۴) مدینہ کے گرد شہر پناہ اور سات دروازے	″
بعض پیشینگوئیاں جو ہنوز پوری نہیں ہوئیں -	۱۴۴
قسطنطنیہ کو نصاری مسلمانوں سے چھین لینگے -	″

دوسرا باب

وہ پیشینگوئیاں جو کتب حدیث کی تدوین سے پہلے پوری ہوگئیں -

مضمون	صفحہ
پیشینگوئی (۵۵) عمرؓ اور عثمانؓ کی شہادت۔	۱۴۶
پیشینگوئی (۵۶) لوگ عثمانؓ کو خلافت سے علیحدہ کرنا چاہینگے۔	۱۴۷
پیشینگوئی (۵۷) عہد عثمانی کے فتنے	۱۴۸
" (۵۸) آپکا بلا میں پھنسنا اور شہید ہونا	"
بیہقی کی ایک اور حدیث۔	۱۴۹
اہل سنت وجماعت کا مذہب	۱۵۰
پیشینگوئی (۵۹) جنگ علیؓ و معاویہؓ	۱۵۱
" (۶۰) مسلمانوں میں اختلاف پھوٹ پڑیگی	۱۵۲
" (۶۱) خوارج کا ظہور	"
امیر معاویہؓ باغی نہیں تھے	۱۵۳
خوارج کی سیرت	۱۵۴
خوارج اور شیعہ امامیہ	۱۵۵
مذہب خوارج کی ایک کتاب	"
پیشینگوئی (۶۲) طلحہ کی شہادت	۱۵۶
" (۶۳) مسلمان ایک قوم سے لڑیں گے اور وہ مال دیکر اپنی جانیں بچائیں گے۔	۱۵۷
پیشینگوئی (۶۴) امام حسنؓ دو بڑے لشکروں میں صلح کے باعث ہونگے	۱۵۸
پیشینگوئی (۶۵) اللہ مسلمانوں کو بادشاہ بنائے گا۔	۱۵۹
پیشینگوئی (۶۶) ایک شہر بصرہ آباد ہوگا	۱۶۰
" (۶۷) خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلینگے۔	"
خلفائے عباسیہ کا بانا سیاہ تھا	۱۶۱
پیشینگوئی (۶۸) لوگ طلب علم میں اونٹوں پر سفر کریں گے۔	"
پیشینگوئی (۶۹) مدینہ کا عالم سب سے بہتر ہوگا۔	۱۶۲
موطا امام مالک حدیث کی پہلی معتبر کتاب ہے	۱۶۳
امام مالک کی تحسین میں بلا سند ہے	۱۶۴
امام مالکؒ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ	"
امام ابو حنیفہؒ کے مناقب	"
نماز میں ہاتھ باندھنا چھوڑنے سے بہتر ہے	"
اس کے متعلق امام ابو حنیفہ کا مذہب سب سے بہتر ہے۔	۱۶۵
وضع یدین کی عقلی بحث	"
پیشینگوئی (۷۰) یمن شام عراق	

مضمون	صفحہ
کی فتح	۱۶۵
پیشینگوئی (۷۱) روم کی فتح	۱۶۷
فتح کمار کس	
پیشینگوئی (۷۲) عجم مفتوح ہوگا	۱۶۸
″ (۷۳) عرب۔ فارس۔ روم	
اور دجال کی فتح	۱۶۹
پیشینگوئی (۷۴) خراسان کرمان کی فتح	۱۷۰
″ (۷۵) مسلمان کسریٰ کے قصر ابیض کے	
خزانہ پر متصرف ہوں گے	۱۷۲
پیشینگوئی (۷۶) سلمانوں میں گمراہ امام	
ہونے لگیں گے۔	۱۷۳
امام کے معانی و استعمال	″
پیشینگوئی (۷۷) مسلمان مصر کو فتح کرینگے	۱۷۴
قیراط سکہ۔	۱۷۵
پیشینگوئی (۷۸) مسلمان قسطنطنیہ کی	
آپس میں گتھا گتھائیں گے۔	″
پیشینگوئی (۷۹) سلسل سقطنے	۱۷۷
″ (۸۰) اختلافات اور تغیرات	
عقائد کی کثرت	۱۸۰
حدیث کے دوسرے معنی جو محدثین نہیں لئے	۱۸۱
پیشینگوئی (۸۱) امت کی ہلاکی قریش کے	
ہاتھوں ہوگی۔	۱۸۲
خلفائے مصر	۱۸۳
پیشینگوئی (۸۲) مسلمان اپنے امام سے لڑینگے	۱۸۴
بعد از خرابی بصرہ فواجہ بیدار شد	۱۸۵
پیشینگوئی (۸۳) مدینہ پر مدینہ کی طرح فتوحات	۱۸۶
عبداللہ بن حنظلہ کی بغاوت	″
مسلم بن عقبہ۔	۱۸۷
پیشینگوئی (۸۴) لشکر سواری سے اکیلی حبشہ	
مکہ تک بلا خوف کے۔ فرکریگی۔	۱۸۸
پیشینگوئی (۸۵) مسلمانوں میں کثرت مال کے	
سبب کوئی محتاج نہ رہیگا۔	″
پیشینگوئی (۸۶) اسلام غربت پر عود کریگا	۱۹۰
″ (۸۷) ۳۰ برس کے بعد کوئی صحابی نہ ہوگا	۱۹۱
انس بن مالک صحابی سب سے آخر میں مرے	۱۹۲
پیشینگوئی (۸۸) اسلام میں فرقوں کی کثرت	″
بہتر فرقوں والی حدیث کے معنی	″
حدیث من قال لا الہ الا اللہ کی اس حدیث کی تطبیق	۱۹۳
پیشینگوئی (۸۹) ہندوستان پر	
مسلمان چڑھائی کریں گے۔	۱۹۵

حضرت ؓ کے عہد میں سندھ پر چڑھائی	۱۹۶
پیشینگوئی (۹۰) اسلام کا پہلا لشکر جو بحری جنگ کریگا مغفور و منصور ہوگا	۱۹۷
پیشینگوئی (۹۱) بی بی ام حرام اس لشکر کیساتھ ہونگی	〃
امیر معاویہ اور قبرس کی فتح	۱۹۹
بی بی ام حرام کی وفات	〃
پیشینگوئی (۹۲) اسلام کی پہلی فوج جو قسطنطنیہ پر چڑھائی کریگی مغفور ہے	۲۰۰
پیشینگوئی (۹۳) بی بی ام حرام اس جماعت میں نہیں رہینگی	〃
اس فوج میں کبرائے صحابہ کی شرکت	〃
حضرت ابو ایوب انصاری کی شہادت	۲۰۲
دیوار قسطنطنیہ کے پاس ان کا مدفن	〃
یزید بن معاویہ رض کا مغفور ہونا	۲۰۳
اس بارہ میں علامہ عینی کا صاحب فتح الباری سے اختلاف کرنا۔	〃
دونوں میں محاکمہ اور پانچ تنقیح طلب باتیں	〃
پیشینگوئی (۹۴) مسلمانوں کو دنیا کے خزانے کی کنجیاں دی گئیں	۲۰۶
پیشینگوئی (۹۵) فتح مکہ کے بعد اب ہجرت نہو گی۔	۲۰۷
پیشینگوئی (۹۶) مسجدوں میں دنیاداری	۲۰۸
کی باتیں ہونگے	
پیشینگوئی (۹۷) لوطیت پھیل جانیکا خوف۔	۲۰۹
ایک فرقہ اس کو جائز قرار دیتا ہے جو غلط ہے۔	〃
لواطت طبعاً اولاد میں موروث لواطت ہے	〃
بہت سے ممالک اس سے قطعاً نا آشنا ہیں	۲۱۰
پیشینگوئی (۹۸) ثقیف میں ایک جھوٹا ایک خونریز ہوگا۔	〃
مختار و حجاج کو مراد لینا بلا بینہ ہے	۲۱۱
حجاج کے مظالم کی داستانیں مبالغہ سے خالی نہیں۔	〃
پیشینگوئی (۹۹) عمار کو خطا کار گروہ قتل کریگا۔	〃
پیشینگوئی (۱۰۰) خلافت کے متعلق فساد پر فساد ہوں گے۔	۲۱۳
خلافت بنی امیہ اور خلافت عباسیہ کے خلاف سازش کرنیوالے باغی مجرم تھے	۲۱۴
حضرت امام حسن رض بن علی رض کی حکیمانہ پالیسی	۲۱۴

قصیدۃ

یمدح فیہا رئیس المسلمین، ناصر الملۃ والدّین، ظل اللہ فی الارض
نظام الملک آصفجاہ السّابع الامیر ابن الامیر النّواب **میر عثمان علیخان**
مدّظلہ العالی، ما نورت الایام وظلمت اللّیالی، ملیک حیدرآباد دکن
صانہا اللہ عن الشرور والفتن

برسر خود بر نہادہ تاج پرزر آفتاب — می کند ایوان گیتی را منوّر آفتاب
فیض دارد عام چوں خلق پیمبر آفتاب — ہر طرف تاباں رود چوں روئے حیدر آفتاب
صورت اسحاق و اسماعیل خورشید است و ماہ — یا مگر مہتاب شبتیر است و شبّر آفتاب
شاہ ہفت اقلیم خورشید است و ہتابش وزیر — یا بمعنی ماہ لچھمن را چندر آفتاب
گر دہشش نبود کہ در ہر شش جہات سلطنت — میکند دورہ بفوج نجم و اختر آفتاب
وقت دورہ میکند ماہ الضرام کار او — ہست شاہ مہربان و بندہ پرور آفتاب
نیست مستغنی کسے در عالم از انعام او — ہمچنان است بادشاہ ہفت کشور آفتاب
پرورش یابد مر ازوی ہر نبات و ہر جماد — پرورد در کان دُرّ و لعل و گوہر آفتاب
در ہمہ زیبای و شان کمال و امتیاز — چہرۂ دارد بلسان روئے دلبر آفتاب
بر کشد بر چہر صیقل تاک یک شبگوں نقاب — زانکہ نپسندد دلآزاری شپّر آفتاب
شاکی جور و جفای پیر گردوں ہر کسے — گشت ممدوح زبان ہر سخنور آفتاب
کے کند گل سبزۂ ریحان و نرگس در چمن — گر نیندازد نگاہِ روح پرور آفتاب
کے خرامد سوی گلشن ساقیٔ ابر بہار — خود ز چشم گرم سویش ننگرد گر آفتاب
چشم رحمت چوں کشاید جانب نخل و شجر — نیک گرداند ہمہ را بارآور آفتاب
اہل یورپ را کہ بینی چہرہا اسپید رنگ — باشد ایں از مہربانیہای خاور آفتاب
چہر خوبان حبش چوں زلف خوبان دکن — بر حبش گویی فشاندہ مشک و عنبر آفتاب

بنگر این لطف و عنایت های بیحد بر عنب
بخشد او را دختر فرخنده اختر آفتاب

شمع بزم افروز عالم میکند مهتاب را
بر زمین بر گستر و زرین چادر آفتاب

اهل عالم را دهد فرمان پابندی وقت
زانکه خود پابند اوقات است یکسر آفتاب

کی گهر آید بدست از بهر تاج خسروان
گر نباشد جوهر فیضان اندر آفتاب

عارض ترک فلک را داد زینت از شفق
بادشاه باختر سلطان خاور آفتاب

فتنه ها بر پا کند رفتار معشوقانه اش
دلبر دهر است و دارد خوی دلبر آفتاب

جز بعین مهربانی بر مکرم ننگرد
صورت چشم ضیاء الدین یکسر آفتاب

می سراید از زبان حال در بزم فضا
داستان قدرت خلاق اکبر آفتاب

با همه عز و علا با این همه شان و شکوه
کس نه پندارد که آزاد است و خودسر آفتاب

زیب بر کرده قبای خسروی ناز دبرایں
که شهنشاه دکن را هست چاکر آفتاب

ترک گردون میزند نعره ز روی افتخار
میر عثمان علیخان سکه زد بر آفتاب

مدح او نبود ز تسخیر جن و دیو و پری ؛
بهر ممدوح مکرم شد مسخر آفتاب

روشنی کوکب بخت شهنشاه دکن
با سر اقبال او چشمک زند بر آفتاب

ماه نو را تیغ دی گوئی اگر هنگام رزم
مشعل است در بزم این رشک سکندر آفتاب

حاجت آئینه سازی نیست ممدوح مرا
آئینه بردار او باشد سراسر آفتاب

حاجت قندیل چون در قصر ممدوح اوفتاد
آمد و در قصر او بخت اندر آفتاب

صورت شیرانه بنگر کز جلال و هیبتش
هر سحر از رعب او لرزه فتد بر آفتاب

ور ز چشم گرم بیند بر تپد بر خویشتن
در خوشا مدی دود در همراه سوئر آفتاب

گر براه کجروی آید پئے تنبیه او
چو بدار رعد ستولی کند بر آفتاب

ابر پوس دار بر سد در احاطه گیر دش
در حوالات است و نه غائب ز منظر آفتاب

شاد باد تا قیامت خسرو ملک دکن
وقت مغرب این دعا گو بدسراسر آفتاب

روز می آید فرود از اوج گردون وقت شام
تا بپائے بادشاه ما نهد سر آفتاب

خود توئی مختار دولت هر کرا خواهی دهی
این اشاره میکند چشم تو نگر آفتاب

چون ید بیضا نماید دست گوهر بار تو
تابش دست ترا باشد ثنا گر آفتاب

خوشتن را تا به پیش تو همی نذر آورد
شد ز سر تا پا همه زرین و پر زر آفتاب

تو همی چشم غضب بنمائی از بیم تو
می شود پنهان به ظلمات شب اندر آفتاب

عفعف حسناد بر فضل تو کوری بیش نیست
نیست علتش گر نبیند چشم شبپر آفتاب

دست جود تو نمی ترسد هم از فقدان مال
که دلت بحر عطا و چشمهٔ زر آفتاب

دُر ز خوف جود تو در بحر دارد اختر فلک
هر دو پنهان گشته و گشته مسخر آفتاب

کهکشان رسن است و گردون خیمه و خطبین میخ
اندرون خیمه ات شمع منور آفتاب

چون ترا سر گرم باید در سخا و فیض عام
عام فیض خویش را کرده است یکسر آفتاب

بر مکرم گر دو تو گردم ز تندی بر متاب
ار ز انجم سیه گردد تو برتر آفتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکمت بالغہ

جلد دوم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیاں

ہم امت مرحومہ محمدیہ کا قطعی عقیدہ یہ ہے کہ انبیا تمام معصوم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن میں گناہ کی صلاحیت ہی نہیں رکھی تھی۔ وہ وحی کے سمجھنے میں کبھی غلطی نہیں کرتے تھے نہ یہ عقلاً ممکن ہے۔ مذہب وملت میں کل انبیا متفق تھے سب کا دین ایک ہی رہا۔ اصول ہر ایک کا وہی تھا۔ کمی وبیشی یا اختلاف صرف فضائل جزئیہ احکام وفروع میں ہے نبی ہونے کی حیثیت سے تمام انبیا مرتبہ میں برابر ہیں فضیلت فقط ذاتی جیسا کہ سورۃ البقرہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے:-

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ	(سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک میں تفریق نہیں کرتے۔

یعنی نبی ہونے کے اعتبار سے ہم کسی ایک نبی کو دوسرے نبی پر ترجیح نہیں دیتے دنیا میں سب سے پہلے نبی جناب آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری، ہمارے

سردار عرب سرور کائنات محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جن پر نبوت ختم ہو گئی اور جن کی شریعت نے تمام ادیان سابقہ کو منسوخ اور ناقابل عمل کر دیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں (اس لئے زید کے کیوں ہوں) وہ تو اللہ کے رسول ہیں اور (خطوں کے مہر کی طرح سب) پیغمبروں کے آخر میں آئے۔

لہ قرآن مجید میں لفظ خاتم (ت) کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اگر خاتم بکسر التاء پڑھیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود وغیرہ کی قرات ہے تو وہ ختم کا اسم فاعل ہے۔ تب معنی یہ ہونگے کہ محمد خاتم النبیین یعنی نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر خاتم کو بفتح التاء پڑھیں جیسا کہ متعارف قرات ہے تو یہ معنی ہونگے کہ محمد صلعم نبیوں کی مہر ہیں۔ یعنی جس طرح مہر ختم نامہ کی دلیل ہے اسی طرح آپ کا مہر کی طرح انبیاء کے اخیر میں آنا ختم نبوت کی دلیل ہے کہ آپ پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ غرض خاتم کو چاہے بفتح التاء پڑھو یا بکسر التاء، دونوں قراتوں میں معنی ایک ہی ہوتے ہیں۔

اس چودھویں صدی میں ہندوستان کے قطعۂ پنجاب سے ایک فاضل دور اندیش ظاہر ہوا جس نے پہلے تو اسلام کی انجمن حمایت کیں پھر یکایک ہوا و ہوس سے مغلوب ہو کر مہدی موعود کا دعویٰ کیا۔ بعد کو مسیح کے مثیل ہونے کا مدعی ہوا۔ پھر عرصہ نہیں گذرا کہ اَنَا النَّبِیُّ کی ہانک لگا کر آواز نبوت بلند کیا اور اپنے کو صاحب وحی

نبوت کی بحث

نبی کی تعریف اور نبوت کی بحث میں علمائے اسلام کی بیش بہا تصانیف موجود ہیں جن میں امام فخر الدین رازیؒ کی کتاب مطالب عالیہ اور امام غزالیؒ کی کتاب معارج قدس کے اردو ترجمے چھپ گئے ہیں۔

ہمارے استاد خاتم المحققین علامہ عنایت رسول عباسی چریاکوٹی رح کی معرکہ آرا کتاب "البشریٰ" اس موضوع میں اعجوبۂ روزگار کتاب ہے مگر افسوس کہ قوم کی بدقسمتی سے عدم دستیابی نے ابتک چھپنے کا موقع نہیں دیا۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ والہام بلکہ افضل الانبیا مشہور کرنا شروع کیا۔

فی الحال میں نے اُن کے بعض مریدوں کی تصنیف ایک کتاب دیکھی ہے جس میں صاحب کتاب نے اس امر کے ثابت کرنے کی بیسود کوشش فرمائی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی تھے اور یہ کہ سنہ آن کی آیت خاتم النبیین سے محمد پر نبوت کا ختم ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ اسلام کے تمام متعدد اور مختلف فرقوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔

فاضل قادیانی کی تحریر کا ماحصل یہ ہے کہ:۔

اول: مہر کا خط کے آخر میں ہونا غیر مسلم ہے۔

دوم: محمد مصطفےٰ کا انبیاء کے آخر میں آنا اور آپ پر نبوت کا ختم ہونا تسلیم کر لیا جائے تو یہ کوئی ممدوح بات نہیں بلکہ اُلٹے آنحضرت کی مذمت ہو جائیگی۔ اس لئے کہ ہر شاہی خاندان کا آخری بادشاہ اپنی سلطنت اور خاندانی بادشاہت کا برباد کرنے والا ہوتا ہے۔ جس بادشاہ پر بادشاہت کا خاتمہ ہوتا ہے وہ کبھی اچھا نہیں کہا جاتا بلکہ ہر قوم و ملک میں قابل ملامت و ناقابل مدحت اور ذمیم الاخلاق کہا گیا ہے جیسا کہ مثلاً بہادر شاہ آخر سلاطین دہلی۔ واجد علی

اگرچہ یہ کتاب اُن مبسوط مباحث کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ پھر بھی چونکہ موقع آگیا ہے اس لئے بصیرۃً لِّلنّاظِرِیْن کچھ لکھنا ضروری ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ :۔ آخر شاہان اودہ۔ مروان حمار آخر خلفاء امویہ اور مستعصم باللہ آخر خلفائے عباسیہ وغیرہ کی نسبت معلوم ہے اور ان کو مورخین جن صفات سے یاد کرتے ہیں وہ تاریخ جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

جواب

اگر مولوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مہدی اور مثیل مسیح ہوں تو اس میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے نہ ہمکو اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ ہے بلکہ اسلام کی جو خدمتیں انہوں نے کی ہیں وہ بلاشبہ ان کو مہدویت کے دعوے میں بڑی وجہ ثابت کرسکتی ہیں۔ رہی یہ بات کہ وہ نبی و رسول اور صاحب وحی تھے اور یہ کہ محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین نہیں تھے اور آپ کی نبوت تمام نہیں ہوئی، ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اور فاضل قادیانی کو ایسا دعوے کرنا ہرگز زیبا نہ تھا۔

پہلا جواب

مہر کا آخر مراسلت پر ہونا ایک ایسی بات ہے جس سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور جسکو آج بھی اہل عالم کا عملدرآمد شاہد ہے۔ آفریدون بادشاہ ایران نے اپنے بیٹوں سلم و تور کو جو خط لکھا ہے، جس کو ایرج شہزادہ خود قاصد بنکر لے گیا ہے، اس مقام پر فردوسی لکھتا ہے ؎ نہادند بر نامہ بر مہر شاہ برایوان برایرج گزر کرد راہ

رستم زال نے جو خط کیخسرو بادشاہ کو لکھا ہے، وہاں لکھتا ہے :۔

چو نامہ بمہر اندر آمد بداد بدست فریبرز خسرو نژاد

اسی طرح، رستم، برادر یزدگرد، بادشاہ ایران کے جواب میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے

امام رازیؒ نے مطالب عالیہ میں نبی کی بہت جامع و مانع تعریف کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

دنیا میں تین طرح کے آدمی ہیں - ایک ناقص جن کی قوی نظری اور قوت عملی دونوں ناقص ہیں -

اور یہ عوام الناس ہیں - دوسرے کامل جو خود تو قوت نظری و عملی میں کامل ہیں لیکن دوسروں کو کامل نہیں کر سکتے یہ اولیاء و صلحاء ہیں - تیسرے وہ جو خود کامل ہیں

بقیہ حاشیہ گزشتہ :- جو نامہ لکھا ہے - اس کے اختتام کو فردوسی طوسی یوں بیان کرتا ہے کہ :-

بہ قرطاس مہر عرب بر نہاد درود محمد ہمی کرد یاد

ان اشعار سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مہر ختم تحریر پر لگائی جاتی ہے کہ مراسلت پر مہر لگائی اور قاصد کو حوالہ کیا - کتابوں میں اس کی صدہا نظیریں موجود ہیں اور اس کے خلاف ایک نظیر بھی پیش نہیں کیجا سکتی - اب ہمارے زمانہ کا بھی وہی دستور ہے کہ سرکاری مراسلات پر ختم تحریر اور حاکم حجاز کی ثبت دستخط کے بعد مہر لگاتے ہیں اور لفافہ کو چلتا کرتے ہیں

دوسرا جواب

فاضل قادیانی کا دوسرا اعتراض نہایت تعجب خیز اور حقیقت سے کوسوں دور ہے جو مغالطہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا - بحث نبوت میں ہے - پس بادشاہت کا ذکر بیمحل اور یہ قیاس ، قیاس مع الفارق ہے -

تیسرا جواب

اگر مان بھی لیا جائے کہ آخری بادشاہ اپنی خاندانی بادشاہت کا برباد کرنے والا ہوتا ہے اس لئے رسول عرب کو آخری نبی کہنا محل ہجو میں ہے تو بھی دعوی غیر ثابت رہتا ہے - آخری بادشاہ اسی لئے قابل ملامت ہوتا ہے کہ وہ اپنی غفلت و نالائقی سے خاندانی سلطنت کو

اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکتے ہیں۔ یہ انبیا و رسل ہیں۔
قوت نظری اور قوت عملی کے درجے بلحاظ نقصان و کمال اور شدت و ضعف کے نہایت مختلف ہیں یہاں تک کہ اُن کی کوئی حد قرار نہیں پا سکتی۔ گو عموماً تمام لوگوں میں نقصان پایا جاتا ہے۔ لیکن ضرور ہے کہ انہیں لوگوں میں کوئی ایسا کامل بھی ہو جو نقصان سے بہ اصل دور ہو اور اس کی تصدیق مختلف مثالوں سے ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ۔ کھو دیتا ہے۔ مگر رسول خدا صلعم پر یہ امر منطبق کہاں ہوتا ہے؟
اولاً۔ تو آپ کے خاندان میں نبوت کا سلسلہ ہی نہ تھا۔ آپ ہزاروں برس کے بعد اپنے خاندان اسمٰعیلی میں ایک نبی ہوئے اور آپ ہی پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔
دوسرے۔ یہ کہ آپ نے خاندان نبوت کی بادشاہت کو برباد نہیں کیا بلکہ آپ نے تو اس بادشاہت کو اتنی ترقی دی کہ اس وقت تک ابتدائی عالم سے کسی نبی نے ترقی نہیں دی تھی۔ ایسی حالت میں آپ کا آخر ملوک ہونا اور بھی زیادہ قابل ستائش ہوگا نہ یہ کہ مذموم و سزاوار ملامت ہو۔

چوتھا جواب

نبی اصلاح خلق کے لئے آتا ہے اور یہی اس کی بادشاہت ہے اور ظاہر ہے کہ محمد مصطفیٰ نے اس منصب کو جس خوبی سے انجام دیا، دنیا میں کسی نبی نے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کیا تو آپ بادشاہت کے وسیع کرنے والے ہوئے نہ برباد کرنے والے، اور نیز جو بات دوسرے سلاطین کے لئے موجب ملامت تھی وہ آپ کیلئے موجب فضیلت ہو گئی۔

پانچواں جواب

اگر حسب ادعائے خصم، نبوت و رسالت کو بادشاہت ہی سے تشبیہ دیکر آپ کو آخری بادشاہ تسلیم

یہ ظاہر ہے کہ انسانوں میں کمال اور نقصان کے درجے بہت متفاوت ہیں۔ نقصان کے مدارج بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہونچ جاتے ہیں کہ بعض انسان عقل و ادراک میں بالکل جانوروں سے قریب ہو جاتے ہیں اور جب نقصان کی جانب یہ حالت ہے تو ضرور ہے کہ کمال کی جانب بھی یہی حالت ہو۔ یہاں تک کہ انسانیت کی سرحد، ملکوتیت سے مل جائے۔ استقرار بھی اسی کی شہادت دیتا ہے۔

اجسام عنصری کی تین قسمیں ہیں۔ معدن۔ نبات۔ حیوان۔ ان سب سے افضل حیوان ہے۔ پھر نبات۔ پھر معدن۔ حیوان کے بھی بہت سے انواع ہیں اور ان سب میں اشرف انسان ہے۔ اسی طرح انسان کے بھی بہت سے اصناف ہیں مثلاً زنگی۔ ہندی۔ رومی۔ شامی۔ فرنگی۔ ترک وغیرہ۔ ان سب میں جو لوگ ایشیا کے وسط حصہ میں سکونت رکھتے ہیں وہ سب سے افضل ہیں۔ پس اس قیاس پر ضرور ہے کہ خود ان لوگوں میں بھی کمال کا درجہ متفاوت ہو کر بڑھتا جائے۔ یہاں تک کہ ایک شخص ایسا نکل آئے جو اپنی صنف میں سب سے افضل ہو۔

کیا جائے تو اس میں بھی کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ بلاشبہ کسی خاندان کے آخری بادشاہ سے یہی مراد ہوتی ہے کہ اس پر بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا اور تمام اہل اسلام کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا اور آپ نے اس سلطنت کا اپنے بعد والوں کے لئے خاتمہ کر دیا۔ پس بادشاہت کی بربادی سے یہ مطلب ہو گا کہ آپ نے اپنے پہلے کے تمام ادیان و ملل کو منسوخ و ناقابل عمل کر دیا اور یہی عقیدہ تمام اگلے پچھلے مسلمانوں کا ہے۔

چھٹا جواب

ہر دور میں ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو اپنے زمانہ کا افضل الناس ہوتا ہے صوفیہ اسی کو قطب کہتے ہیں اور سچ کہتے ہیں کیونکہ جب اس عالم جسمانی کا بہترین حصہ انسان ہے جو قوت نظری کی وجہ سے عالم ملکوت سے استفادہ کرتا ہے اور قوت عملی کی وجہ سے دنیا کا عمدہ سے عمدہ انتظام کر سکتا ہے تو عالم کا مقصود اصلی، یہی انسان ہے۔ اور جب یہ شخص (قطب) اور تمام انسانوں سے بڑھ کر ہے تو گویا اس تمام عالم عنصری کا حاصل یہی شخص ہے۔ اس بنا پر اس شخص کو عالم کا قطب کہنا بالکل صحیح ہے۔ شیعہ بھی اسیکو امام معصوم، صاحب الزماں اور غائب عن العیان کہتے ہیں اور یہ کہنا ان کا بجا ہے کیونکہ جب وہ نقائص سے خالی ہے تو معصوم ہے اور جب اپنے دور کا مقصد اصلی ہے تو صاحب الزماں ہے اور چونکہ عام لوگ اس کے کمال سے واقف نہیں اس لئے وہ گویا غائب عن العیان ہے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ:- محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے خاتم النبیین ہونے سے اس بنا پر انکار کرنا کہ ہر آخری بادشاہ اپنی خاندانی بادشاہت کا مٹا دینے والا ہوتا ہے، اس امر کی روشن دلیل ہے کہ فاضل معترض، نبوت کی حقیقت سے محض ناواقف اور علوم دینیہ و عقلیہ سے بالکل بیخبر ہے نبی و رسول کے دو منصب ہیں۔ ایک دربار الٰہی سے احکام الٰہی کا حاصل کرنا۔ دوسرے اُن احکام کا بندوں تک پہونچا دینا۔ پہلے امر کی نسبت خود اللہ تعالےٰ نے سورۃ المائدہ میں ارشاد فرما دیا ہے کہ:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔	اب ہم تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر چکے اور تم پر اپنا احسان پورا کر دیا۔

جب دین کامل ہو چکا۔ خدا کی نعمت پوری ہو چکی اور خدا کو اپنے بندوں تک جس قدر احکام

اسی قیاس پر ایک ایسا شخص بھی ہونا چاہیئے جو سب افضلوں سے بھی افضل ہو۔ ایسا شخص سیکڑوں ہزاروں برس میں کہیں جا کر پیدا ہوتا ہے اور وہی پیغمبر برحق اور موجد شریعت ہوتا ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ: بھیجنے تھے وہ سب محمد مصطفےٰ کے ذریعہ سے بھیج دیے تو محمد صلعم کے بعد دوسرے نبی کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اب رہا دوسرا منصب، تبلیغ احکام کا وہ علمائے اسلام کے ذریعہ سے قیام قیامت تک ہوتا رہے گا۔

ساتواں جواب

یہ سب توجیہات اُس وقت ہیں جب خاتم النبیین میں لفظ خاتم کو (ت) کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے۔ لیکن اگر خاتم کو کسر التا پڑھیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضؓ وغیرہ کی صحیح قرات ہے تو کسی توجیہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور یہی وجہ ہے کہ فاضل قادیانی نے سرے سے اس قرات پر بحث ہی نہیں کی۔

آٹھواں جواب

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم پر آپ کے دین کو کامل اور اپنی نعمت پوری کر دی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو جس قدر احکام بھیجنے تھے وہ سب بھیج دیے، تو محمد مصطفےٰ پر نبوت کا تمام ہونا ایک بدیہی بات رہ گئی اور ظاہر ہے کہ جب بندوں تک پہونچانے کے لئے احکام ہی نہیں رہے تو کوئی دوسرا نبی ہو بھی تو وہ دربار الٰہی سے حاصل کیا کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کا دروازہ مسدود ہو گیا اور سرور کائنات کے بعد وحی کا کام منقطع ہو گیا کیونکہ آئندہ کے لئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ ہاں تبلیغ احکام کے لئے علماء مجددین۔ آئمہ اور مہدیین کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو گا جسکی صراحت احادیث صحیحہ میں خود موجود ہے۔ پس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مہدی و مجدد ہونے میں ہمکو بحث نہیں نہ اسکے تسلیم کرنے میں کوئی امر مزاحم ہے۔ البتہ اُن کا نبی و رسول ہونا شرع و عقل کے دلائل یقینیہ کی رو سے باطل ہے

ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں جو ان فضائل میں پیغمبر سے کم اور تمام لوگوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ امام اور پیغمبر کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ امام کو پیغمبر سے وہ نسبت ہوتی ہے جو چاند کو آفتاب سے ہے امام سے جو کم رتبہ ہیں ان کو پیغمبر سے وہ نسبت ہوتی ہے جو عام ستاروں کو آفتاب سے ہے۔ باقی عوام الناس تو گویا وہ حوادث یومیہ ہیں جو اجسام فلکی کی تاثیر سے وجود میں آتے ہیں۔

پیغمبر انسانیت کی اخیر سرحد پر ہوتا ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر نوع کی انتہا دوسرے نوع کی ابتدا سے متصل ہے اس لئے بشریت کی انتہا ملکوتیت کی ابتدا ہے۔ اس بنا پر پیغمبر میں ملکوتی صفات پائے جاتے ہیں۔ وہ جسمانیت سے بے پروا ہوتا ہے۔ روحانیت اس پر غالب ہوتی ہے۔ اس کی قوت نظری کے آئینہ میں معارف الٰہیہ مرتسم ہوتے ہیں۔ اس کی قوت عملیہ عالم اجسام میں طرح طرح کے تصرفات کر سکتی ہے اور انہیں تصرفات کا نام معجزہ ہے۔

اوپر ثابت ہو چکا کہ نفوس ناطقہ مختلف الماہیت ہیں۔ بعض کی قوت نظری نہایت کامل ہوتی ہے لیکن قوت عملی ضعیف ہوتی ہے بعض اس کے برعکس ہوتے ہیں۔ بعض کو دونوں میں کمال ہوتا ہے اور یہ شاذ و نادر ہے۔ بعض کی دونوں قوتیں ضعیف ہوتی ہیں۔ جیسا کہ عوام الناس کا حال ہے۔

جب یہ مقدمات ثابت ہو چکے تو سمجھنا چاہیئے کہ روح کا مرض، خدا سے اعراض اور دنیا میں انہماک ہے۔ جو شخص اس مرض کا طبیب ہوتا ہے یعنی لوگوں کو خدا کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دنیا سے ہٹاتا ہے وہی پیغمبر ہوتا ہے۔

اوپر یہ بیان بھی ہو چکا ہے کہ اس صفت میں اختلاف مراتب ہوتا ہے۔ اس لئے جس شخص میں یہ صفت درجہ کمال پر پائی جائے گی وہ درجہ نبوت میں بھی کمال درجہ پر ہوگا اور جس میں یہ صفت کم درجہ پر ہوگی اس کی نبوت کا درجہ بھی بنسبت کم ہوگا۔

امام غزالیؒ نے معارج القدس میں نبوت پر جو مفصل اور فلسفیانہ بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

نبوت ایک وصف ہے جو انسانیت سے بالاتر ہے جس طرح انسانیت حیوانیت سے بالاتر ہے، انسان، حیوانات کو مسخر کرتا ہے لیکن حیوانات یہ عذر نہیں پیش کر سکتے کہ جب تک ہمکو انسان کی حقیقت اور ماہیت نہ بتائی جائے ہم اس کی اطاعت نکریں گے۔ عام انسانوں اور پیغمبر میں یہی نسبت ہے۔ نبوت کوئی اکتسابی چیز نہیں بلکہ خدا جس شخص میں یہ قابلیت پیدا کرتا ہے وہی نبی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ یعنی خدا ہی جانتا ہے کہ پیغمبری کے لئے کس کو انتخاب کرے۔ البتہ ریاضت فکر اور مجاہدہ لوازم نبوت سے ہیں جن کی وجہ سے نبی وحی کے قابل ہوتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ انسان کا انسان ہونا کوئی اکتسابی چیز نہیں۔ باایں ہمہ انسان سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں اُن میں کسب و مجاہدہ کو دخل ہوتا ہے۔ اسیطرح نبوت اگرچہ اکتسابی چیز نہیں۔ لیکن نبی عبادت و مجاہدہ کرتا ہے تب اس پر نبوت کے آثار مترتب ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی عبادت کرتے تھے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔

نبی فطرۃً معتدل مزاج اور پاکیزہ صورت ہوتا ہے اوس کی اٹھان اور بنیت عمدہ ہوتی ہے۔ اس میں شریفانہ اخلاق پائے جاتے ہیں اس کے چہرہ سے نور ٹپکتا ہے۔ حلم، وقار، تواضع، راست گوئی۔ دیانت داری اس کی فطرت ہوتی ہے وہ ہر قسم کے رزائل اور دنی باتوں سے بری ہوتا ہے۔ عفو، احسان، صلۂ رحم، حفظ غیب، حسن جوار، اعانت مظلوم، یہ تمام اوصاف اس میں بالطبع پائے جاتے ہیں۔

وہ بالطبع اچھی باتوں کو پسند اور بُری باتوں سے نفرت کرتا ہے۔ وہ مغرور، جابر، درشت خو اور کج خلق نہیں ہوتا۔ چپ رہتا ہے تو لوگوں پر اس کا رعب چھا جاتا ہے بات کرتا ہے تو کوئی اس پر گرفت نہیں کر سکتا۔ اس کی حرکت و سکون دونوں میں سنجیدگی پائی جاتی ہے۔ تمام لوگ عموماً طوعاً اور کرہاً اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں۔

یہ امر بدیہی ہے کہ انسان کو جو چیز تمام حیوانات سے الگ کرتی ہے وہ نفس ناطقہ ہے یہی چیز ہے جس کی بدولت انسان، حیوانات سے فائق ہے۔ ان کو مسخر کرتا ہے۔ اُن پر ہر طرح کا تصرف کرتا ہے۔

اسی طرح انبیاء میں ایک خاص عقل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ تمام انسانوں سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ تمام انسان اُن کے محکوم اور تحت التصرف ہوتے ہیں اور جس طرح انسان کے افعال و حرکات حیوانات کے لئے معجزہ ہیں یعنی حیوان کبھی انسان کی قوت فکری و عقلی کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح انبیاء سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ عام انسانوں کے لئے معجزہ ہوتے ہیں یعنی اور لوگوں سے وہ افعال سرزد نہیں ہو سکتے جس طرح نبی کی عقل اوروں سے ممتاز ہوتی ہے اسی طرح اس کا نفس اس کی طبیعت اس کا مزاج بھی تمام لوگوں سے ممتاز اور نفوس ملکی کے مشابہ ہوتا ہے۔

جس طرح ہر حیوان انسان نہیں ہو سکتا اسی طرح ہر آدمی نبی نہیں ہو سکتا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ کس شخص میں نبی ہونے کی قابلیت ہے اور کس میں نہیں؟ خدا جس شخص کو نبوت کے لئے منتخب کرتا ہے اس کی عقل اس کی طبیعت اس کا مزاج بھی منتخب ہوتا ہے یعنی اور لوگوں کی عقل۔ مزاج اور طبیعت سے اس کو کچھ نسبت نہیں ہوتی۔ وہ صورت میں انسان کے مشابہ ہوتا ہے لیکن معنیً سب سے الگ ہوتا ہے

وہ بشر ہوتا ہے لیکن اس کی بشریت وحی کے قابل ہوتی ہے۔

انسان میں تین قسم کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔ فکری۔ قولی۔ عملی۔ ان قوتوں سے جو افعال صادر ہوتے ہیں وہ اچھے بھی ہوتے ہیں برے بھی۔ ان متضاد حالتوں کے لحاظ سے ہر ایک کا نام الگ ہوتا ہے۔ فکر کو حق و باطل سے موسوم کرتے ہیں۔ قول کو صادق و کاذب کہتے ہیں اور عمل کو خیر و شر۔ یہ امر ظاہر ہے کہ تمام افعال قابل عمل نہیں ہیں اور نہ سب قابل ترک بلکہ بعض قابل عمل ہیں اور بعض قابل ترک ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قابل عمل اور قابل ترک کی تمیز آیا۔ ہر شخص کر سکتا ہے یا نہیں یا بعض کر سکتے ہیں یا نہیں

پہلے دونوں احتمال بداہتہً باطل ہیں اس لئے صرف تیسرا احتمال باقی رہا یعنی بعض انسان ایسے ہوتے ہیں جو ان حدود کو متعین کر سکتے ہیں کہ فلاں افعال عمل کے قابل ہیں اور فلاں نہیں یہی لوگ پیمبر اور بانی شریعت ہوتے ہیں۔

یہ امر ظاہر ہے کہ انسان کی بقا آپس کی اعانت اور اجتماع کے بغیر نہیں ہو سکتی اگر آپس میں تعاون اور تعاضد نہ ہو تو انسان کا کوئی فرد باقی رہ سکتا نہ اسکی نوع نہ اس کا مال نہ اس کی عزت۔

اس اجتماع اور تعاون کے جو اصول و آئین ہیں انہی کو شریعت کہتے ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان کی بقائے نوع اور بقائے جان و مال کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ تعاون اور تمانع۔ تعاون کے ذریعہ سے انسان اپنی خوراک۔ لباس۔ مسکن۔ اور دوسری ضروریات مہیا کرتا ہے اور تمانع کے ذریعہ سے اس کی جان۔ مال اور اولاد۔ خطرات سے محفوظ رہتے ہیں لیکن اس تعاون اور تمانع کا کوئی باقاعدہ ضابطہ اور دستور العمل ہونا چاہیئے۔

یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص ایسا دستور العمل اور ضابطہ نہیں بنا سکتا جو تمام بنی نوع انسان کے مناسب حال اور ہر شخص کی ضروریات کا کفیل ہو۔

ایسا ضابطہ صرف وہ شخص بنا سکتا ہے جس کو قوت قدسیہ حاصل ہو۔ جس کو اُن روحانیات سے فیض پہونچتا ہو جن کے ہاتھ میں نظام عالم کی باگ ہے۔

یہ شخص امور مذہب سے آگاہ ہوتا ہے۔ ہر بات میں حق کا پیرو ہوتا ہے۔ ہر شخص سے اس کی سمجھ کے مطابق خطاب کرتا ہے۔ لوگوں کو اُن کی استطاعت کے موافق احکام کی تکلیف دیتا ہے اور یہی شخص پیغمبر اور رسول ہوتا ہے چونکہ ممکن کا عدم اور وجود برابر ہے اس لئے ممکن کے وجود میں آنے کے لئے مرجح کا ہونا ضرور ہے جس کی وجہ سے وجود کو عدم پر ترجیح ہو۔ یہی مرجح ممکن کی علت ہوتا ہے۔

ہر قسم کی حرکات کے لئے ایک محرک کی ضرورت ہوتی ہے جو حرکت کی تجدید کرتا رہتا ہے۔ حرکات کی دو قسمیں ہیں۔ طبعی اور ارادی۔ ارادی حرکت کے لئے ضرور ہے کہ اس کے محرک میں ارادہ اور اختیار پایا جائے۔

ارادی حرکت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ خیر و شر۔ پہلی قسم کے لئے ضرور ہے کہ اس کا محرک صاحب عقل و تدبیر ہو۔

جس طرح انسانی حرکات کو ارادہ و اختیار کی حاجت ہے اسی طرح ان حرکات کو ایک ایسے رہنما کی بھی ضرورت ہے جو ٹھیک راستہ بتائے تاکہ وہ حق کو باطل سے، سچ کو جھوٹ سے اور خیر کو شر سے تمیز کر سکے۔

خدا کے حکم کی دو قسمیں ہیں۔ تدبیری اور تکلیفی۔

پہلا حکم تمام نظام عالم میں جاری ہے جس کی بنا پر تمام عالم میں تدبیر اور نظام کا سلسلہ نظر آتا ہے۔

تکلیفی حکم صرف انسان کے لئے ہے۔

مقدمات مذکورۂ بالا سے ثابت ہوا کہ انسان کے تمام حرکات ممکن ہیں اس لئے مربی کی ضرورت ہے۔ اختیاری ہیں۔ اس لئے عقل کی ضرورت ہے۔ مختلف خیر و شر ہیں اس لئے رہنما کی ضرورت ہے۔ اسی رہنما کے نام پیغمبر یا رسول ہے۔ نظام عالم میں خدا کا تدبیری حکم جو نافذ ہے وہ ملائکہ کے ذریعہ سے ہے اس قیاس پر انسان پر خدا کا تکلیفی حکم جو نافذ ہے وہ بھی کسی کے ذریعہ سے ہوگا۔ اس کا نام پیغمبر ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ	جو اللہ و رسول کا کہا مانیں تو ایسے ہی لوگ ان کے ساتھ جنت میں ہونگے جن پر اللہ نے احسانات کئے یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور صالح۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ خدا نے منعم علیہ کے بہ لحاظ ان کے علمی و عملی مراتب کے چار قسمیں کی ہیں۔

ایک انبیاء علیہم السلام جن کو علمی و عملی دونوں کمال حاصل ہوتے ہیں بلکہ وہ درجۂ کمال سے آگے تکمیل تک بڑھ جاتے ہیں۔

دوسرے صدیقین یہ لوگ اوج عرفان پر ترقی کر کے اشیاء پر واقف ہو جاتے ہیں اور مطابق واقع کے بتا لیتے ہیں۔

تیسرے شہداء جنھوں نے اظہار حق۔ حرص طاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔

چوتھے۔ صالحین جنہوں نے اللہ کی طاعت میں اپنی عمر و مال کو صرف کر ڈالا۔

اس تعریف کے بعد قاضی علیہ الرحمہ نے دوسرے انداز پر یوں بیان کیا کہ جن لوگوں کے اوپر اللہ تعالےٰ نے انعام کیا ہے وہ عارف باللہ ہیں اور وہ دو

حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ مشاہدہ وعیان کو پہونچے ہوئے ہیں یا ابھی مقام استدلال و برہان میں ہیں۔ اگر درجۂ مشاہدہ وعیان کو پہونچ گئے ہیں تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ ایسے قرب میں ہیں جیسے کوئی چیز قرب سے نظر آتی ہے تو یہ لوگ انبیاء ہیں یا ایسے قرب میں ہیں جیسے کوئی چیز دور سے نظر پڑتی ہے۔ یہ صدیقین ہیں لیکن جو لوگ مقام استدلال و برہان میں ہیں وہ بھی دو قسم پر ہیں۔ اگر اُن کا عرفان، براہین قاطعہ سے نہیں تو وہ شہداء ہیں ورنہ صلحا و صالحین ہیں۔

مؤلف آسی

کہتا ہے کہ قرآن مجید میں نبی پر بھی صدیق کا لفظ بولا گیا ہے چنانچہ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف کو کہا گیا ہے یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اور سورۂ مریم میں حضرت ابراہیم کی شان میں فرمایا گیا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ اور یہ اس وجہ سے کہ نبی کا درجہ صدیق سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ جو نبی ہوگا اُس میں شان صدیقیت ضرور ہوگی۔ ہر نبی صدیق ہے مگر ہر صدیق نبی نہیں ہو سکتا۔

حضرت یوسف کو جو صدیق کہا گیا ہے وہ اللہ کا قول نہیں بلکہ بادشاہ مصر کے ساقی کا مقولہ نقل کیا گیا ہے اور اس نے صدیق کو محض راستباز اور سچ بولنے والے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ کیونکہ حضرت یوسف نے جو تعبیر اس کے خواب کی بیان کی تھی وہ سچ نکلی اور وہ بادشاہ کا ساقی ہوگیا۔ اور زیادہ قرین قیاس بات بھی ممکن ہے کہ اس وقت حضرت یوسف مرتبۂ صدیقیت پر ہی رہے ہوں کیونکہ نبی آپ اس کے بعد ہوئے ہیں۔

امام فخر الدین رازیؒ۔ امام محمد غزالیؒ اور قاضی بیضاوی نے نبی و نبوت کی جو بسوط

تعریفیں کیں اُن کا خلاصہ ختم ہو چکا تو اب اس مقام پر ہم کو بھی کچھ لکھنا مناسب ہے۔

پس واضح ہو کہ

حیوانات۔ نباتات اور جمادات اور تمام بسائط آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹی وغیرہ اور تمام اجرام علویہ میں سے ہر موجود کے قوے۔ اور افعال، ہوتے ہیں جن سے وہ اپنے غیر سے ممتاز ہو جاتا ہے اور بعض قوے اور افعال ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں دوسرے مشارک ہوتے ہیں۔

ان تمام موجودات میں انسان ہی وہ اکیلا مخلوق ہے جس میں اخلاق محمودہ اور افعال مرضیہ ہیں۔ یہ شرف انسان کے سوائے کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہے اور اسی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات ہے۔ انسان میں چار قوتیں یا چار جواہر اصل اصول ہیں کہ انہیں کی وجہ سے انسان انسان ہے۔

پہلی:۔ قوت ناطقہ جس کو نفس ملکیہ بھی کہتے ہیں اور تمام بدن میں دماغ اس قوت کا مستعمل ہے۔

دوسری:۔ قوت شہوانیہ۔ جو نفس بہیمی بھی کہی جاتی ہے اور جسد بھر میں جگر اس قوت کو استعمال کرتا رہتا ہے۔

تیسری:۔ قوت غضبی جس کو نفس سبعی کہتے ہیں اور اعضائے بدن میں دل اس کے کام میں لانے کا آلہ ہے نفس ناطقہ کی حرکت اگر اعتدال پر ہو۔ اپنی حد سے آگے نہ بڑھے۔ ہمیشہ معارف صحیحہ کے شوق میں مبتلا رہے اور مظنونات وجہالات سے متنفر رہے تو اس سے علم کی فضیلت پیدا ہوتی ہے اور فضیلت علم سے حکمت پیدا ہوتی ہے جو تمام سعادتوں کی جڑ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا نفس بہیمی یعنی قوت شہوانیہ اگر اعتدال پر ہو۔ نفس عاقلہ کی تابع ہو۔ اس سے سرکشی نکرے

ہوا و ہوس میں منہمک نہ ہو جائے تو اس سے عفت حادث ہوتی ہے اور سخاوت، عفت کے ساتھ ہے۔ نفس غضبی کی حرکت اگر اعتدال پر ہو۔ نفس عاقلہ کی تابع ہو تو اس سے فضیلت حلم پیدا ہوتی ہے۔ اور حلم سے شجاعت صادر ہوتی ہے۔

یہ تینوں فضیلتیں جب اعتدال پر آجائیں اور مکمل ہو جائیں تو ان کے اجتماع سے عدالت کی فضیلت پیدا ہوتی ہے۔

حکماء اکثر متفق ہیں کہ اجناس فضائل چار ہیں حکمت۔ عفت۔ شجاعت۔ عدالت لیکن میرے نزدیک فضائل تین ہی ہیں حکمت۔ عفت اور شجاعت کیونکہ عدالت کوئی جداگانہ فضیلت نہیں ہے بلکہ وہ ان تینوں کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے۔ امام غزالی رح کا یہی مسلک ہے اور اسی کو ہمارے استاد، خاتم المحققین علامہ عنایت رسول چریاکوٹی رح نے اختیار کیا۔

حکمت تیز دار نفس ناطقہ کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ کل موجودات کو جس طرح پر کہ وہ ہیں جان لے۔ تم یوں سمجھو کہ امور الٰہیہ اور امور نفسانیہ اگر معلوم ہو جائیں اور یہ تمیز ہونے لگے کہ ان باتوں کا کرنا واجب ہے اور ان باتوں کا کرنا مذموم ہے تو حکمت حاصل ہو گئی۔ ہر قوت کے تین جانب ہوتے ہیں۔ ایک افراط جو حد اعتدال سے زیادہ ہو۔ دوسرے تفریط جو اعتدال سے کم ہو۔ تیسرے وسط جو ان دونوں کا درمیانی جانب ہے۔ افراط و تفریط کے دونوں جانب مذموم ہیں جن کا شمار رذائل میں ہے اور بیچ کی حد اوسط ممدوح صفت ہے۔ تم یوں سمجھو کہ حد اوسط سے آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا دونوں مذموم ہیں۔

قوت ناطقہ کا جانب افراط جربزہ ہے۔ جانب تفریط بلاہت ہے اور حد اوسط حکمت ہے۔ جربزہ یہ ہے کہ عقل اغراض فاسدہ میں افراط سے کام میں لائی جائے

اور انسان شوخی ذہن اور تیزی ادراک کے سبب سے راہ مستقیم سے ہٹ کر ضلالت و گمراہی کے خاردار جنگل میں جا پڑے۔ اور بلاہت یہ ہے کہ انسان کوتاہی عقل کی وجہ سے ضروری کام بھی نہ کر سکے اور ہمیشہ اپنے کو نقصان پہونچاتا رہے۔ جربزہ سے مکر۔ حسد۔ فریب۔ عیاری اور خباثت وغیرہ خراب عادات پیدا ہوتے ہیں اور بلاہت سے بیوقوفی۔ ناتجربہ کاری۔ حماقت اور جنون وغیرہ صادر ہوتے ہیں حماقت اور جنون میں فرق یہ ہے کہ احمق کا مقصود صحیح ہوتا ہے۔ لیکن مقصود کے حاصل کرنے کا رستہ غلط اختیار کرتا ہے۔ بخلاف اس کے مجنون کہ اس کا مقصود ہی فاسد ہوتا ہے۔

حکمت سے چھ صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اول:۔ ذکا یعنی نتیجہ کار پر جلدی پہونچ جانا۔

دوسرے ذکر یعنی عقل و وہم جو صورت امر، ذہن میں پیدا کرتے ہیں اس کا ثابت رہنا۔

تیسرے تعقل یعنی اشیائی موضوعہ سے محض نفس کی موافقت جس طرح پر کہ وہ ہیں۔

چوتھے صفائی ذہن کہ نفس میں مطلب کے استخراج کی استعداد ہو۔

پانچویں جودت ذہن کہ جوابات لازم آنے والی ہے اس میں نفس تامل کرے۔

چھٹویں سہولت تعلم اور یہ نفس کی وہ قوت ہے جو امور نظریہ کا ادراک کر لیتی ہے۔

شہوت اگر اعتدال سے زیادہ ہو تو اس کا نام شرہ ہے اور کم ہو تو جمود ہے اور ان دونوں حد اوسط عفت ہے۔ شرہ کے یہ معنی کہ شریعت اور فطرت سلیم نے جن ضروری لذتوں کو مباح مطلق کر دیا ہے ان کو ایک لخت چھوڑ دیا جائے چنانچہ اس ادائے نامحمود اور حرکت نامسعود کو اکثر رہبانان سلف اور بعض زاہدان ناخلف نے اتقاء و

پرہیزگاری شمار کیا ہے حالانکہ رہبانیت اور ترک لذات قانون قدرت اور قانون مذہب میں سخت ممنوع ہے ۵

بزہد و ورع کوش چوں اتقیا ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

جمود یہ ہے کہ لذت جسمانی کے حاصل کرنے میں جادۂ شریعت سے بھٹک کر الگ ہو جائے۔ شہوت رانی میں اتنا منہمک ہو کہ اباحت کی سرحد سے بھی آگے نکل جائے۔

شہوت کی افراط و تفریط یعنی شرہ اور جمود سے چاپلوسی۔ حرص بیحیائی۔ فضول خرچی بے پروائی۔ ریا۔ پردہ دری۔ فحش فی الکلام۔ حسد۔ شماتت وغیرہ خراب اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔

عفت حس شہوانی کی فضیلت کا نام ہے کہ قوت شہوت رائے صائب اور تمیز صحیح کی پابند ہو۔ اور اس سے بارہ عمدہ صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اوّل حیا کہ جو باتیں عقل و شرع کے نزدیک مذموم ہیں اُن کے ارتکاب سے نفس خائف ہو۔

دوسرے وقعۃ یعنی شہوت کی حرکت کے وقت نفس کا سکون میں رہنا۔

تیسرے صبر یعنی ہوا و ہوس سے نفس کا مقابلہ کرنا تاکہ قبیح لذتوں میں گرفتار نہ ہو۔

چوتھے حرّیت اور یہ نفس کی وہ فضیلت ہے جس کے ذریعہ سے من و جہہ مال پیدا کرے اور من و جہہ عطا کرے۔ اور بلا اس فضیلت کے اکتساب مال ممتنع ہو۔

پانچویں قناعت کہ کھانے پینے اور زینت دنیاوی میں تساہل کرے اور آسانی سے گزار دے۔

چھٹویں دیانت۔
ساتویں حسن انتظام۔ اور یہ ترتیب امور کی ایک عمدہ حالت ہے۔
آٹھویں حسن ہدا یعنی زینت حسنہ کے ساتھ نفس کی تکمیل محبت۔
نویں مسالحت کہ نفس میں جو ایک اضطرابی کیفیت ہے وہ دور ہو جائے
دسویں وقار۔ کہ اپنے مطالب کے حاصل کرنے میں نفس ساکن اور غایت
قدم رہے۔
گیارھویں ورع کہ جن اعمال صالحہ جمیلہ میں نفس کا کمال ہے ان کو اپنے
اوپر لازم کرلے۔
بارھویں سخاوت۔ یعنی لینے اور دینے میں اعتدال کا قائم رہنا۔ جہاں
جس قدر خرچ کرنا ضروری ہو وہاں مطابق ضرورت خرچ کرے۔ اور
جہاں امساک مستحسن ہو وہاں ہاتھ روکے رہے۔
سخاوت سے چھ اوصاف جمیلہ پیدا ہوتے ہیں۔
اول کرم۔ کہ کام پڑے تو امور جلیلہ میں کتنا ہی مال خرچ کرنا ہو اس سے دریغ نکرے
مگر اس طرح کہ عقل و شریعت کے خلاف نہ ہو۔
دوسرے ایثار۔ اور یہ انسان کی وہ فضیلت ہے جو دوسرے ابنائے جنس
کی حاجات کو رفع کرتی ہے۔
تیسرے نبل یعنی اچھے اچھے کاموں کے کرنے سے نفس کا خوش ہونا
چوتھے مواسات۔ یعنی دوستوں کی معاونت اور مال و قوت میں مستحقوں
کی شرکت کرنی۔
پانچویں سماحت۔ یعنی بذل و عطا۔
چھٹویں مسامحت۔ کہ بعض محبوب چیزوں کو ترک کردے۔

قوت غضبی اگر اعتدال سے زیادہ ہو تو وہ تھور ہے۔ اعتدال سے کم ہو تو جبن و نامردی ہے اور ان دونوں کا حد اوسط شجاعت ہے۔

تہور کے یہ معنی ہیں کہ کسی معرکہ یا مہلکہ میں دور اندیشی سے کام نہ لے اور بلا سوچے سمجھے گھس پڑے۔ ایسا کرنے سے آدمی کبھی کامیاب بھی ہو جاتا ہے لیکن اکثر ذلت و زحمت اٹھاتا ہے جانوروں میں شیر پر یہ صفت غالب ہے۔

تہور سے مشیخت۔ بیجا تشخیص۔ تکبر آتش مزاجی اور زود رنجی پیدا ہوتی ہے

جبن و نامردی کے یہ معنی ہیں کہ جس چیز سے نہیں ڈرنا چاہیئے اس سے بھی ڈر معلوم ہو اور جبن سے قساوت قلبی۔ کمینہ پن۔ دیوث وغیرہ اوصاف ذمیمہ پیدا ہوتے ہیں۔

شجاعت نفس غضبی کی فضیلت کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ غضب نفس عاقلہ کے تابع ہو جہاں غضب کرنا واجب ہو، غضب کرے۔ جہاں حلم درکار ہو وہاں نرم ہو جائے۔ جس جگہ صبر و برداشت محمود ہو وہاں صبر کرے اور خوفناک مقامات پر ہمت نہ ہارے۔ دل میں خوف نہ کھائے۔ شجاعت سے آٹھ عمدہ صفات پیدا ہوتے ہیں۔

اول کبر نفس۔ دوسرے دل کی مضبوطی۔ تیسرے بلند ہمتی۔ چوتھے صبر و ثبات قدمی۔ پانچویں حلم و بردباری۔ چھٹویں سکون کہ خصومت و جنگ میں قبل از وقت طیش میں نہ آ جائے۔ ساتویں نہامت یعنی بڑے بڑے کاموں میں ہمت کر کے گھس پڑنا تا دین و دنیا میں بلند مرتبہ ہو۔ آٹھویں احتمال اور یہ وہ قوت ہے جو آلات بدن کو امور حسیہ میں استعمال کرتی ہے۔

عدالت۔ نفس انسانی کی وہ فضیلت ہے جو مذکورہ تین فضائل کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے ہمارے جد محترم مولانا نجم الدین عباسی چریاکوٹی رحمہ اللہ نے اپنی

کتاب جہاز آئین محبوبی میں تحریر فرمایا ہے کہ صفت عدالت کی جانب افراط کا نام ظلم ہے اور وہ یہ ہے کہ دوسروں کے مال وحقوق میں بیجا تصرف اور دست درازی کی جائے اور جانب تفریط کا نام تظلم ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی ذلت اور عجز و خواری گوارا کر کے ظالم کا مطیع و ہمنشین دوست بنا رہے۔

یہی مسلک بعض دوسرے حکمار کا بھی ہے لیکن حکمائے متقدمین و متاخرین میں اکثروں کا مذہب مختار یہی رہا ہے کہ صفت عدالت کی افراط و تفریط یعنی زیادتی و نقصان نہیں ہے بلکہ اس کا ضد و مقابل ظلم و جور ہے اور صحیح بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ صفت عدالت کوئی مستقل اور جداگانہ قوت نہیں ہے بلکہ وہ دوسری تین فضیلتوں کے اجتماع سے حادث ہوتی ہے تو ایسی حالت میں افراط و تفریط ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ عدالت سے آٹھ صفات جلیلہ صادر ہوتے ہیں۔

اول۔ صداقت اور محبت صادقہ جو فی زماننا عنقا صفت ہے۔

دوسرے۔ الفت یعنی رایوں کا متفق ہونا۔

تیسرے۔ صلۃ الرحم یعنی دنیاوی بھلائیوں میں قرابت داروں کا آپس میں شریک و معاون رہنا۔

چوتھے۔ مکافات یعنی احسان کا احسان سے مقابلہ خواہ برابر ہو یا زیادہ

پانچویں۔ حسن شرکت یعنی آپس میں معاملات کی لین دین میں ہر طرف اور ہر طرح سے اعتدال رہنا۔

چھٹویں۔ حسن قضا۔

ساتویں۔ تودد یعنی اپنے کفو اور اہل فضل سے محبت رکھنی۔

آٹھویں۔ عبادت۔ فقط

اس قدر تمہید ہو چکی تو اب واضح ہو کہ جس شخص میں یہ فضائل اربعہ مع اپنی تمام فروع صفاتیہ کے بدرجۂ اتم واکمل پائے جائیں وہ انسان کامل ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں میں بعض اوصاف خلقۃً ہوتے ہیں مثلاً ایک شخص کے جبلت میں سخاوت وجوانمردی ہے کوئی ماں کے پیٹ سے بخل و قساوت کی رذیل صفت لیکر پیدا ہوا ہے تو کوئی فطرۃً بہادر ورقیق القلب ہے اور یہ جبلی اوصاف ایسے ہیں جن کے آثار بچپن ہی سے ظاہر ہو جاتے ہیں - بہرحال اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ نوع انسان کا ہر فرد کچھ صفات اچھے یا بُرے ماں کے پیٹ سے لیکر پیدا ہوتا ہے اور کچھ صفات دوسروں کی صحبت کے اثر سے قبول کرتا ہے کسی میں صفات حمیدہ غالب ہوتے ہیں کسی میں رذائل کا غلبہ ہوتا ہے البتہ اتنا ضرور ہے کہ اچھے اخلاق وصفات والے دنیا میں ہمیشہ کم ہوا کئے ہیں - پس اب قیاس چاہتا ہے کہ جس طرح کسی میں ایک صفت جبلی ہے کسی میں دو صفتیں خلقی ہیں، کوئی چند صفات ماں کے پیٹ سے لیکر پیدا ہوا ہے، کسی کے اکثر صفات فطری ہیں تو اسی ترتیب سے ترقی کر کے کوئی ایک ایسا شخص بھی ہوگا جس میں عمدہ صفتیں معدوم ہوں اور تمام اوصاف ذمیمہ ہی لیکر پیدا ہوا ہو اور اسی طرح انسان کا کوئی ایک فرد ایسا بھی ہو جو خلقۃً تمام اچھے اخلاق و اوصاف کا جامع ہو - پچھلا انسان کامل ہے اور پہلے کو زبان شرع وعرف میں شیطان کہتے ہیں - پس انسان کامل کی دو قسمیں ہیں یا تو اس شخص کو یہ صفات کاملہ اکتساب سے حاصل ہوئے ہیں یا بلا اکتساب - اگر بلا اکتساب خلقۃً حاصل ہیں یعنی ماں کے پیٹ سے وہ ان ان صفات حمیدہ کو لیکر پیدا ہوا ہے تو وہ رسول یا نبی یا پیغمبر ہے جو روحانیت کے بالاترین درجہ پر ہوتا ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ دربار الٰہی

سے احکام حاصل کر کے بندوں تک پہونچائے۔ ان کی اصلاح کرے علم و عمل میں دوسروں کو کامل بنائے اور عام خلق اللہ کی اصلاح معاش و معاد کے لئے صحیح ضابطہ بنا دے۔ جو ہر زمانہ میں ہر قوم عالم کے لئے کار آمد اور ناقابل تنسیخ ہو۔

اگر انسان کامل کو یہ تمام صفات اکتساب سے حاصل ہوئے ہیں تو وہ صدیق ہے۔ اور اگر وہ ان تمام صفات میں درجۂ کمال کو نہیں پہونچا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اگر اس نے غلبۂ روحانیت میں اپنی جان کو فی سبیل اللہ ایثار و قربان کر دیا ہے تو وہ شہید ہے ورنہ صالح۔

نبی کی اس تعریف سے اس کا گناہوں سے معصوم ہونا بھی عقلاً ثابت ہو گیا کیونکہ جب وہ رزائل سے پاک ہے۔ تمام صفات حسنہ کا جامع ہے۔ فضائل انسانی میں کامل ہے اور اس کی تمام قوتیں اعتدال پر ہیں تو اس سے گناہ کا سرزد نہ ہونا ایک یقینی اور بدیہی بات ہے اور اسی کو زبان شرع میں معصوم کہتے ہیں نبی کے معصوم ہونے میں بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے جمہور اہل اسلام کا یہ مذہب ہے کہ نبی ان کے پیٹ سے نبی پیدا ہوتا ہے۔ اس سے صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا ارتکاب شرعاً ممتنع اور عقلاً مستبعد ہے۔ البتہ بھول چوک سے کسی خطا یا لغزش کا کبھی سرزد ہو جانا ممکن ہے کہ وہ لازمۂ بشریت ہے اور اس سے عصمت میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔

صحیح مذہب مختار نوی یہی ہے لیکن بعض لوگوں کا یہ مسلک ہے کہ نبوت کے بعد نبی سے کبیرہ گناہ صادر نہیں ہوتا۔ مگر نبوت سے پہلے اس کا گناہوں سے مصئون ہونا ضروری نہیں ہے۔

میں ایسا سمجھتا ہوں کہ اس مسلک والے لوگ نبی کی تعریف ہی نہیں جانتے ورنہ

ایسی رکیک بات کا زبان پر لانا بھی گناہ سمجھتے۔ نبی اگر نبوت سے پہلے معصوم نہ ہو اور اس سے گناہ سرزد ہوا کریں تو ایک زمانہ کے بعد اس کے دعوے نبوت کی کیا وقعت رہے گی۔ اور کیا اس نبوت کے بعد کی عصمت کو، لوگ ریا و نفاق پر محمول نکریں گے جس کا دفعیہ محال نہیں تو قریب المحال ضرور ہے بہرحال نبی کی عقلی تعریف سے تو اس کا معصوم ہونا ظاہر ہے۔ رہی شرعی بحث اس کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس کتاب کی چوتھی جلد میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھینگے۔

غرض

کمال فضائل انسانی کا نام نبوت ہے اور اس کا خاتمہ نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا نہ ہو سکتا۔ جب تک دنیا باقی ہے یہ کمال باقی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں اور یہ تشبیہ نبوت و فضیلت میں نہیں ہے۔ بلکہ کمال انسانی کے ملکہ اور ہدایت خلق میں ہے مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کمال انسانی ہمیشہ باقی رہے گا۔ جس طرح انبیائے بنی اسرائیل خلق اللہ کو ہدایت کرتے اور دین الٰہی کی دعوت دیتے چلے آتے تھے۔ اسی طرح امت محمدیہ کے علمائے کرام رحمہم اللہ قیامت تک دین اسلام کی اشاعت اور ارشاد و ہدایت میں سرگرم رہیں گے چنانچہ امام ابو داؤد نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ:- ابوہریرہ نے رسول اللہ صلعم سے روایت

عن ابی هریرة عن رسول الله صلعم قال ان الله عز وجل یبعث لهذه الامة علی رأس	کی ہے کہ فرمایا آپ نے بلاشبہ اللہ تعالےٰ مبعوث کریگا اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو جو اس کے

کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔	دین کی تجدید کرتا رہے گا۔

ان دونوں کو ملا کر غور کیا جائے تو صاف طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ علمائے امت سے عام علماء اور ملاّ نے مراد نہیں ہیں بلکہ وہ ایک خاص شان رکھنے والے علمائے مجددین ہیں جو اپنے میں شان نبوت اور کمال عارفیت رکھتے ہیں اور ان کی یہ عظمت و شان انبار بنی اسرائیل سے ملتی جلتی یا اُن کے لگ بھگ ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا منصب یہ رہا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کو اس کے بندوں تک پہونچا دیں۔ یہ اہم کام ایک دفعہ نہیں ہو سکتا تھا نہ یکبارگی خلق پر کل بار کا ڈالدینا۔ قرین عقل تھا۔ اس لئے وقتاً فوقتاً انبیاء کے بھیجنے اور مبعوث کرنے کی ضرورت داعی ہوتی رہی یہاں تک کہ احکام الٰہی مکمل ہو گئے اور جس قدر احکام خدا کے بندوں تک پہونچنے تھے وہ سب محمد رسول اللہ کی معرفت پہونچ گئے اور دین کامل ہو گیا نبوت ختم ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جو احکام و قوانین بھیجنے تھے وہ محمد صلعم کے ذریعہ سے بھیج دئے اور اب کسی نبی کے بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں رہی کیونکہ ارسال رسول سے جو غرض تھی وہ ہی باقی نہیں رہی اور دین کامل و مکمل ہو گیا۔ اس قانون مکمل کا نام قرآن مجید ہے۔

اب رہی ہدایت اور ارشاد خلق اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا اور ان کی اصلاح کرنی تو اس کے لئے علمائے اسلام اور عرفائے مجددین ہیں جن کا سلسلہ قیامت تک منقطع ہونے والا نہیں۔

حضرت آدم سے لیکر جناب مسیح ع تک جتنے انبیاء مبعوث ہوئے اُن میں سوائے حضرت نوح ع کے کسی کی بعثت عام نہیں تھی۔ ہر ایک نبی ایک خاص ملک اور

اور خاص قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

ہمارے سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ نبوت و رسالت تمام ہوگئی نبوت و وحی کا دروازہ مسدود ہوگیا۔ دین کامل و مکمل ہو چکا اس لئے واجب تھا کہ آپ کی بعثت تمام عالم کے لئے عام ہو اور آپ کے قانون اسلام کی پابندی کل اہل دنیا پر فرض کر دیجائے۔

قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی نبوت کل اہل عالم کے لئے عام تھی چنانچہ سورۃ الانبیاء میں فرمایا گیا ہے کہ:-

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔	(اے پیغمبر!) ہم نے تو تمکو دنیا جہاں کے لوگوں کے حق میں رحمت (بنا کر) بھیجا ہے

رحمت سے یہ مراد ہے کہ کفر و ضلالت ایک اصلی ذلت اور اسلام و ہدایت حقیقی عزت ہے جو مرنے کے بعد اُس دوسرے عالم میں موجب نجات و ثواب ہوگی۔ تو جس نے کفر سے کنارہ کش ہوکر اسلام اختیار کیا اور محمد صلعم کا پیرو ہوگیا وہ قید ذلت سے رہا ہوا، اور عذاب آخرت سے نجات پاکر رحمت الٰہی کے سایہ میں آگیا۔ پس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات اہل عالم کے حق میں عین رحمت ٹھیری کہ آپ کی پیروی باعث نجات آخرت ہے اور آپ ایک ایسا سچا اور آسان مذہب لیکر خلق اللہ کی طرف تشریف لائے جو سب کی نجات کا موجب ہے۔ جس کا فرو مشرک نے اس کو اختیار کیا وہ رحمت الٰہی کے دامن تلے آگیا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو گمراہی کی دھوپ سے بھاگ کر اس رحمت کے سایہ میں آجائیں اور بدبخت ازلی ہیں وہ لوگ جو روشنی کو دیکھکر بھی اُس سے فائدہ نہ اُٹھائیں اور تاریکی ہی کو پسند کریں اور کیا مبارک ہیں وہ لوگ کہ حضرت

سرور کائنات قدسی صفات کے سایہ میں پناہ لیکر جیتے جی تو ہدایت پا گئے اور مرنے کے بعد آپ کی شفاعت سے بہرہ ور ہو کر راحت ابدی حاصل کی۔

دوسری آیت سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔	(اے پیغمبر!) لوگوں سے کہو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا (آیا) ہوں۔

اس آیت میں اَلنَّاس اور جَمِیْعًا دو لفظ قابل لحاظ ہیں جو پیغمبر کی بعثت کو عام ثابت کرتے ہیں۔

تیسری آیت سورۃ السبا میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔	اور (اے پیغمبر!) ہم نے تو تمکو تمام (دنیا کے لوگوں کے لئے بھیجا ہے کہ ان کو خوشخبری سناؤ اور ڈراؤ۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام پر دلالت کرتی ہیں۔ اس پر کل علمائے اسلام کا اتفاق ہے اور یہی تدوین عقل ہے۔ ہم اس دعوے کو انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کی چوتھی جلد میں زیادہ تفصیل سے لکھینگے اور وہاں قرآن مجید کی تمام آیتوں کو نقل کریں گے۔

اب رہی یہ بات کہ جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے تو پھر عرب کی خصوصیت کیوں؟ اور کیا وجہ کہ مکہ ہی کو دنیائے اسلام کے پائے تخت ہونے کا شرف دیا گیا؟ یہ بحث کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گذرا، اس لئے جو کچھ اس کے متعلق میں لکھونگا وہ میرا ہی اجتہاد

ہوگا اور میری ہی تحقیق ہوگی۔ ناظرین اس مبحث کو غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا جواب

خدا کا رسول، گو وہ تمام دنیا کے لئے ہو ضرور کسی نہ کسی خاص ہی مقام میں مبعوث ہوگا اور جو آسمانی کتاب وہ لائے گا ضرور کسی خاص زبان میں ہوگی۔ ایک رسول نہ ہر قطعۂ زمین پر مبعوث ہو سکتا نہ تمام دنیا کی زبانوں میں وہ کتاب آسمانی ہو سکتی پس حضرت سرور کائنات کے عرب میں مبعوث ہونے اور قرآن کے عربی ہونے سے آپ کی بعثت کو عرب سے مخصوص سمجھنا ایک کھلی غلطی ہے۔ بعثت کے عام یا خاص ہونے کا معیار، تعلیم ہے۔ اگر تعلیم خاص ہے تو بلاشک بعثت بھی خاص ہے اور اگر تعلیم عام ہے تو لامحالہ بعثت عام ہے لیکن قرآن کی تعلیم کے عام ہونے میں کوئی شبہ نہیں لہذا، بلاریب، یہ بعثت محمدی عام اور تمام دنیا کے لئے ہے۔

دوسرا جواب

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ ولادت محمد عربی سے پہلے عرب ہر قسم کی برائی و گمراہی کا مرکز بن رہا تھا۔ دنیا کے کسی گوشہ میں گناہوں اور بدکاریوں کی اتنی کثرت نہ تھی جتنی عرب میں تھی۔ فواحش کا ارتکاب نہ صرف علی الاعلان بلکہ فخریہ کیا جاتا تھا۔

یہ ایک اصولی امر ہے کہ جب ملک میں عام بغاوت پھیل جاتی ہے تو پہلے انہیں لوگوں کا قلع قمع کیا جاتا ہے۔ جو سب سے زیادہ سرکش و باغی ہوتے ہیں کیونکہ نہ زبردست کے مقابل ہونے کے بعد عام رعب قائم ہو جاتا ہے اور کمزور آپ سے آپ مرعوب ہو کر دب جاتے ہیں اور پھر دوسرے باغیوں کے استیصال میں سہولت ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ جلد امن و امان قائم ہو جاتا ہے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں مبعوث کرنے کی یہ حکمت تھی اور عرب میں بھی خاص شہر مکہ اس مطلب کے لئے انتخاب کیا گیا جہان کے لوگ سنگدلی وشقاوت میں آپ اپنی نظیر تھے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ عرب کے مغلوب ہونے کے بعد دوسرے ممالک میں بہت جلد اسلام پھیلا اور وہ ممالک بڑی سرعت کیساتھ مفتوح ہوگئے۔ جتنی مدت میں عرب اسلام کے زیر اثر ہوا، اس کی نصف مدت میں عرب سے وہ چند ملک زیر سایۂ اسلام آگیا۔

تیسرا جواب

ظہور اسلام کے وقت دنیا میں تین ہی قسم کے مذاہب تھے۔ یا تو سرے سے باطل مذاہب تھے یا ایسے مذاہب تھے جو حقیقت میں باطل تو نہ تھے مگر باطل اعمال وعقائد ان میں مخلوط ہوگئے تھے یا ایسے مذاہب تھے جو امتزاج مفاسد امور کی وجہ سے اور زمانۂ حال وآئندہ کے مناسبت کے لحاظ سے ناقابل تھے ملک عرب قریباً ان تمام مذاہب کا مجموعہ تھا مثلاً بت پرست آتش پرست ستارہ پرست۔ صابئین۔ مادئین۔ پیروان ملت ابراہیم یہود۔ نصارے وغیرہ۔

ایسی حالت میں خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کا قرآن جیسے معجزہ کے ساتھ عرب میں مبعوث ہونا گویا تمام دنیا کے لئے تھا، تاکہ وہ تمام مذاہب کو منسوخ کرکے اپنی نئی شریعت کو جو سراپا نور وہدایت اور برکت ورحمت ہے، دنیا میں رواج دے اور ہر شریعت ومذہب سابقہ کے مقابلہ میں اپنی شریعت حقہ کو پاکیزہ ومرضی دکھا دے۔

چوتھا جواب

اللہ جل شانہ کو معلوم تھا کہ عرب کے مسلمان ہونے کے بعد یہ آخری شریعت

جس کے بعد کوئی شریعت دنیا میں آنے والی نہیں ہے بہت جلد اطراف عالم میں پھیل جائے گی۔ اس لئے خاتم الانبیاء اپنی شریعت جدیدہ کے ساتھ عرب میں مبعوث ہوئے۔ پھر واقعات متواترہ شاہد عدل ہیں کہ شریعت محمدیہ کس قدر سرعت کے ساتھ تمام عالم میں پھیل گئی۔

مسیحی مذہب اگرچہ بہت جبر و تعدی اور رشتہ مناک ترغیبات کے ذریعہ سے پھیلایا گیا ہے اور اسلام سے سات سو برس پیشتر کا مذہب ہے تو بھی اسوقت مسلمان اور عیسائی قریب قریب مساوی ہیں اور بمقابلہ عیسائیوں کے مسلمانوں کی ترقی روز افزوں اور زوروں پر ہے۔

پانچواں جواب

جس وقت حضرت خاتم الانبیاء مبعوث ہوئے اس وقت دنیا میں مہذب۔ مکمل۔ وسیع اور خوش آئندہ زبانیں، دو ہی تھیں سنسکرت اور عربی۔ ان دو میں سنسکرت برائے نام تھی کیونکہ وہ ملک و قوم کی زبان نہ تھی۔ صرف کچھ ٹوٹی پھوٹی برائی کتابیں اس زبان میں چل آتی تھیں اور ان کتابوں کے سمجھنے والے بھی ملک بھر میں چند سے زیادہ نہ تھے۔ البتہ عربی زبان بہت بڑے رقبۂ ارضی کو حاوی تھی اور اسی لئے خاتم الانبیاء ملک عرب میں مبعوث ہوئے اور قرآن اُسی زبان (عربی) میں نازل ہوا اب بھی زبان عربی دنیا کی تمام زبانوں میں ممتاز و مختار ہے کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں عربی زبان کا شوق کم و بیش دامنگیر قلوب بنی نوع انسان نہ ہو۔ یورپ کی بڑی سلطنتوں جرمن۔ فرانس۔ انگلیسنڈ میں تو عربی کی ترقی زوروں پر ہے امریکا میں بھی بہت زور کے ساتھ اس طرف خیال رجوع ہے۔ چین میں جب سے مسلمانوں کا نشو و نما ہوا، تب ہی سے عربی ہے۔ اب اس کی طرف اور زیادہ

توجہ ہوگئی ہے۔ الحاصل عربی زبان بلا کسی سعی کے تمام کرۂ ارض پر پھیل رہی ہے توجس طرح قرآن کے اعجاز نے اسلام پر یوگوں کو فریفتہ کرکے اسلام پھیلایا ویسا ہی اب عربی کی اشاعت عام دنیا کی بڑی آبادی کو دائرۂ اسلام میں داخل کرکے رہیگی انشاء اللہ تعالےٰ۔

چھٹواں جواب

اگر ہم عرب کو، کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اس کو ایشیا۔ یورپ اور افریقہ تینوں براعظم کے بیچ میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی و تری (دونوں راستوں) سے دنیا کو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ سے ملاکر ایک کر رہا ہے۔ اس لئے ایسے ملک میں دنیا کے تمام مذاہب کا پہونچ جانا اور جہالت کی حکومت حکمت اعلیٰ کے زیر اثر ہوکر سب کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی ہدایت کے لئے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے واسطے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں تو عرب ہی اس کے لئے موزوں ہے خصوصاً اُس زمانہ پر نظر کرکے یہ کہنا بہت صحیح ہے کہ جب افریقہ۔ یورپ اور ایشیا کی تین بڑی سلطنتوں کا عرب سے تعلق تھا تو عرب کی آواز ان براعظموں میں بہت جلد پہونچ جانے کے ذریعے بخوبی موجود تھے (جہاں تک میں سمجھتا ہوں) رب العالمین نے اسی لئے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا اور آپ کو بتدریج قوم اور ملک اور پھر عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا اور ویسا ہی بدرجۂ اکمل و اتم پورا بھی ہوا[1]۔

[1] یہ جواب کتاب رحمۃ للعالمین سے لیا گیا ہے جو حال ہی میں چھپی ہے۔ اگرچہ یہی وجہ میں نے بھی قائم کی تھی اور گویا میرے مضمون کو اس مضمون سے پورا توارد ہوگیا۔ لیکن چونکہ میری کتاب ہنوز طبع نہیں ہوئی تھی اس لئے طعن اغیار سے بچنے کیلئے میں نے بعینہٖ کتاب مذکور سے اسکو نقل کر دیا تا عوام پر حجۃ کا الزام کہیں تھوپ نہ دیں ۱۲

ساتواں جواب

کرۂ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ (۴۰) درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ (۸۰) درجہ تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) اور نصف (۶۰) ہوا۔ جب (۶۰) کو (۸۰) درجۂ شمال سے تفریق کریں تو (۲۰) رہ جاتے ہیں اور جب (۶۰) میں سے (۴۰) درجہ جنوبی کو تفریق کریں تب بھی (۲۰) درجہ شمالی رہ جاتے ہیں۔ مکہ معظمہ ۲۱½ درجہ پر آباد ہے اس لئے تمام کرۂ ارض پر یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کتب لغات میں مکہ کا نام نافِ زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہوا ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو۔

اب اس طرح سمجھو کہ ملک عرب (۱۵) سے (۳۵) درجہ ہائے عرض بلد، شمال پر واقع ہے اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح مقیم ہیں کہ مشرق میں آریا و منگول۔ مغرب میں حبشی و ہاٹ (نسل حام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں۔ اور جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہونچانا مدنظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے جیسا کہ واقع ہوا، اور غالباً اس لئے بھی قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔ وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ یعنی ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا ہے تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو[۱]۔

---

[۱] یہ مضمون بھی کتاب رحمۃ للعالمین سے بجنسہ لیا گیا ہے ۱۲

آٹھواں جواب

کعبہ کے تقدم زمانی اور تاریخی عظمت کا انکار کوئی مذہب نہیں کرسکتا۔ یہودی اور عیسائی متفق ہیں کہ یروشلم (بیت المقدس) کی بنیاد حضرت داؤد نے قائم کی اور حضرت سلیمان نے اس کی تعمیر فرمائی۔ اس لئے کعبہ کی تعمیر جو ابراہیم علیہ السلام کی ہے بیت المقدس کی تعمیر سے تقریباً نوسو اکیس ۹۲۱ سال اور حضرت مسیح سے انیس سو اکیس ۱۹۲۱ سال پہلے کی ہے۔

مسٹر آر۔ سی۔ دت نے اپنی تاریخ "سوی لی زشن آف اینشینٹ انڈیا" میں مختلف عالموں کی شہادت کو جمع کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہندوستان کی تہذیب کا پہلا دور ہو، وید کا ابتدائی زمانہ ہے مسیح ۴ سے چودہ سو سے دو ہزار برس پہلے کا تھا اور اس میں صاف لکھدیا ہے کہ اس دور میں کوئی مندر نہ تھا[۱]۔ اس سے ثابت ہوا کہ تعمیر کعبہ کے وقت آریہ ورت میں بھی کوئی مندر موجود نہ تھا اس مضمون کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ	(دنیا کے) لوگوں کے لئے جو پہلا گھر (عبادت کیلئے ٹھیرایا گیا وہ یہی ہے جو (شہر) مکہ میں ہے (اور یہ گھر) برکت والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے واسطے (موجب ہدایت ہے۔

تو چونکہ کعبہ کو یہ دونوں باتیں حاصل ہیں کہ دنیا میں وہ سب سے پہلی عبادتگاہ ہے اور تاریخی عظمت میں تمام عبادتگاہوں پر مقدم ہے اس لئے اسلام جیسے آخری مکمل مذہب کا قبلہ کعبہ ہی کو بنانا مناسب تھا جیسا کہ ہوا۔

---

[۱] از کتاب رحمۃ للعالمین ۱۲

تعمیر کعبہ کو ہزاروں برس گذر گئے لیکن آج تک بیت المقدس کی طرح نہ کسی کافر فاتح نے اس کو توڑا۔ نہ ویران کیا نہ اس کو سنڈاس بنایا نہ وہاں کے رہنے والوں کو غلام و قیدی بنا کر تباہ و ذلیل کیا نہ وہاں کے باشندوں کو کبھی جلا وطن ہونا پڑا محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا خاتم النبیین ہو کر تمام عالم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں کیونکہ آپ اسلام جیسا مکمل مذہب اور قرآن جیسی جامع اور ہمیشہ زندہ رہنے والی کتاب لیکر تشریف لائے جس کی دعوت کرۂ ارض کے گوشہ گوشہ میں پہونچنے والی تھی اور جو اس دعوے کے ساتھ نازل ہوئی کہ میں تمام دنیا کی ہدایت کے لئے ہوں لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔

پس ایسے زندہ مکمل۔ ہمیشہ رہنے والے اور کبھی منسوخ و مردہ نہ ہونے والے مذہب کے لئے کعبہ ہی جیسا مستحکم اور باعظمت قبلہ ہونا لازم تھا جو کبھی کسی کافر فاتح کے ہاتھوں پامال نہیں ہوا۔ جس کو کبھی کوئی بیدین سرکش خراب نہیں کر سکا۔ جو سب سے قدیم عبادت گاہ ہے اور سب سے زیادہ عظمت وجلال والا تاریخی گھر ہے اور جہاں کے آزاد باشندوں نے دنیا کی کسی غیر قوم کے آگے کبھی سر اطاعت خم نہیں کیا۔

لوان جواب

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوا ہے جو سورۂ ابراہیم میں ہے جہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ	اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے (خدا سے) دعا کی کہ اے میرے پروردگار اس شہر (مکہ) کو امن کی جگہ کر اور مجھکو اور میری

اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ
رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ
كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ
مِنِّيْ وَ مَنْ عَصَانِيْ
فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ
مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ
غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ
عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ
رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ
اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ
يَشْكُرُوْنَ ۔

نسل کو اس (گمراہی) سے بچا کہ بتوں کو پوجنے
لگیں۔ اے میرے پروردگار کچھ شک نہیں
کہ ان بتوں نے اکثر لوگوں کو گمراہ کیا ہے
تو جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے
میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے
اے ہمارے پروردگار میں نے تیرے معزز
گھر (خانہ کعبہ) کے پاس (اس) بیابان (مکہ)
میں جہاں کھیتی نہیں اپنی کچھ اولاد (لاکر) آباد
کی ہے تاکہ اے ہمارے پروردگار یہ لوگ
یہاں نمازیں پڑھیں تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل
ان کی طرف کو مائل ہوں اور (دوسرے ملکوں کی)
پیداوار (پھلوں) سے ان کو روزی دے
تاکہ یہ سب تیرا شکر کریں۔

ف

جناب ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں چار دعائیں کیں اور قریباً چاروں دعائیں مقبول ہوئیں۔

پہلی دعا:۔ یہ کہ شہر مکہ امن کی جگہ رہے اور اس دعا کا قبول ہونا اس سے ظاہر ہے کہ بیت اللہ مکہ ہی میں قرار پایا، جہاں قتال کو حرام کیا گیا اور جس کی صفت میں آیت وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا نازل ہوئی۔ شہر مکہ کے امن کی جگہ ہونے کا سب سے بڑا تاریخی ثبوت یہ ہے کہ وہ جب سے آباد ہوا، اس وقت سے اب تک کسی غیر مسلمان بادشاہ نے اس کو مفتوح و برباد

نہیں کیا۔

دوسری دعا:۔ یہ کہ خود حضرت ابراہیم اور اُن کی نسل کو بت پرستی سے محفوظ رکھا جائے تو حضرت ابراہیم کا بت پرستی سے محفوظ رہنا تو مثل بدیہات کے روشن ہے۔ رہی اُن کی نسل تو غالباً آل ابراہیم کی بڑی تعداد ہمیشہ اس گمراہی سے محفوظ رہی۔

تیسری دعا:۔ یہ کہ لوگوں کے دل اہل مکہ کی طرف مائل ہوں۔ حج کی فرضیت اس دعا کے قبول ہونے کا بیّن ثبوت ہے کہ ایک وقت مقررہ پر تمام کرۂ عالم کے مسلمان مکہ کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ حج کے لئے جانا ہی لوگوں کے دلوں کا اہل مکہ کی طرف مائل ہونا ہے کہ حج کو جاتے ہیں تو لوگ اہل مکہ کے ساتھ بہت کچھ سلوک کرتے ہیں اور یوں بھی اہل مکہ کو مسلمانوں سے فائدے پہنچتے رہتے ہیں

چوتھی دعا:۔ یہ کہ اہل مکہ کو پھلوں اور دوسرے ملکوں کی پیداوار سے بہرہ مند کیا جائے۔ اس دعا کی مقبولیت کو اہل عالم کا مشاہدہ ہمیشہ ثابت کر رہا ہے کہ مکہ جیسی اُجاڑ جگہ میں جہاں کھیتی کی مطلق صلاحیت نہیں تمام ممالک عالم کی پیداوار فراہم رہتی ہے اور ہر قسم کے میوہ جات سے مکہ کے بازارات مالا مال رہتے ہیں

ان دعاؤں کے ضمن میں جناب ابراہیمؑ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اپنی نسل کو بیت اللہ کے پاس ایسے بیابان مکہ میں لاکر آباد کیا جہاں کی زمین کھیتی کی صلاحیت نہیں رکھتی اور جہاں بالکل سبزی نہیں شاہان عالم یا اُن طاہر والے لوگ ہمیشہ انہیں ممالک کو تاخت و تاراج کرتے پھرتے اور انہیں زمینوں پر دست تصرف دراز کرتے ہیں جو سرسبز و شاداب ہوں اور جہاں کسی قسم کے مال و متاع ملنے کی امید ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب ہمیشہ غیر ممالک والوں کے تاخت و تاراج سے محفوظ اور آزاد رہے۔ اور کسی بادشاہ نے

عرب کے فتح کرنے کا بعث ارادہ نہیں کیا کیونکہ سرزمین عرب سے کسی قسم کے تمتع کی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ یہی مصلحت تھی کہ اللہ تعالےٰ نے محمد مصطفےٰ کو عرب جیسے ریگستانی ملک میں مبعوث کیا اور ملک عرب میں بھی شہر مکہ جیسے غیر آباد مقام کو اسلام کا سرچشمہ اور تمام کرۂ عالم کے مسلمانوں کا قبلہ و مرکز قرار دیا، تاکہ کعبہ، دشمنان اسلام کی دست برد سے محفوظ رہے۔ دین حنیفی اور خدا کے آخری مذہب مکمل کا قبلہ ہمیشہ معزز و محترم رہے۔ بیت المقدس اور بنارس و متھرا کی طرح، مکہ، غیر مسلمان فاتحین کے ہاتھوں برباد نہ ہو۔ وہاں کے لوگ ذلیل و خوار یا لونڈی غلام نہ بنائے جائیں۔

اگر ملک عرب زرخیز و سرسبز جگہ ہوتی تو مکہ دشمنوں کی تاخت و تاراج سے کبھی محفوظ نہ رہتا اور ہمیشہ ملک و مال کے لالچی غارتگروں کا آماجگاہ بنا رہتا۔

محمد مصطفےٰ صلعم کی نسبت قرآن کی سورۃ الفتح میں فرمایا گیا ہے:۔

وَاِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا	اے پیغمبر! بیشک ہم نے تم کو (اپنی ذات و صفات کا) گواہ اور (ایمان والوں کو) خوشخبری سنانیوالا اور (گناہگاروں کو) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے

سورۃ النجم میں فرمایا گیا ہے:۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى	(لوگو! ہمکو) ستارے کی قسم جب وہ ٹوٹتا ہے کہ تمہارے رفیق (محمد) نہ تو راہ راست سے بھٹکے اور نہ بہکے اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں بلکہ وہ وحی ہے جو اُن پر (آسمان سے) نازل ہوتی ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے۔ ہر صغیرہ کبیرہ گناہ سے محفوظ

تھے۔ آپ امین و راستباز اور ایسے سچے تھے کہ دشمنوں تک نے آپ کی اس صفت کو تسلیم کر لیا تھا۔ آپ جو حکم شرعی ارشاد فرماتے تھے خدا کی طرف سے فرماتے تھے آپ کی زبان مبارک سے جو لفظ تعلیم دین کے متعلق نکلتا تھا، القاء ربانی اور وحی آسمانی ہوتا تھا۔

آپ کی رسالت و نبوت اور وحی مجسم اور مبعوث من اللہ[1] ہونے کے زبردست دلائل میں سے ایک روشن دلیل یہ ہے کہ آپ کی **پیشینگوئیاں** لفظ بلفظ صحیح اتریں اور اس وقت تک کہ تیرہ سو برس گذر چکے پوری ہوتی چلی جاتی ہیں اور بہت ایسی پیشینگوئیاں ہیں جو انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ [illegible] دراز تک پوری ہوتی رہینگی۔

---

[1] ہم یہاں تک لکھنے پائے تھے کہ رسالہ "الندوہ" بابتہ ماہ جولائی ۱۹۱۱ء ہماری نظر سے گذرا جس میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یورپ کے اہل قلم کی بیش بہا رایوں کو نقل کیا ہے۔ سچی فضیلت وہی ہے کہ دشمن بھی چار و ناچار اسکا معترف ہو اور حقیقت تو یہ ہے کہ سچائی دنیا سے اپنی فضیلت منوائے بغیر رہتی بھی نہیں ہم اس تحریر کو بعینہا اس مقام پر نقل کرتے ہیں جو موافق و مخالف دونوں کیلئے دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

دنیا کا بزرگترین انسان

ہر دیس کے اخبار نویسوں کا قاعدہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کا آخری فیصلہ کرانا چاہتے تو وہ اپنے اخبار کے ناظرین کے سامنے اظہار رائے کیلئے اس مسئلہ کو پیش کرتے ہیں۔ ناظرین اس کے متعلق مخالف و موافق اپنی اپنی رائیں دیتے ہیں۔ جب رایوں کا ایک معتدبہ حصہ جمع ہو جاتا ہے تو ووٹ کی کثرت سے مسئلہ کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے مشاہیر

واضح رہے کہ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی و رسول ہونا دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے ثبوت کو دوسرے کا ثبوت لازم ہے۔ محال ہے کہ رسول خدا صلعم کی نبوت ثابت ہو اور قرآن کا کلام اللہ ہونا ثابت نہ ہو۔ عقلاً باطل ہے کہ قرآن کا کلام اللہ ہونا متحقق ہو، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت مشتبہ رہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ ارباب سیاست اہل قلم۔ اہل سیف۔ شعرا اور فلاسفروں کی باہمی ترجیح کا مسئلہ اسی طرح طے ہوا کرتا ہے۔ یورپ کے متعدد اخبارات نے اپنے ناظرین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا کہ "دنیا کا بزرگترین انسان کون ہے" ان میں سے بعض اخبارات کا یہ فیصلہ ہوا کہ دنیا کے بزرگترین انسان حضرت محمد صلعم تھے۔ اسی قسم کا ایک سوال بیروت کے ایک مسیحی اخبار "الوطن" نے پیش کیا تھا اس کا پہلا جواب ایک مسیحی اہل قلم نے دیا ہے جس کا ترجمہ ہدیۂ احباب ہے:۔

سوال۔ "دنیا کا بزرگترین انسان کون ہے؟

جواب۔ دنیا کا علی الاطلاق سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس[1] کی قلیل مدت میں مذہب۔ فلسفہ قانون معاشرت اور قانون سیاست وضع کیا۔ جنگی قانون میں اصلاح کی۔ ایک قوم پیدا کی۔ ایک سلطنت قائم کی جو ایک زمانۂ دراز تک روئے زمین پر باقی رہے۔ باوجود اس کے وہ شخص امی تھا۔ اور وہ کون ہے؟

[1] اسلام کی ابتدائی ترقی در حقیقت مدینہ سے شروع ہوئی ہے جہاں آپ صرف دس برس رہے ۱۲

اس کتاب کے حصۂ اول میں ہم نے قرآن مجید کی پیشینگوئیاں بہت شرح وبسط کے ساتھ لکھی ہیں۔ اب چاہتے ہیں کہ اپنے ہادی برحق سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیوں سے ان اوراق کو زیب وزینت دیں اور اس قوی برہان اور زبردست دلیل کو عالم کے سامنے پیش کریں تا انصاف پسند منکرین اسلام غور سے کام لیں اور آنکھوں پر سے تعصب کی پٹی ہٹا کر حقیت اسلام کے معترف اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے قائل ہوں اور دنیاوی عزت کے ساتھ حسن آخرت بھی انہیں نصیب ہو اور عالم آخرت کے عذابوں سے محفوظ رہیں۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:- وہ محمد عربی پیغمبر اسلام ہے۔

جس نے اپنی عظیم الشان مشن کے لئے تمام سامان کو خود ہی پورا کیا۔ جس نے اپنی قوم۔ اپنے پیرو اور اپنی سلطنت کے لئے دنیا میں پھیلنے اور باقی رہنے کے اسباب فراہم کئے کیونکہ مسلمان جب قرآن اور احادیث میں غور کرینگے تو وہ اپنی ہر دینی و دنیاوی مرض کا علاج اس میں موجود پائینگے۔ اس نے اپنے پیروؤں کے لئے ایک عالمگیر کانفرنس کی بنیاد ڈالی جو ہر سال مکہ میں منعقد ہوتی ہے۔ جو شخص اس مسئلہ پر غور کریگا کہ حج صرف اسی مسلمان پر فرض ہے جس کے پاس سواری اور زاد راہ ہو اور اس سے یہ فرض ساقط ہے جس کے پاس یہ سامان نہ ہو" وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ حج سے پیغمبر اسلام کا یہ مقصد ہے کہ قوم کے ارباب وجاہت و ثروت ایک جگہ جمع ہو کر اپنے مذہبی۔ معاشرتی۔ تمدنی۔ سیاسی اور دیگر ضروریات پر تبادلۂ خیالات کریں اور آپس میں ربط و اتحاد بڑھائیں۔

حدیثوں کی تدوین وتنقید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو سو برس کے بعد شروع ہوی ہے۔ اس لئے آپ کی پیشینگوئیاں دو قسم کی ہوئیں۔ پہلی قسم میں وہ پیشینگوئیاں ہیں جو کتب احادیث کے مدوّن ہونے کے صدیوں بعد پوری اتریں اور یہی معرکہ آرا پیشینگوئیاں ہیں۔

دوسری قسم میں وہ پیشینگوئیاں ہیں جو پیغمبر خدا کی زندگی میں پوری ہوئیں یا آپ کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد اُسوقت پوری ہوگئیں جب کہ حدیث کی کتابیں مدوّن نہیں ہوئی تھیں پچھلی صورت میں مخالفین اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش باقی ہے کہ ممکن ہے، واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ان کے متعلق رسول کی پیشینگوئیاں بنالی گئی ہوں۔ یہ شبہ درست نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:- اُس نے ہر مسلمان پر زکوٰۃ فرض کرکے فقرائے قوم کا کافی بندوبست کردیا اگر مسلمان پورے طور سے زکاۃ ادا کیا کریں تو مسلمان اقوام میں کوئی فقیر باقی نہ رہے اُس نے مذہب اسلام کے لئے ایک زندہ جاوید زبان قائم کی جو ہر جگہ ہر زمانہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور سمجھی جائے گی کیونکہ قرآن عربی زبان میں ہے جس کا سمجھنا عرب کی زبان میں ہر مسلمان پر فرض ہے اور اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ فقط علمائے اسلام عربی زبان سیکھیں تو بھی استحاد زبان کے لئے کافی تھا۔ عام افراد قوم کے لئے اُبھرنا اور ترقی کرنا نہایت آسان کردیا کیونکہ اُس نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر تقوی کے سوا اور کسی چیز کی ترجیح نہیں دی ہے۔ اس بنا پر اسلام بلاشبہ حقیقی جمہوریت ہے مسلمان اپنے پریسیڈنٹ کا جس کو وہ خلیفہ کہتے ہیں خود انتخاب کرتے تھے

اولاً- اس وجہ سے کہ تدوین کتب کے سیکڑوں برس کے بعد جو پیشینگوئیاں پوری ہوئیں وہ زیر بحث پیشینگوئیوں کی مُصدِّق ہیں۔ جب دونوں قسم کے اقوال حضرت سرور کائنات ؐ کے اقوال ثابت ہو جائیں تو ایک کی صحت دوسرے کی صحت کی مستلزم ہے۔

ثانیاً:- اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے یہاں حدیث کی صحت و تنقید کے جو اصول مقرر ہیں اُن کے لحاظ سے اب اس قیاس کی گنجایش نہیں رہی کہ مشہور و مسلم کتب حدیث میں موضوع حدیث ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ابتدائی زمانہ میں وضع احادیث کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ مگر ثقات و علماء کے مخلصین جزاہم اللہ خیر الجزاء نے جانچ کر صحیح۔ مشہور۔ متواتر۔ ضعیف اور موضوع کو جدا جدا کر دیا۔ ان اصول مدوّنہ پر مطلع ہونے کے بعد کسی شخص کو احادیث کتب مسلمہ کی صحت سے انکار کرنیکا حق نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ گزشتہ:- اور وہ اس روش پر کچھ زمانہ تک چلے بھی اور ابتک بیعت کے مسئلہ میں اس کا ایک شائبہ باقی ہے۔

اُس نے غیر عربوں کو یہ کہکر مساوات کا درجہ دیا ہے کہ عرب کو نہ عجم پر فضیلت ہے نہ عجم کو عرب پر۔ اس نے غیر مسلمان یعنی ذمیوں کے لئے یہ کہکر اسلامی ممالک میں عیش و راحت کے ساتھ رہنا آسان کر دیا ہے کہ "تمام مخلوق خدا کی اولاد ہے" سب سے پسندیدہ خدا کے نزدیک وہ ہے جس نے اُس کی اولاد کو نفع پہونچایا۔

اُس نے منزل مسائل کو بھی نہایت نکتہ بینی کے ساتھ مرتب کیا نکاح تناسل اور وراثت کے معاملات طے کئے۔ عورت کا مرتبہ بلند کیا

پہلا باب

وہ پیشینگوئیاں جو تدوین کتب حدیث کے بعد پوری ہوئیں

پیشینگوئی (۱)

ایک زمانہ عام سوختواری کا آئیگا

روی ابو داؤد النسائ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ	ابو داؤد اور نسائی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ گزشتہ:- تمدنی امور میں اُس نے غور کیا۔ افراد کے شخصی معاملات میں غور کرنے کے لئے قوانین بنائے۔ اس نے سلطنت کی مالی حالت سے بھی بے توجہی نہیں کی۔

بیت المال کے لئے قواعد تیار کئے۔ اُس کی ہمت و ارادہ سے علم کو بھی فائدہ پہونچا اور حصہ وافر ملا اُس نے حکمت و دانائی کو مسلمانوں کا گم شدہ مال قرار دیا اُن کو حاصل کرنے کی تاکید کی۔ اس حکم کو مسلمان کے طلب علم اور ان کے عہد کے علمی ترقی کے پیدا ہونے میں بہت کچھ دخل ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علی الناس زمان لا یبقی احد الا آکل الربوا فمن لم یاکلہ اصابہ من بخارہ۔

سنے کہ (دنیا کے) لوگوں پر ایک زمانہ (سود کا) ایسا آئیگا کہ بجز سود خواروں کے اور کوئی باقی نہیں رہے گا تو جو کوئی سود نہیں کھائے گا اس کو اس کا دھواں پہونچیگا۔

ف

یہ پیشینگوئی تیرہ سو برس کے بعد آج پوری ہوتے نظر آرہی ہے۔ دوسرے بلاد و ممالک کا حال تو ہمکو ٹھیک نہیں معلوم۔ مگر ہندوستان کے مسلمان بعینہٖ اس کے مصداق ہیں یہاں تک کہ علمائے اسلام جن میں مولوی نذیر احمد دہلوی، مولوی وحید الزماں ملقب بہ نواب وقار نواز جنگ بہادر۔ مولوی اللہ اڈیٹر اخبار وطن لاہور۔ مرزا حیرت اڈیٹر کرزن گزٹ دہلی۔ اور منشی محبوب عالم اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور وغیرہ ہیں ان کو اباحت سود خواری پر ضرورت سے زیادہ اصرار ہے۔ اس وقت دنیا بھر کی تجارت اور دولت عیسائیوں خصوصاً یورپ کے

بقیہ حاشیہ گزشتہ:۔ کیا جس نے یہ تمام کام ایک قلیل مدت میں انجام دئے ہوں وہ دنیا کا بزرگترین انسان نہیں ہے؟

اس رائے کو اور اس قسم کی اور رایوں کو پڑھ کر جن کو ہندوستان کے ہر مہ سماج سکھ اور قدیم ہندوؤں نے اور یورپ میں کارلائل وغیرہ نے ظاہر کیا ہے بیساختہ متنبی کا یہ شعر یاد آجاتا ہے۔

ع

الفضل ما شہدت بہ الاعداء (بزرگی وہ ہے جسکی دشمن بھی شہادت دیں)

ہاتھوں میں ہے اور ساری تجارت کا مدار سود پر ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا کے کسی گوشہ میں کوئی سود سے بچا نہ رہا اور حدیث کی پیشینگوئی حرف بحرف ٹھیک اُتری۔

اس زمانہ میں سلطنت اور تجارتی کاروبار بلا سود کے چل نہیں سکتے۔ اسی لئے ہر گورنمنٹ کو بینک کا قائم کرنا ضرور ہو گیا ہے اور جس گورنمنٹ میں بینک نہیں ہے وہ تباہ ہے جیسا کہ ترک۔ ایران۔ مراکش۔ اور مصر وغیرہ کا پتلا حال ہو رہا ہے۔ پس حدیث مذکورۂ بالا میں جو جو فرمایا گیا ہے کہ ایک زمانہ عام سود خواری کا آئیگا اور جو سود نہ کھائے گا اس کو اُس کا دھواں پہونچیگا اسکا یہی مطلب ہے کہ سود کے عام ہونے کی حالت میں جو سود نہ لے گا وہ تباہ و برباد ہو گا جیسا کہ فی زماننا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

اکثر مسلمان سود نہیں لیتے مگر دیتے ہیں۔ حالانکہ لینا اور دینا دونوں وعید میں برابر ہیں۔ اور دونوں ایک ہی وعید کے اندر ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی اپنی دولت دوسروں کے ہاتھ میں جاتی ہے اور ان کے پاس کوڑی نہیں آتی۔

ایسی حالت میں علمائے اسلام کو اس کا راستہ بھی نکالنا چاہیئے اور راستہ بھی ایسا جو چل سکے ایسا نہیں کہ صرف لفظوں میں محدود رہے مگر ان اہل علم میں ایک تو وہ لوگ ہیں جو ملی۔ ملکی اور قومی ضرورتوں کا خیال کر کے مسائل پر غور کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو محض ہوا پرستی اور دنیاوی خود غرضیوں سے مسئلے بناتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم مسلمانوں میں اکثر ایسے ہی لوگ ہیں۔

فلسفۂ سود

شریعت اسلام نے مسلمانوں پر سود (ربا) کو حرام کیا اور مالداروں پر اپنے مال

نصاب میں سے زکات کا دینا واجب کیا۔

سود کا حاصل یہ ہے کہ بہت سے لوگ تباہ و برباد ہوں اور چند گنتی کے نفوس دولتمند ہو جائیں۔ حالانکہ یہ مقتضائے عقل نہیں ہے۔ ایک آدمی کے برباد ہونے سے اگر بہت سے لوگوں کا بربادی سے بچنا متیقن ہو تو ایک شخص کو تباہ کر کے بہتوں کو بچا لینا مقتضائے عقل ہے نہ یہ کہ سینکڑوں کو تباہ کر کے ایک آدمی کو مالدار بنایا جائے۔

ان مصالح پر نظر کر کے شریعت محمدیہ نے سود خواری کو حرام کیا اور اس طرح ایک طرف تو عام لوگوں کو بربادی سے بچا لیا۔ دوسری طرف مالداروں پر ایک معین مقدار میں زکات واجب فرما کر غربا و مساکین کے لئے سہارا بنا دیا اور اس میں کسی کا کچھ نقصان نہیں ہے۔ تھوڑی تھوڑی رقم کا دینا دولتمندوں پر گراں نہیں ہو سکتا اور ناکارہ غربا و مساکین کی اس سے پرورش ہو جاتی ہے سود کا لین دین اخوت اسلامی کے مخالف ہے اس لئے شریعت نے مسلمان کو مسلمان سے سود کا لین دین کرنا حرام قرار دیا۔ پس غیر قوموں سے جب اخوت ہی نہیں ہے تو لوازم اخوت کا برتنا بالکل بیمعنی ہے۔ فقہا کے نزدیک باپ کو اولاد سے سود لینا جائز ہے۔ پس بادشاہ جو غالب فریق ہے اس سے سود کا لینا بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیئے۔

ہمارے اس بیان سے واضح ہو گا کہ شریعت محمدیہ میں مسلمان کو مسلمان سے سود لینا حرام ہے نہ غیر قوموں سے۔

اولاً:- اس وجہ سے کہ شریعت نے زکات صرف مسلمانوں پر فرض کی ہے تا مسلمان غربا و مساکین کی پرورش ہو اس لئے عقل چاہتی ہے کہ سود کا لینا بھی مسلمانوں ہی سے حرام ہو کیونکہ ان دونوں حکموں کا فائدہ ایک ہی ہے۔

ثانیاً:- اس وجہ سے کہ خود قرآن مجید میں تصریح کر دیگئی ہے لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ یعنی تم لوگ اپنے مال کو اپنے آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ پس مطلب صاف ہے کہ مسلمان مسلمان سے سود نہ لے۔

پیشینگوئی

(۲)

مسلمان بڑے شہروں پر فتحیاب ہوں گے

ابو داؤد عن ابی ایوب قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ستفتحون علیکم الامصار وستکون جنود مجندۃ یقطع علیکم فیھا بعوث یکرہ الرجل منکم البعث فیھا فیتخلص من قومہ ثم یتصفح القبائل یعرض نفسہ علیھم یقول من اکفیہ

ابوداؤد نے ابوایوب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگ عنقریب بڑے شہروں پر فتحیاب ہوں گے اور بہت بڑا لشکر جمع ہو جائے گا جس میں بہت سی فوجیں مقرر ہونگی اس وقت بعض اشخاص بغیر اجرت کے جنگ کی شرکت کو ناپسند کریں گے اور جنگ کی شرکت سے بچنے کیلئے اپنی قوم سے علیحدہ ہو جائینگے۔ پھر دوسرے قبائل کے پاس جا جا کر کہینگے اور کہینگے کہ ایسا کون شخص ہے جو مجکو

بعثت کذا وکذا فھو لاجیر الی آخر قطرۃ من دمہ۔	نوکر رکھے تاکہ اس کی محنت میں اپنے ذمہ لے لوں تو خبردار ہو کہ ایسا شخص اپنے خون کے آخر قطرہ تک مزدوری ہے

ف

حدیث میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

مسلمانوں کا بڑے شہروں پر فتحیاب ہونا

امام ابوداؤد نے ۲۷۵ھ[1] میں انتقال فرمایا اسوقت تک خلفائے بنو امیہ اور خلفائے عباسیہ کے وقتوں میں بہت سارے بلاد عظیمہ مفتوح ہو چکے تھے اور اس سے پہلے خود خلافت راشدہ میں روم و ایران کے بہت سے بلاد، مصر، افریقہ، اور قبرس وغیرہ پر فتح اسلام کا جھنڈا لہرا چکا تھا۔ مگر یہ سب فتوحات تدوین کتاب ابوداؤد کے پہلے ہو چکی تھیں اس لئے مخالف وضع حدیث کی بدگمانی پیش کرے گا۔ اگرچہ یہ بدگمانی غلط ہے جیسا کہ ہم تمہید میں صراحت کر چکے ہیں۔ لیکن بالفعل ہم اس بدگمانی پر بحث نہ کرکے ان فتوحات کو پیشینگوئی سے خارج کرتے ہیں اور اُن فتوحات کو اس پیشینگوئی کے تحت میں داخل کرتے ہیں جو اس کے بعد ہوئیں۔ مثلاً ہندوستان اور افغانستان وغیرہ۔

دوسری پیشینگوئی

بعض لوگوں کا بلا اجرت قومی جنگوں میں شریک نہ ہونا

---

[1] بستان المحدثین للشاہ عبدالعزیز الدہلوی ۱۲

چنانچہ جب مسلمانوں میں خانہ جنگیاں شروع ہوئیں تو اس وقت یہ ہونے لگا کہ لوگ اپنے جتھے کو چھوڑ کر جہاں اُن کو اچھی تنخواہ ملتی تھی وہاں نوکری کر لیتے تھے

پیشینگوئی

(۳)

مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ حق بات پر لڑتی رہیگی

النسای عن مسلم بن نفیل الکندی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لایزال من امتی امۃ یقاتلون علی الحق	نسائی نے مسلم بن نفیل کندی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق بات پر لڑتا رہے گا۔

ف

یہ پیشینگوئی جس طرح پوری ہوتی رہی اور ہو رہی ہے وہ صراحت کی محتاج نہیں ہے حق بات پر پہلی لڑائی صدیق اکبرؓ کے عہد میں مرتدوں کے ساتھ ہوئی اور اس کے بعد دوسری اقوام سے لڑائیاں ہوتی رہیں اور اگرچہ کچھ زمانہ سے اسلامی سلطنتیں کمزور ہیں تو بھی ایک نہ ایک جماعت حق بات پر لڑتی رہتی ہے۔ خبر کا نحوی بھی یہی ہے کہ تمام اہل اسلام مذہب کی حمایت میں نہ لڑیں گے بلکہ اُن میں کی ایک جماعت فَصَدَقْتَ یارسول اللہ موجودہ صدی میں ہندوستان کے مسلمانوں کو گاؤکشی کے متعلق جو لڑائیاں

متمرد ہندوؤں سے مجبوراً لڑنی پڑی ہیں وہ اس کی مصدق ہیں۔

پیشینگوئی

(۴)

مسلمانوں کو دنیا کی زینت حاصل ہو کر پھر موجب خرابی ہوگی

الشیخان والنسائی عن ابی سعید قال جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وجلسنا حولہ فقال ان مما اخاف علیکم مایفتح علیکم من زھرۃ الدنیا وزینتھا فقال رجل او یاتی الخیر بالشر فسکت رسول اللہ صلعم ورأینا انہ ینزل علیہ فافاق یمسح عنہ الرحضاء وقال این ھذا السائل وکانہ حمدہ فقال انہ

بخاری مسلم اور نسائی نے ابوسعید سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور ہم سب لوگ آپ کے گرداگرد بیٹھے تو آپ نے فرمایا کہ منجملہ اُن چیزوں کے جن کا مجھے تمہاری نسبت خوف ہے، دنیا کی خوبی اور زینت ہے جو تم کو حاصل ہوگی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ کیا خیر سے شر پیدا ہوگا یعنی ممالک فتح ہوں گے اسلام کی ترقی ہوگی جو خیر ہے تو اس سے برا نتیجہ کیونکر پیدا ہوگا؟ پس رسول اللہ صلعم چپ ہو گئے اور ہم نے دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے اس کے بعد

لا یاتی الخیر بالشر
وان مما ینبت الربیع
ما تقتل حبطاً او یلم
الا اکلۃ الخضر
فانہا اکلت حتی اذا
امتدت خاصرتاہا
فاستقبلت عین
الشمس فثلطت وبالت
ثم رتعت وان
ہذا المال خضر حلو
ونعم صاحب المسلم
ہو لمن اعطی منہ المسکین
والیتیم وابن السبیل
او من یاخذہ
بغیر حقہ کمن
یاکل ولا یشبع
ویکون علیہ شہیداً
یوم القیامۃ۔

وحی موقوف ہوئی اور آپنے پسینہ پونچکر
دریافت کیا کہ وہ سائل کہاں ہے؟
گویا آپنے اس کی تعریف کی پھر فرمایا کہ
بیشک خیر سے شر پیدا نہیں ہوتا لیکن
دیکھو کہ) فصل بہار میں جو سبزہ اگتا ہے
نہ وہ پیٹ پھلا کر مار ڈالتا نہ تکلیف دیتا
البتہ سبزہ چرنیوالا جانور جو چرتا رہتا ہے
تا انکہ جب اس کی دونوں کوکھیں بھر جاتی
ہیں تو آفتاب کی طرف منہ کرکے جگالی
کرتا ہے اور پتلا پاخانہ پھرتا ہے پھر
پیشاب کرتا ہے اس کے بعد پھر چرنے
لگتا ہے (آخر مر جاتا ہے) اور یہ مال
(دنیا) بھی سبزہ زار شیریں ہے اور
اس مسلمان کا اچھا صاحب ہے، جو
اس میں سے مسکین اور یتیم اور مسافر کو
دے اور جو اس مال کو ناحق لیتا ہے
اسکی مثال ایسی ہے کہ کھاتا ہے اور
سیر نہیں ہوتا ہے اور قیامت کے دن
وہ اس کے مضر شہادت دے گا۔

ف

مسلمانوں پر دنیا کی خوبیوں اور زینتوں کا دروازہ کھل جانا تاریخ جاننے والوں پر

مثل بدیہیات کے روشن ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمانوں نے جس سرعت کے ساتھ ترقی کی اور جس تیزی سے وہ تمام عالم پر چھا گئے۔ تاریخوں میں اسکی نظیر نہیں ہے۔

پھر یہی ترقی و زینت ان کے حق میں وبال اور باعث بربادی ہوگئی اور یہ عام دستور دنیا ہے کہ ہر کمالے را زوالے۔ ہر اولے را توم بدولت و نائب میں رہنے کے بعد اقبال کے زینہ پر آتی ہے یعنی وہی دنائت ممتد اس قوم میں اتفاق راسخ پیدا کرتی ہے جو اقبال کا ذریعہ ہوتا ہے پھر ایک ایسے شخص کے ذریعہ سے جو فہم و فراست میں ممتاز یا موید من اللہ ہوتا ہے جماعت کی تقویم ہوتی ہے تا آنکہ ہوتے ہوتے بلند پایہ پر آجاتی ہے، پھر کثرت مال و دولت کی وجہ سے سخوت۔ عشرت اور طرح طرح کی بداخلاقیاں پیدا ہوتی ہیں جو بتدریج پھیلتے پھیلتے اس قوم کو ذلیل و خوار کر دیتی ہیں۔ آیت کریمہ۔ تلک الایام نداولھا بین الناس جیسی بہت سی آیتیں ہیں جن سے اس مدوجزر کی موشگافی ہوتی ہے اور یہی حال آخر مسلمان کا ہوا۔

حکمت

دنیاوی مال و زینت ایک حد تک عمدہ چیز ہے۔ لیکن جب انسان طمع و ہوا اور سخوت میں مبتلا ہو یا مال کو برے مواقع اور برائی میں صرف کرے تو اس سے بُرے نتیجے پیدا ہونے لازم ہیں اور اس صورت میں خیر سے نہیں بلکہ شر سے شر پیدا ہوا جیسا کہ حدیث کی مثال مذکورہ سے ظاہر ہے تو انسان کو چاہیئے کہ دنیاوی زینت سے بہ قدر ضرورت مستفید ہو اور اعتدال سے آگے نہ بڑھے کہ زیادتی ہر چیز کی مضرت بخش ہوتی ہے۔

پیشینگوئی

(۵)

ریاکار مشائخ کا ظہور

الترمذی عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذئاب۔

ترمذی نے ابن عمر رضؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو دین سے فریب دیکر (بظاہر دیندار بنکر) دنیا حاصل کریں گے۔ بھیڑ کی کھالیں لوگوں کو فریب دینے کیواسطے پہنینگے۔ نرمی سے ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اور دل اُن کے بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔

ف

یہ پیشینگوئی بارہ سو برس کے بعد آج ملک ہندوستان میں ہم اپنی آنکھوں سے پوری ہوتے دیکھ رہے ہیں اور دوسری تمام اسلامی آبادیوں میں جہاں تزکیۂ باطن کا عقیدہ ہے اسی کے قریب قریب آثار کا ہونا نقات سے سنا جاتا ہے جو عرفی متواتر ہے۔

ایسے ہی دنیا پرست زہاد کی نسبت ہمارے والد ماجد جناب مولوی محمد اعظم مدظلہ

اپنی ایک نظم میں گہر ریزی کرتے ہیں۔ فَمَا اَحْسَنَ کَلَامَہٗ۔

که دارد زمانه دگرگونه رنگ — زدریائے چین تا بسحد فرنگ
بسا مردم از بهر دنیائے دوں — نمایند مکر و فریب و فسوں
گزیده یکے گوشۂ خانقاه — یکے ساخته مسجد آرامگاه
یکے لب کشوده بوعظ و پند — یکے از مشیخت زده چون و چند
یکے گفت خود را منم یار دیں — مددگار ملت مددگار دیں
دریں پرده باگونه گونه فریب — نمایند مال و منال اکتسیب
مر ایں جاه و جویان گم کرده راه — نمودند دیں خوار و ملت تباه
اگرچه بود کارت از راستی — نه گنجد دراں کژی و کاستی
مگر چوں ندانند راز نهاں — بخواری ببینند نا آگهاں
که مردم بسے اینچنیں میکنند — هماں کسب دنیا بدیں میکنند
ترا باید اندازه در کار خویش — بر فتار و گفتار و کردار خویش
که مردم به نیکی بیاد آورند — بچشمان نهند و دعا بنگرند

اکثر پیر ہی مریدی کے پیشہ والے جاہل مطلق پائے گئے۔ مگر باوجود جہالت کے وہ اپنے کو جنید رح و شبلی سے کم نہیں سمجھتے۔ جب خود کا یہ حال ہے تو مریدوں کا کیا کہنا ؎ آنکس کہ خود گم است کرا رہبری کند۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے۔ ہر صغیرہ کبیرہ گناہوں سے محفوظ تھے آپ کو نفس مطمئنہ حاصل تھا۔ باوجود ان باتوں کے جب عورتیں مسلمان ہوکر آپ کی خدمت میں بیعت کرنے آئیں تو آپ نے پسند نہ فرمایا کہ عورتوں کے ہاتھوں سے اپنا دست مبارک مس کریں مگر ان دنیا دار مشائخ کو دیکھو کہ جوان و حسین عورتوں سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ خلا ملا رکھتے ہیں اور

اپنے سامنے بلا حجاب آنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پیروؤں کو نیتوں سے بڑھکر نفس مطمئنہ حاصل ہے اور ان سے پردہ حرام ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہی ہے مراد اور یہی ہے مریداب یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب

غرض ان بزرگواروں کے حالات کہاں تک بیان کئے جائیں جس کے لئے دفتر بھی ناکافی ہے۔

اے بسا ابلیس کادم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

انہیں لوگوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی ہے کہ وہ دیندار بنکر فریب سے دنیا حاصل کریں گے۔ لوگوں کے دکھانے کو کھال کے کپڑے[۵۱] پہنینگے۔ گوشہ نشینی اختیار کریں گے۔ میٹھی میٹھی باتیں کریں گے۔ ظاہر میں متقی و پرہیزگار ہونگے اور درحقیقت دل اُن کے بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔ ہاں سچی مرشدان طریقت کے حالات معلوم کرنے منظور ہوں تو کتب سیر کا مطالعہ اور اُن بزرگان وقت کے حالات پاکیزہ کو دیکھنا چاہیئے۔ جو رسول اللہ صلعم کی سچی تقلید فرماتے ہیں۔ اوامر کے پابند ہیں۔ نواہی سے مجتنب ہیں۔ احکام الٰہی کے دلدادہ ہیں۔ دنیا طلبی سے کارہ ہیں اور یہ ہیں سرمایۂ ناز اسلام

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

---

۵۱ کھال کے کپڑے سے یہ مراد ہے کہ وہ ایسے کپڑے پہنینگے جس سے وہ بظاہر اہل دنیا سے ممتاز ہو کر تارک الدنیا سمجھے جائیں جیسا کہ فی زمانہ مشائخ گیرو وغیرہ کے رنگے ہوئے لباس پہنتے ہیں۔

پیشینگوئی

(۶)

فارس میں علم و ایمان خوب پھیلیگا

الترمذی عن ابی ہریرۃؓ قال تلا رسول اللہ ﷺ صلعم ہذہ الآیۃ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ فقالوا من یستبدل بنا فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی منکب سلمان ثم قال ہذا وقومہ والذی نفسی بیدہ لو کان الایمان منوطاً بالثریا لنالہ رجال من فارس

ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ ہے کہ) اگر تم پھر جاؤ گے تو اللہ تمہارے سوائے دوسرے لوگوں کو لاویگا تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے بدلے کن لوگوں کو لائیگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمانؓ کی شانہ پر ہاتھ مارا پھر فرمایا کہ اسکو اور اس کی قوم کو۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ایمان ثریا پر لٹکا ہوا ہوتا تو بھی فارس کے لوگ اس کو پالیتے

یہ اس امر کی پیشینگوئی تھی کہ فارس میں ایمان و علم پھیلیگا اور ایسا ہی ہوا کہ وفات رسول اللہ صلعم کے بعد تین صدی کے اندر اندر ملک فارس لوائے اسلام کے سایہ میں آگیا اور ہر طرف اسلام ہی اسلام پھیل گیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس سرزمین سے بڑے جلیل القدر اور اسلام کے مایۂ ناز و افتخار علماء و ائمہ فنون پیدا ہوئے جن کی شہرت و قابلیت کا ڈنکا آج بھی اُسی آب و تاب کے ساتھ چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ مثلاً امام مسلمؒ۔ امام غزالیؒ طوسیؒ۔ امام احمدؒ۔ امام ابن جوزیؒ۔ امام مجد دین فیروز آبادیؒ۔ امام فخر الدین رازیؒ۔ شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ وغیرہ سرزمین فارس کے نامور لوگ ہیں جن کی دینی خدمتوں کو مسلمان کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

پیشینگوئی

(۷)

غرب والے ہمیشہ اسلام پر قائم رہینگے

المسلم عن سعدؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لایزال اھل الغرب ظاھرین علی الحق حتّٰی تقوم الساعۃ	مسلم نے سعدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غرب والے لوگ ہمیشہ دین حق پر قائم رہیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

ف

اہل عرب سے بعض لوگ مغرب والے مراد لیتے ہیں۔ بعض شام والوں کو کہتے ہیں بعض انصار کو کہتے ہیں اور اکثروں کا مذہب یہ ہے کہ تمام عرب کے لوگ مراد ہیں۔ بہرحال جو معنی لئے جائیں پیشینگوئی تو ابتک پوری رہی کیونکہ مغرب والے۔ شام والے اور اہل عرب سب اُسی دین اسلام پر آجتک مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں اور انصار بھی جب تک زندہ رہے اسلام پر ثابت قدم رہے۔ صحیح مسلک یہ ہے کہ اہل غرب سے عرب کے لوگ مراد ہیں۔

لطیفہ

فکر سلیم اور قیاس صحیح یہی چاہتا ہے کہ حدیث میں اہل عَرَب ہی کے اسلام پر قائم رہنے کی پیشینگوئی کی گئی ہوگی پس یا تو راوی نے عرب (بہ فتح عین مہملہ) کو غرب (بہ فتح غین معجمہ وسکون راے) سمجھا یا سنا یا یہ کہ کتابت میں عرب کی عین پر غلطی سے کہیں نقطہ پڑ گیا اور وہ علمائے شارحین کے اختلافات کا باعث ہوا

پیشینگوئی

(۸)

کوئی قریشی مرتد نہ ہوگا جو قید ہو کر مارا جائے

مسلم عن عبد اللہ بن مطیعؓ | مسلم نے عبداللہ بن مطیعؓ سے اور

عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ لا یقتل قرشیٌ صبرا بعد ھذا الیوم الی یوم القیامۃ۔	وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد کوئی قریشی قیامت تک خواری اور قید سے قتل نہ کیا جائے گا۔

ف

مطلب یہ ہے کہ سب قریش مسلمان ہو جائینگے اور اسلام کے بعد ان میں کا کوئی شخص مرتد نہ ہوگا جو مرتد ہونے کی سزا میں قید ہو کر ذلت کے ساتھ قتل کیا جائے۔ پس یہ پیشینگوئی قیامت تک کے لئے ہے یعنی قیامت تک بھی کوئی شخص قبیلۂ قریش کا نہ مرتد ہوگا نہ قتل کیا جائے گا۔ یہ ایک زبردست پیشینگوئی ہے تو ہے کسی میں جرات جو اس کے خلاف ثابت کر سکے۔

پیشینگوئی

(۹)

مسلمانوں کا ایک گروہ ہمیشہ اغیار پر غالب و مظفر رہیگا

البخاری عن المغیرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال ناس من	بخاری نے مغیرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے ایک گروہ

امتی ظاھرین علی الحق حتّٰی یاتیھم امر اللّٰہ وھم ظاھرون	ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ غالب ہی رہیں گے۔
الترمذی عن ثوبانؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاھرین لایضرھم من خالفھم حتّٰی یاتی امر اللّٰہ۔	اور ترمذی نے ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب اور غالب رہے گی کہ اس کا مخالف اس کو کوئی ضرر نہ پہونچا سکیگا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آپہونچے

ف

ان حدیثوں میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور قیامت تک اپنے دشمنوں اور بدخواہان اسلام پر غالب اور منصور و مظفر رہے گا۔

یہاں غلبہ سے دلیل و حجت کا غلبہ مراد ہے اور یقیناً یہ گروہ علماء و محدثین کا گروہ ہے جس نے دشمنان اسلام کو ہمیشہ بحث و حجت میں نیچا دکھایا اور انشاء اللہ قیامت تک ایسا ہی رہے گا۔

دوسری پیشینگوئی

یہ ہے کہ اس گروہ ممدوح کے مخالفین نہ تو اس کو کچھ ضرر پہونچا سکینگے نہ اسلام ہی

کا کچھ بگاڑ سکینگے۔

یہ پیشینگوئی آجتک جس طرح پوری ہوتی رہی وہ دنیا کے سامنے ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ جب تک دنیا قائم ہے اہل دنیا یہی تماشا دیکھتے رہینگے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جب کہ اسلام و اہل اسلام نہایت کمزور حالت میں تھے۔ کفار عرب نے کیا کچھ اپنی ایڑی چوٹی کا زور نہ لگایا مگر اُن کی ساری کوششیں رائگاں گئیں اور اسلام کو بجائے اس کے کہ کوئی نقصان پہونچتا، وہ روز افزوں ترقی ہی کرتا رہا اور اس طرح دشمنان اسلام بغیبہ اسلام اور اہل اسلام کی بیخکنی میں لگے رہے مگر ان کی اس بیخکنی سے کسی کا نہ کچھ بگڑا نہ کبھی بگڑے گا۔

پیغمبر اسلام علیہ التحیتہ والسلام کی اس زبردست پیشینگوئی کو آج ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ مسیحی نفوس در اصل مذہب اسلام کے دشمن نہیں ہیں بلکہ تمام دوسرے اہل مذاہب کی نسبت کرتے ہوئے ہمارے دوست ہیں البتہ مسیحی مشنریاں حریف ہونے کی حیثیت سے اسلام کو مغلوب ضرور کرنا چاہتی ہیں تا مسیحی مذہب کو فروغ ہو مگر ان مشنریوں کی ان سر توڑ کوششوں کا کچھ بھی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوا نہ امید ہے کہ آئندہ برآمد ہو۔ خود مسیحی مدبرین پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے مقابلہ میں مسیحی مذہب رہا جاتا ہے اور اس کی روز افزوں ترقی و اشاعت دیکھکر پادریوں کے حوصلے پست ہوتے جاتے ہیں۔

ہندوستان میں **آریہ مذہب** اور **آریہ ہندو قوم** اسلام اور مسلمانوں کے سچے اور پکے دشمن ہیں۔ پھر اُن کی بیجا و نا مہذب دشمنی سے اسلام کو کونسا نقصان اٹھانا پڑا؟ اُن کی دشمنی نے اسلامی جماعت کو کونسا ضرر پہونچا دیا؟ سوا

اس کے کہ پیغمبر اسلام کو دو چار گالیاں دیکر اپنے کلیجے ٹھنڈے کر لیتے ہیں

پیشینگوئی

(۱۰)

اہل شام کے بگاڑ ڈالنے کے بعد مسلمانوں میں خیر نرہیگا

(۱۱)

پھر بھی دشمنان اسلام ان کا کچھ نہ بگاڑ سکینگے

الترمذی عن معاویۃ بن قرۃؓ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افسد اھل الشام فلا خیر فیکم ولا تزال طائفۃ من امتی منصورین لا یضرھم من خذلھم

ترمذی نے معاویہ بن قرہؓ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شام والے بگاڑ ڈالیں تو پھر تم میں کوئی خیر نہیں اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب و منصور رہے گا اُن کی ذلت چاہنے والا ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیگا۔

ف

اہل شام کے بگاڑ ڈالنے کے بعد مسلمانوں میں کوئی خیر نہیں رہے گا۔ یعنی اگر اہل شام افساد کریں گے تو بیت المقدس اور دوسرے بنادر مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتے رہیں گے اور اس کے بعد پھر مسلمانوں کی تباہی ہے۔ پھر بھی دشمنان اسلام ان کا کچھ نہ بگاڑ سکینگے۔

مسلمانوں کا بڑا مایۂ ناز یہی صوبۂ شام تھا لیکن شام والوں کے ہمیشہ لڑتے بھڑتے رہنے اور خانہ جنگیوں سے اپنا زور اپنے ہی پر ختم ہو گیا چنانچہ جنگ صلیبی اور حکومت خاندان نوریہ وصلاحیہ کی تاریخ معلوم ہے جب کہ تمام بنادر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور صدہا برس تک خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر تمام دنیا کے عیسائیوں پر مسلمان ہی منصور و مظفر رہے اور ان کا کچھ نہ بگڑا۔

یہ حدیث امام ترمذی کی صحیح میں ہے۔ امام ترمذی کا انتقال ۲۷۹ھ میں ہوا[1] اور ان ہولناک واقعات کا وقوع چوتھی پانچویں صدی سے شروع ہوا ہے۔

---

[1] بستان المحدثین للشاہ عبد العزیز الدہلوی ۱۲

پیشینگوئی

(۱۱)

عرب میں پھر کبھی بت پرستی نہ ہوگی

مسلم عن جابر قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان الشیطان قد یئس ان یعبدہ المصلّون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینھم و مالک عن ابن شھاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایجتمع دینان فی جزیرۃ العرب۔

مسلم نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بلاشبہ اس امر سے شیطان نا امید ہوگیا کہ عرب کے جزیرہ میں مسلمان اس کو پوجیں لیکن اُن میں فتنہ و فساد ڈالنے کا اس کو قابو ہے

اور

امام مالک نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرب کے جزیرہ میں دو دین جمع نہوں گے (یعنی ملک عرب میں کفر نہ رہے گا

ف

یہ ایک نہایت زبردست اور بدیہی پیشینگوئی ہے جس کو پورا ہوتے ہوئے اس وقت بھی تمام دنیا دیکھ رہی ہے اور انشاء اللہ دیکھیگی کہ عرب میں آئندہ بھی کبھی بت پرستی نہ ہوگی۔

لطیفہ

یہ حدیث اہل عرب کے مضبوطی ایمان اور اُن کی استقامت پر دلالت کرتی ہے جو درحقیقت بہت بڑی افضلیت ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جو واقعی عرب کو تمام دنیا کے لوگوں سے ممتاز کر دیتی ہے۔

پیشینگوئی

(۱۲)

ایک عظیم الشان جنگ صلیبی

ابو داؤد عن ثوبان	ابوداؤد نے ثوبان سے روایت
قال قال رسول اللہ	کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم نے کہ عنقریب لوگ ایک
یوشک الامم ان	دوسرے کو تم سے لڑنے کے لئے
تتداعی علیکم کما	بلائینگے جس طرح کھانے والے

تتداعی الاکلة
الی قصعتها فقال
قائل من قلة
نحن یومئذ قال
لا بل انتم یومئذ
کثیر ولکنکم غثاء
کغثاء السیل
ولینزعن اللہ
من صدور عدوکم
المهابة منکم و
لیقذفن فی قلوبکم الوهن
قیل وما الوهن قال حب الدنیا وکراهة الموت

ایک دوسرے کو رکابی کی طرف بلائیں
گی تو کسی نے پوچھا (یا رسول اللہ)
کیا اس وقت ہم کم ہوں گے فرمایا
نہیں بلکہ تم اس وقت بہت ہوں گے
لیکن تم لوگ اس دن کوڑا ہو گے
جیسے بہاؤ کا کوڑا۔ البتہ اللہ تمہارے
دشمنوں کے سینے سے تمہارا خوف
کھینچ لے گا اور تمہارے دلوں
میں سستی ڈال دیگا۔ کسی نے پوچھا
کہ وہن (سستی) کیا چیز ہے؟
آپ نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت
کا خوف۔

ف

اس حدیث میں جنگ صلیبی کی بہت صریح اور زبردست پیشینگوئی ہے
مختلف امتیں ایک دوسرے کو دعوت دینگی کہ تم (مسلمانوں) پر چڑھائی
کریں۔ جنگ صلیبی کی یہی حالت تھی۔ سلاطین یورپ نے ایک دوسرے
کو دعوت دیکر اور تمام مسیحی سلطنتوں نے ایکا کر کے مسلمانوں پر چڑھائی
کی اور ان لڑائیوں کا سلسلہ دو سو برس تک جاری رہا۔ یورپ کی تمام
سلطنتیں مسلمانوں پر چڑھائی کرتی اور برابر ملکوں پر قبضہ کرتی جاتی تھیں
یہاں تک کہ مسلمانوں کے قبضہ سے بیت المقدس اور بنادر شام سب نکل گئے
اور بے انتہا مسلمان شہید ہوئے چنانچہ بیت المقدس کی لڑائی کے دن

میحی فوج کے ایک افسر نے جو خط اپنے پیر پادری کو لکھا تھا اُس میں یہ الفاظ تھے کہ "آج کیسا خوشی کا دن ہے کہ ہمارے گھوڑے گھٹنوں تک مسلمانوں کے خون میں ہیں"

یہ سب کیوں ہوا؟ محض مسلمانوں کی پست ہمتی۔ دنیا کی محبت اور موت کے خوف سے آخر زمانہ میں خاندان نوریہ نے بہت سے حصے مسیحیوں سے واپس چھین لئے پھر سلطان صلاح الدین بارہ ۱۲ برس تک خونخوار لڑائیاں لڑتا رہا آخر عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی۔ کل سلاطین یورپ کو ایک سلطان صلاح الدین کے مقابلہ میں شرمناک زک ملی۔ مسیحیت مغلوب ہوئی۔ اسلام نے فتح پائی۔ سلطان نے تھوڑے حصہ کے سوا تمام بنادر کو عیسائیوں سے چھین لیا۔ بیت المقدس پر اسلامی علم لہلہا کر رہا اور یہ کامیابی اُس وقت ہوئی جب مصر میں آل عباس رضہ کی خلافت قائم ہوئی گو وہ برائے نام ہی ہو۔

ت

اس حدیث کو ابو داؤد نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے جن کا انتقال ۲۷۵ھ میں ہوا، اور جنگ صلیبی کا سلسلہ ان کے دوسو برس کے بعد سے شروع ہوا ہے۔

---

۵۱ جنگہائے صلیبی کی مفصل تاریخ مصنفہ مولوی عبد الحلیم شرر لکھنوی چھپ گئی ہے ۱۲

پیشینگوئی

(۱۳)

جب روم والے اور فارس کے شہزادے مسلمانوں کے خادم ہونگے تو بدنیکوں پر غالب آجائینگے

الترمذی عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مشت امتی المطیطاء وخدمتھا ابناء ملوک فارس والروم سُلِّط شرارھا علی خیارھا۔

ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جب میری امت اترا کر چلیگی اور فارس اور روم کے شہزادے اُن کے خادم ہونگے تو اللہ تعالےٰ اُن کے بدوں کو اُن کے نیکوں پر غالب کردے گا۔

ف

پیشینگوئی یہ ہے کہ جب امت میں سخوت آجائے گی اور روم وفارس کے شہزادے ان کے خادم ہوں گے تو اُن کے اشرار اُن کے اخیار پر غالب ہو جائینگے۔

ابناء ملوک سے بڑے بڑے خاندانی لوگ مراد ہیں اور خدمت سے خدمتگاری

وغلامی مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے فوج اور رسول کی خدمات انجام دینے والے لوگ مراد ہیں۔ مطلب یہ کہ جب امت کے لوگ اپنی نخوت سے اپنے اکڑنے اور اینٹھنے میں مصروف رہیں گے اور ملکی خدمات پر روم وفارس کے بڑے بڑے خانی، ذی وجاہت لوگ مامور رہینگے اور ملک کا نظم ونسق ان کے ہاتھو میں ہوگا تو خیار امت پر اشرار غالب آجائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عربوں کی روزانہ خیرہ سری، سازش اور بغاوت سے عاجز آکر خلیفہ معتصم باللہ عباسی نے کردوں اور ترکوں وغیرہ کی فوجیں مرتب کیں جن میں ایرانی افسر بھی تھے اور رسول کے کاموں پر بھی کثرت سے غیر اقوام کے لوگ ہوگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ زمانہ بعد سلجوقی و دیلمی وغیرہ سلاطین ہوگئے۔ عرب کسی شمار میں نہ رہے اور خلافت عباسیہ بالکل نام کی خلافت رہ گئی۔

خَدَمَتْهَا اَبْنَاءُ مُلُوْكِ فَارِسَ وَالرُّوْمِ، کے درست معنی تو یہی ہیں لیکن اگر ابنائے ملوک سے بڑے بڑے خاندانی لوگ مراد نہ لئے جائیں بلکہ صرف الفاظ پر لحاظ کرتے ہوئے ابنائے ملک سے بادشاہ اور خدمت سے خدمتگار و غلام ہی مراد لیں تو بھی کوئی قباحت لازم نہیں آتی اور پیشینگوئی اسی طرح ٹھیک اُتر جاتی ہے

لطیفہ

خلیفہ معتصم باللہ عباسی تھا تو اَن پڑھ مگر تمام خلفاء میں عجیب وغریب خلیفہ ہوگزرا ہے اس کو دربار قدرت الٰہیہ[1] سے چند ایسی مخصوص صفتیں عنایت ہوئیں جنہوں نے اس کو کل سلاطین عالم سے ممتاز کردیا اور جو بجائے خود عجائبات عالم میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں۔

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطی ۱۲

مثلاً۔ معتصم باللہ خلفائے عباسیہ میں کا آٹھواں خلیفہ ہے۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی آٹھویں پشت میں ہے۔ امیرالمومنین ہارون رشید کا آٹھواں فرزند ہے۔ ۲۷۸ھ ہجری میں پیدا ہوا۔ اڑتالیس برس کی عمر میں انتقال کیا آٹھ سال آٹھ مہینے آٹھ دن بادشاہت کی۔ اپنے پیچھے آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں وارث چھوڑے۔ آٹھ لڑائیاں لڑا اور آٹھ قلعے فتح کئے آٹھ بادشاہوں کو مغلوب کرکے قیدی بنایا جو دست بستہ دربار میں حاضر رہتے تھے۔ بادشاہ آذربائیجان۔ بادشاہ طبرستان۔ بادشاہ اسیسان۔ بادشاہ اشیامح۔ بادشاہ فرغانہ۔ بادشاہ طخارستان بادشاہ صغد۔ اور بادشاہ کابل کہ یہ سب دربار خلافت معتصم کے مقہور قیدی اور مغلوب بندے تھے پھر یہ بھی معلوم ہے کہ خلافت عباسیہ کا ضعف و انحطاط اسی کے بعد شروع ہوتا ہے پس رسول خدا کی یہ پیشینگوئی کہ "جب روم و فارس کے شہزادے میری امت کے خدمتگار ہونگے تو یہ نیکوں پر غالب ہوں گے" کیسی ٹھیک اتری۔

پیشینگوئی

(۱۴)

روم و فارس کے خزانے فتح ہوں گے

مسلم عن ابن عمرو بن العاص	مسلم نے ابن عمرو بن العاص سے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فتحت علیکم خزائن فارس والروم ای قوم انتم قال عبد الرحمن بن عوف نکون کما امرنا اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل تنتافسون وتتحاسدون ثم تتدابرون وتتباغضون

روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم پر روم وفارس کے خزانے کھل جائینگے تو تم کیسے لوگ ہوگے؟ عبد الرحمن بن عوف نے عرض کیا جیسا کہ اللہ نے ہمکو حکم دیا ہے (یعنی اسلامی اخلاق کے ساتھ رہیں گے) پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا، نہیں بلکہ تم لالچ کروگے اور آپس میں حسد کروگے پھر ایک دوسرے کو پیٹھ دوگے پھر ایک دوسرے سے بغض رکھوگے۔

ف

یہ پیشینگوئی کھلے بند پوری ہوئی جس کی صراحت سے دنیا کی ہر تاریخ لبریز ہے آخر ہادران اسلام نے روم وفارس کے ہر ہر حصہ کو رفتہ رفتہ فتح کر لیا اور خزانوں سے مالا مال ہوگئے۔

پیشینگوئی

(۱۵)

لونڈیوں کا بدکار اور عورتوں کا سرکش ہو جانا

(۱۶)

بھلے کام کی ہدایت اور برے کام کی ممانعت نکرنی

(۱۷)

برائی کا بھلائی اور بھلائی کا برائی سمجھا جانا

(۱۸)

کچھ مسلمانوں کا زنا۔ ریشمی کپڑے۔ شراب اور باجے کا بجانیکو حلال سمجھنا

رواہ زین عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف بکم اذا فسق فتیاتکم وطغی نساؤکم قالوا یا رسول اللہ وان

زین نے علیؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہاری لونڈیاں گناہ اور تمہاری عورتیں سرکشی کرنے لگیں تو تمہارا کیا حال ہوگا؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ

ذلك لكائن قال
نعم واشد
كيف انتم
اذا لم تامروا بالمعروف
قالوا يا رسول الله
وانّ ذلك لكائن
قال نعم واشد
كيف انتم
اذا رأيتم المعروف
منكرا والمنكر معروفا
قالوا يا رسول الله
وان ذلك لكائن
قال نعم والبخاری
عن ابی مالك
او ابی عامر الاشعری
قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم ليكوننّ
من امتی قوم يستحلّون
الحر والحرير والخمر والمعازف

کیا یہ بات ہونے والی ہے؟ فرمایا
ہاں اور اس سے بھی سخت تر پھر
فرمایا، کیا حال ہوگا تمہارا جب تم
نہ نیک کاموں کی ہدایت کروگے
نہ بُرے کاموں سے روکوگے۔
لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ بات
ہونے والی ہے؟ فرمایا ہاں اور
اس سے بھی زیادہ سخت (پھر فرمایا)
اور کیا حال ہوگا تمہارا جب تم نیک
کام کو بُرا جانوگے اور برے کام کو اچھا
سمجھوگے؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ!
کیا یہ بات ہونے والی ہے آپ نے
فرمایا ہاں۔ اور بخاری نے ابو مالک
یا ابو عامر اشعری سے روایت کی
ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ البتہ میری امت میں کچھ
لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو زنا کو
اور ریشمی کپڑے کو اور شراب کو
اور گانے بجانے کو حلال جانیں گے۔

ف

یہ چاروں پیشینگوئیاں جس طرح پوری ہو کر رہیں آج تیرھویں صدی اس کی

شہادت کے لئے تیار رہے بلاشبہ اکثر ایسے کام جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں محکوم یا ممدوح ہیں وہ اس زمانہ میں فضول یا مذموم سمجھے جاتے ہیں۔ اور مذموم ممدوح۔ بھلائی برائی ہوگئی۔ برائی بھلائی ہوگئی۔ ایسی حالت میں رہبران قوم کا فرض ہے کہ جس طرح وہ اصلاح معاشرت میں کوشاں ہیں اُسی طرح دین کا دامن بھی نہ چھوڑنے دیں اور سب سے پہلے ضروریات دین کی تعلیم کرائیں۔ تاکہ علوم جدیدہ کے مشاغل تعلیم دین سے غافل نکر دیں اور مخالفین اسلام کی تقریر دینی خیالات میں کمزور نہ بنا دے۔ جس طرح علوم جدیدہ وہ رائج الوقت حسن معاشرت کے ذرائع ہیں اُسی طرح علوم دین باعث نجات اُخروی اور موجب حیات ابدی ہیں۔

نوجوان طلبہ جب پڑھ کر مدارس سے نکلتے ہیں تو اُن میں اکثر مذہب سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ بالخصوص جو یورپ سے تعلیم پاکر آتے ہیں اُن میں تو اکثر محض کورے ہوتے ہیں اور بعض تو ایسے بے خبر ہوتے ہیں کہ وہ سوائے اس کے کہ مسلمان ہیں کچھ نہیں جانتے معاذ اللہ۔

پیشینگوئی

(۱۹)

حجاز کی سرزمین سے ایک آگ نکلیگی

الشیخان عن ابی ھریرۃ رض	بخاری و مسلم نے ابوہریرہؓ سے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتیٰ تخرج نار من ارض الحجاز تضیئ اعناق الابل ببصرۃ	روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ حجاز کی زمین سے ایک آگ نکلیگی جو بصرہ میں اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔

ف

یعنی حجاز کی سرزمین سے وہ آگ ظاہر ہوکر اس قدر مشتعل ہوگی اور اتنی بلند ہوگی کہ اس کی روشنی حجاز سے بصرہ تک پہونچے گی اور اس روشنی میں اونٹ اپنی راہ چلینگے حالانکہ بصرہ ملک شام میں شہر دمشق سے چند کوس کے فاصلہ پر واقع ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ سو برس کے بعد امیر المومنین خلیفہ مستعصم باللہ عباسی کے آخر عہد خلافت ۶۵۲ھ میں ایک آگ ارض عدن میں نمودار ہوئی جس کے شرارے رات کے وقت سمندر تک اڑتے تھے پھر ۶۵۴ھ ہجری میں جمعہ کے روز خاص مدینہ منورہ میں قرنطینہ کے قریب آتش موعودہ نمودار ہوئی جو مشتعل ہوکر آخر خدا کا قہر بنگئی۔ اس کا طول قریب چار فرسخ کے تھا۔ عرض بقدر چار میل کے اور بلندی میں نصف قد آدم۔ دیکھنے والوں کو آگ کے اندر قلعے اور برج نظر آتے تھے شعلہ فشاں آگ دریائے ذخار کی طرح موج زن تھی اور پانی کے سیلاب کی طرح رواں نظر آتی تھی۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ کے در و دیوار اس سے روشن ہوگئے اور مدینہ والے خائف ہوکر رسول اللہ صلعم کی قبر مبارک کے گرد جمع ہوئے اور توبہ و استغفار کرنے لگے[۱]

[۱] تاریخ الخلفاء للسیوطی ۱۲۔

علامہ قسطلانی رحمہ نے لکھا ہے کہ یہ آگ ۳ جمادی الاول ۶۵۴ھ کو مشتعل ہو کر ۲ رجب ۶۵۴ھ کو فرو ہوئی۔ اس حساب سے باون یا ترپن یا چون روز یکساں شعلہ فشاں رہی تمام مورخین عام اس سے کہ اسلام کے موافق ہوں یا مخالف اس واقعہ غیبی کو انتہائے حیرت کے ساتھ لکھتے ہیں اور اشتعال آتش کا سبب بتانے سے عاجز ہیں۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ کی وفات کے چار سو برس کے بعد یہ ہولناک آگ ظاہر ہوئی۔

پیشینگوئی

(۲۰)

بغداد کی تباہی اور مسلمانوں کا تاتاریوں کے ہاتھ سے شہید ہونا

ابو داؤد عن ابی بکرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمنزل اناس من امتی یقال لہ البصرۃ عند نہر یقال لہ دجلۃ یکون علیہ

ابو داؤد نے ابو بکرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک کشادہ زمین میں اتریں گے جس کا نام بصرہ ہے اور وہ ایک نہر دجلہ نامی کے پاس ہے اس پر پل ہوگا اس کے

جسرٌ یکثر اھلھا و
تکون من امصار
المھاجرین فاذا کان
فی آخر الزمان جاء
بنو قنطوراء عراض
الوجوہ صغار الاعین
حتی ینزلوا علی
شط النھر فیتفرق
اھلھا ثلاث فرق
فرقۃ یاخذون ذالک
البقر والبریۃ وھلکوا وفرقۃ
یاخذون لانفسھم
وکفروا وفرقۃ
یجعلون ذراریھم
خلف ظھورھم
ویقاتلون ھم فھم
الشھداء

لوگ بہت ہوں گے اور وہ مہاجرین
کے شہروں میں سے ہوگا پھر جب
اخیر زمانہ ہوگا تو چوڑے چہرے
والے چھوٹی آنکھوں والے تاتاری
آئینگے اور نہر کے کنارے اُتریں گے
تو اس کے رہنے والے تین گروہ
ہو جائینگے۔ ایک فرقہ گاؤں کی دم
اور جنگل میں ٹھکانا پکڑیں گے یعنی
لڑائی سے ڈر کر بیلوں پر سوار ہو کر
بچنے کے لئے جنگل کو بھاگیں گے
اور جنگل میں ہلاک ہوں گے۔ اور
ایک فرقہ اپنی جانوں کی فکر میں رہیگا
یعنی جان بچانے کے لئے دشمنوں
سے امان مانگینگے وہ کافر ہیں اور
وہ بھی ہلاک ہوں گے اور ایک فرقہ
اپنی عورتوں اور بچوں کو پیٹھ ڈالکر
لڑینگے سو یہی شہید ہوں گے۔

ف

اس حدیث شریف میں تو صریح پیشینگوئیاں ہیں۔
کچھ مسلمانوں کا دجلہ نامی دریا کے کنارہ آباد ہونا۔
دریا پر پل کا ہونا۔

شہر میں کثرت سے آبادی کا ہونا۔
اخیر زمانہ میں چوڑے چہرے والے چھوٹی آنکھوں والے ترکوں کا آنا۔
انکا نہر کے کنارہ اُترنا۔
مسلمانوں میں تین گروہ کا ہونا۔ جن میں سے
ایک فرقہ کا بھاگ کر جنگل میں پناہ لینا اور وہیں ہلاک ہونا۔
دوسرے فرقہ کا تاتاریوں سے اماں لینا اور اُن کافروں کا بھی ہلاک ہونا۔
تیسرے فرقہ کا تاتاریوں سے لڑکر شہید ہونا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ سو برس اور تدوین کتاب ابوداؤد کے تین سو برس کے بعد یہ پیشینگوئی وقوع پذیر ہوی اور یہ اُن صریح مفصل اور زبردست پیشینگوئیوں میں سے ہے جن پر محمد عربی کے نام پاک پر فدا ہونے والے ہمیشہ ناز کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو برس کے بعد خلفائے عباسیہ کے دوسرے خلیفہ امیر المومنین ابو جعفر منصور دواسقی نے دجلہ کے کنارہ ایک شہر آباد کیا جس کا نام دارالسلام رکھا مگر وہ مشہور بغداد ہوا۔

رفتہ رفتہ آبادی بڑھتی رہی یہاں تک کہ ہارون رشید اعظم اور مامون رشید کی علمی فیاضیوں اور قدر افزائیوں نے بغداد کو کرہ عالم کا قبلہ گاہ اور مرجع انام بنا دیا۔ دنیا بھر کے اہل کمال کھینچکر بغداد چلے آئے مال و دولت۔ فضل و کمال۔ تنعم۔ تکلفات۔ غرض کسی امر میں دنیا کا کوئی شہر اس مبارک شہر کا مدمقابل نہ رہا۔ آبادی یہاں تک بڑھی کہ دجلہ کا پل شہر کے بیچ میں آگیا۔ حیدرآباد دکن کی موسیٰ ندی کی طرح دجلہ نے شہر بغداد کے نصفا نصف دو حصے کر دئے تھے۔

تاریخ الخلفاء و تاریخ الخمیس

خلافت عباسیہ کو خانہ جنگیوں۔ اندرونی مخالفین کی سازشوں اور بدیں کینہ ورلوں کی روزانہ یورش نے ضعیف کر دیا تھا۔ آخر ۶۵۶ھ میں خلیفہ مستعصم باللہ عباسی رح کے بدخواہ وزیر ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی کے اغوا سے ہلاکو خاں وحشی تاتاریوں کا ایک لشکر جرار لیکر بغداد پر چڑھ دوڑا۔ ادھر ابن علقمی نے جسکو خلیفہ کے مزاج میں ضرورت سے زیادہ درخور تھا، افواج کے بیشتر حصہ کو غیر ضروری بتلا کر تخفیف اور بقیہ کو مختلف ممالک دور دراز میں پریشان کر دیا تھا۔

ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی کی خواہش یہ تھی کہ اس عباسی اور سنی سلطنت کو برباد کر کے علوی شیعہ حکومت قائم کی جائے کیونکہ یہ دونوں شیعہ مذہب تھے جو سنی علی الخصوص عباسی خلافت کو بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ ہلاکو خاں ایسے خلیفہ کے مقابلہ سے جس کو کل اسلامی دنیا اپنا پیشوا امام تسلیم کرتی ہو ڈر رہا تھا اور اس کو یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ لوگ مجکو بلا کر برباد تو نہیں کرنا چاہتے اس بدگمانی کو رفع کرنے کے لئے دونوں بدخواہان اسلام نے اپنے ایک ایک عزیز کو بطور ضمانت ہلاکو خاں کے پاس بھیجدیا کہ اگر تم کو شکست کا ذرا بھی شبہ گذرے تو ان کو قتل کر دینا۔

غرض ہلاکو خاں یلغار کرتا ہوا بغداد پہونچا اور دریائے دجلہ کے کنارہ پڑا۔ اسلامی لشکر تو اس سے پہلے ہی وزیر کی سازش سے منتشر ہو چکا تھا اور عام لوگوں میں ایسے لشکر جرار کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ پھر وحشیوں نے بغداد کے چاروں طرف قتل عام بھی شروع کر دیا تھا۔

شہر کے کچھ لوگ جو مال و اسباب لاد جنگل کی طرف جان بچا کر بھاگ نکلے اُن کو تاتاریوں نے جنگل ہی میں کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کر رکھدیا۔

ابن علقمی کی رائے سے خلیفہ اپنے اعزہ خاندان ، اعیان وارکان دولت اور سادات وعلماء کو ساتھ لے کر ہلاکو خاں کے پاس گیا کیونکہ ابن علقمی نے باور کرا دیا تھا کہ ہلاکو سے صلح کا قرارداد ہو چکا ہے اور اس کا امضا خلیفہ کی تشریف بری پر موقوف ہے اور نیز یہ کہ ہلاکو اپنی لڑکی شاہزادہ کو دینا چاہتا ہے۔ ہر چند دوسرے خیر خواہوں نے خلیفہ کو ابن علقمی کی سازش سے آگاہ کر کے منع کیا کہ اپنے پاؤں ہلاکت کے غار میں نگریں۔ مگر خلیفہ نے وزیر کا اعتبار کر کے نہ مانا۔

ہلاکو خاں خلیفہ سے اعزاز واحترام کے ساتھ ملا اور وہ ترس کھا کر خلیفہ کو امان دینے پر راضی تھا لیکن دونوں بدخواہ طوسی وابن علقمی نے عرض کیا کہ ان کی زندگی میں آپ کی خیر نہیں ہے۔ اس کے بعد خلیفہ مع اپنے تمام ساتھیوں کے شہید کر دیا گیا۔

من بعد ہلاکو خاں نے شہر میں گھسنے کا ارادہ کیا مگر شہر والوں نے دروازہ بند کر لیا اور محصور وقلعہ بند ہو کر تاتاریوں کا مقابلہ کرنے لگے۔ ہلاکو خان کو اب بھی فتح نہ ہوئی مگر انہیں دونوں بدخواہوں کی تدبیر سے دجلہ کو کاٹ کر شہر کی طرف پھیر دیا گیا۔ بہت سے بھاگے۔ باقی جو رہے اُن کو تاتاریوں نے گھس کر ذبح کیا۔ بغداد کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ دجلہ مہینوں تک ان شہداء اسلام کے خون سے رنگین رہا۔

حدیث میں تین جماعتیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک وہ جو جنگل کو بھاگے اور ہلاک ہوئے۔

دوسرے وہ جنہوں نے عہد امان لیا اور کافر ہوئے جن میں طوسی وابن علقمی اور ان کے امثال ہیں۔

تیسرے وہ جو لڑے اور شہید ہوئے۔
یہ تینوں پیشینگوئیاں تو برابر پوری اُتریں لیکن ایک جماعت اور ہے جس کا حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ یعنی وہ فرقہ جس سے صلح کا معاہدہ ہو لیا تھا۔ اگرچہ درحقیقت صلح نہ ہوئی ہو مگر خلیفہ کو تو یہی باور کرایا گیا تھا اور اسی معاہدہ کے امضاء کے لئے وہ اپنے تمام اعزہ وارکان دولت کے ساتھ ہلاکو سے ملنے گیا اور صلح شرعاً جائز ہے۔ پس خلیفہ اور اوس کے ساتھ والے جو کفار کے ہاتھ سے مارے گئے وہ بھی یقیناً مظلوماً شہید ہیں۔ عام طبقہ میں تین ہی قسم کے لوگ تھے اور چوتھی جماعت جو خاص طبقہ ہے اسکو چھوڑ دیا گیا۔ اس عباسی خلافت کی ہنگنی کے بعد بھی طوسی و ابن علقمی کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔
ابن علقمی مجذوم ہو کر بہت ذلت سے مرا، اور طوسی جس مکروہ و غلیظ بیماری میں ہلاک ہوا اس سے تاریخی اوراق کا اتنا حصہ ابتک گندہ ہے۔
ابتدائے عہد آدم سے اس وقت تک اسلام کو ایسا جانکاہ صدمہ نہیں پہونچا تھا۔ حضرت شیخ سعدی رح جنہوں نے اس خونریزی اور مسلمانوں کی تباہی کو بچشم خود دیکھا تھا۔ اس طرح اس واقعہ جاں گداز و دلخراش کا مرثیہ تحریر فرماتے ہیں:-

آسماں را حق بود گر خون بگرید بر زمیں — بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین
اے محمدؐ در قیامت گر برآری سر ز خاک — سر برآور دایں قیامت در میان خلق بیں
ناز نینان حرم را خون خلق نازنین — ز استاں بگذشت و ما را خون دل از آستیں
زینہارا نہ دور گیتی وانقلاب روزگار — در خیال کس نہ گشتے کاچنناں گردد چنیں
دیدہ بر دار ایکہ دیدی شوکت بیت الحرام — قیصران روم سر بر خاک و خاقان چیں

خون نسترزندان عم مصطفیٰ شد ریختہ ہمچناں خاکیکہ سلطاناں نہادندے جبیں
دجلہ خونابست ازیں پس گر نہد سر در نشیب خاک نخلستان بطحیٰ را کند باخوں عجیں
بعد ازیں آسایش از دنیا نباید چشم داشت قیصر و را انگشتری ماند چو برخیزد نگیں
نوحہ لائق نیست بر خاک شہیدان زانکہ ست کمترین دولت مرا بشنو ز ابہشت برترین
لیکن از روئے مسلمانی و راہ مرحمت مہربانی را دل بسوزد در فراق نازنیں
باش تا فردا کہ بینی روز داد و رستخیز کز لحد بارد بے خوں آلودہ برخیزد دفیں
وہ کہ گر بر خوان ایں پاکاں فرد آید نفس تا قیامت دردہانش تلخ گردد انگبیں
تکیہ بر دنیا نباید کرد و دل بروے نہاد کآسماں عمیاہی بہر است اے برادر گہ گہیں
گر گسا نند از پئے مرداد دنیا جنگ جوی اے برادر! گر خردمندی چو سیمرغاں نشیں

مورخین نے اس دل دہلا دینے والے حادثہ کو بہت تفصیل و درد کے ساتھ لکھا ہے۔

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صراحت سے پیشینگوئی فرمائی وہ حرف بحرف پوری ہو کر رہی۔

ف

حدیث میں بصرہ کا لفظ ہے حالانکہ دریائے دجلہ کے کنارہ بغداد آباد ہے جس کے بارہ میں پیشینگوئی کی گئی اور آخر وہیں پوری ہوئی۔ شہر بصرہ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

ہمارے خیال میں راوی کو نام اچھی طرح یاد نہیں رہا یا کوئی اور وجہ ہو۔ آخر سے کبھی تو حقیقی آخر مراد ہوتا ہے۔ کبھی بالنسبت۔ یہاں ممکن ہے کہ عروج اسلام کا آخر زمانہ مراد ہو اور قرب قیامت کو بھی مجازاً کہہ سکتے ہیں۔ حدیث میں تاتاریوں کا نام نہیں ہے۔ اُن کا حلیہ بیان کیا گیا ہے کہ چوڑے

منہ والے چھوٹی آنکھوں والے ہوں گے اور واقعی اُن کا حلیہ یہی ہے۔

پیشینگوئی

(۲۱)

دجلہ و فرات کے درمیان ایک شہر میں مویشی کیطرح لوگ ذبح کئے جائینگے

الخطیب عن علیؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون مدینۃ بین الفرات ودجلہ یکون فیھا ملک ابن عباس وھی الزوراء تکون فیھا حرب تُسبی فیھا النساء ویذبح فیھا الرجال کما یذبح الغنم۔

خطیب نے علیؓ سے روایت کی ہے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شہر ہوگا درمیان فرات اور دجلہ کے اور اس میں ابن عباس (کی اولاد) کی بادشاہت ہوگی اس میں ایک جنگ ہوگی ایسی کہ اس میں عورتیں لونڈیاں بنائی جائینگی اور مرد اس طرح ذبح کئے جائینگے جس طرح بکری بھیڑ ذبح کی جاتی ہے۔

ف

اس سے پہلے کی حدیث میں اس شہر کا نام بصرہ بتایا گیا ہے اور یہ کہ وہ دجلہ

کے کنارہ آباد ہوگا اس حدیث میں شہر کا نام نہیں بتایا مگر اتنی زیادہ صراحت فرمائی کہ وہ شہر دجلہ اور فرات کے درمیان میں ہوگا اور جو آل عباس کا دار السلطنۃ ہوگا اس سے شہر بغداد کی بالکل تعیین ہوگئی۔ اس حدیث میں دو پیشینگوئیاں ہیں پہلی پیشینگوئی جو تدوین کتاب سے پہلے پوری ہوئی یہ ہے کہ دجلہ و فرات کے اس درمیانی شہر میں عباسیوں کا دار السلطنۃ ہوگا۔

دوسری پیشینگوئی یہ کہ اس شہر میں بڑی جنگ ہوگی جس میں عورتیں لونڈیاں بنائی جائینگی اور مرد اس بے دردی سے ذبح کئے جائینگے۔ جیسے مویشی ذبح کئے جاتے ہیں۔

خطیب نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان کا انتقال ۴۶۳ھ[1] میں ہوا اور ان کے انتقال کے دو سو برس کے بعد ۶۵۶ھ میں بغداد والوں پر وہ وہ آفت نازل ہوئی جس کا اس حدیث میں ذکر ہے اور جس کے بیان میں تاریخ کے اوراق ہمیشہ رنگین رہیں گے۔ اور جن کا کچھ اجمالی بیان اس سے پہلے کی پیشینگوئی میں گذر چکا ہے۔

پیشینگوئی

(۲۲)

تم (مسلمانوں) پر دنیا دی آرائش کے دروازے کھل جائینگے

الشیخان عن ابی سعید الخدری رض	بخاری مسلم نے ابو سعید خدری سے

[1] مفتاح السادۃ جلد اول ۱۲

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ مما اخاف علیکم من بعدی ما یفتح علیکم من زھرۃ الدنیا وزینتھا والشیخان عن عمرو بن عوفؓ قال قال رسول اللہ صلعم واللہ لا الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتھلککم کما اھلکتھم۔

روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجکو اپنے بعد تم سے جن باتوں کا خوف ہے اُن میں سے ایک بات یہ ہے کہ تم پر دنیا کی زینت اور اس کی آرائشوں کے دروازے کھل جائینگے اور انہیں شیخین نے عمرو بن عوفؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی قسم میں تمھارے مفلس ہو جانے کا خوف نہیں کرتا۔ لیکن ڈرتا ہوں تو اس بات سے کہ تم پر زمین کشادہ ہو جائیگی جس طرح تم سے اگلی امتوں پر کشادہ ہوئی تھی۔ پھر تم اپنی ہوا پر سینکڑوں میں لگ جاؤگے جس طرح اگلے لوگ پھنس چکے ہیں اور یہ مصیبت تمکو برباد کر دیگی جس طرح اُن اگلوں کو برباد کر چکی ہے۔

ف

واقعی جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ مسلمانوں پر زمین کشادہ ہو گئی۔ پہلے جس قدر افلاس و تنگدستی میں مبتلا تھے ویسا ہی بعد کو اُن میں دولت و آرایش کے سامان مہیا ہو گئے پھر اسی دولت و تنعم

سے مسلمانوں میں بداخلاقیاں (سستی۔ کاہلی۔ کم دلی۔ بے ہنری وغیرہ باتیں) آگئیں جنہوں نے اُن کو تباہ کر دیا جیسا کہ فی زمانہ دیکھا جا رہا ہے۔

پیشینگوئی

(۲۳)

کسریٰ کے ہلاک ہونے کے بعد پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا

(۲۴)

قیصر کے ہلاک ہونیکے بعد پھر کوئی قیصر نہ ہوگا اور ان دونوں کے خزانے مسلمانوں کو ملیں گے

البخاری عن جابر بن سمرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ھلک کسری فلا یکون کسری بعدہ وقیصر لیھلکن ثم لا یکون قیصر بعدہ ولتقسمن کنوزھما فی سبیل اللہ

بخاری نے جابر بن سمرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور البتہ قیصر بھی ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور تم (مسلمان) لوگ

ان دونوں بادشاہوں کے خزانہ کو
اللہ کی راہ میں تقسیم کروگے۔

ف

حدیث شریف میں تین پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

کسریٰ بادشاہ ایران ہلاک ہوگا اور پھر کوئی شمّاسی بادشاہ کسریٰ کے لقب سے ایران کا فرمانروا نہ ہوگا۔

دوسری پیشینگوئی

قیصر روم ہلاک ہوگا اور اس کے بعد پھر کوئی قیصر روم میں نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ روم و ایران دونوں کی زبردست سلطنتیں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں، نہ ایران میں کسرےٰ کے بعد کوئی کسریٰ ہوا، نہ روم میں قیصر کے بعد کوئی قیصر ہوا۔

روم میں بجائے قیصر کے سلطان اسلام اور ایران میں بجائے کسرےٰ کے بجکلاہ ایران فرمانروا ہے۔

تیسری پیشینگوئی

روم و ایران کے خزانے غازیان اسلام پر تقسیم ہوں گے چنانچہ جہاد فارس میں پینتیس ۳۵ ہزار مسلمانوں کا لشکر تھا اور فتح کے بعد غنیمت میں ہر ایک سپاہی کو بارہ ہزار درہم ملے تو اس حساب سے کل رقم بیالیس کروڑ سے کچھ اوپر ہوتی ہے

پیشینگوئی

(۲۵)

میری امت میں جنگ شروع ہو جانیکے بعد پھر کبھی ختم نہ ہوگی

ابو داؤد والترمذی عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنہا الی یوم القیامۃ	ابو داؤد اور ترمذی نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میری امت میں تلوار درمیان میں آجائیگی تو پھر قیامت تک ختم نہ ہوگی نہ دفع ہوگی۔

ف

یہ ایک صریح پیشینگوئی ہے۔ مسلمانوں میں حضرت علی رضہ کے عہد خلافت میں رفع خلافت کے لئے تلوار سے کام لیا گیا۔ مدتوں جنگ رہی۔ ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں مگر کچھ مفید نتیجہ نہ نکلا اور عناد کی بنیاد ایسی راسخ ہوگئی جس کا مٹنا ناممکن ہے اور جیسا کہ اس حدیث کا منشا ہے مسلمانوں میں ہمیشہ جنگ وجدال رہے گا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی لمحہ خالی نہ ہوگا اور مسلسل

جنگ وشمشیر زنی ہوتی رہے گی بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ عنادا یسا راسخ ہو جائیگا کہ قیامت تک جب جب موقع ملے گا جنگ وخونریزی ہوتی رہے گی اور لسانی جنگ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

پیشینگوئی

(۲۶)

مسلمانوں کی سلطنت مشارق ومغارب میں پھیل جائیگی

(۲۷)

مسلمانوں کو دو خزانے سرخ وسپید ملیں گے

(۲۸)

مسلمانوں پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہوگا جو انکو نیست ونابود کردے

(۲۹)

مسلمان ایسے قحط عام میں مبتلا نہ ہوں گے کہ سب کے سب مرجائیں

(۳۰)

مسلمانوں میں اختلاف و نزاع پیدا ہو کر کبھی موقوف نہ ہوگا

مسلم و ابو داؤد عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرئیت مشارقھا و مغاربھا وان امتی سیبلغ ملکھا ما زوی لی منھا واعطیت الکنزین الاحمر والابیض وانی سئلت ربی ان لا یھلک امتی بسنۃ عامۃ ولا یسلط علیھم عدوا فیستبیح بیضتھم وان ربی تعالی قال

مسلم اور ابو داؤد نے ثوبان سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ البتہ اللہ تعالے نے میرے واسطے زمین کو لپیٹ دیا یعنی زمین کو سمیٹ کر میرے سامنے کر دیا تو میں نے زمین کا پورب پچھم دیکھ لیا سو جہاں تک میں نے دیکھا ہے وہاں تک میری امت کی بادشاہی پہونچیگی اور مجھکو دو خزانے سرخ و سپید ملے اور میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ میری امت کو عالمگیر قحط سے ہلاک نکرے اور اس کے سوا اور کسی دشمن کو اُن پر غالب نکرے جو اُن کی جڑ بیڑ کو اکھاڑ ڈالے اور البتہ میرے

یا محمد اذا قضیت قضاءً فانہ لا یرد وانی اعطیتک لامتک انی لا اھلکھم بسنۃ عامۃ ولا اسلط علیھم عدوا من سوی انفسھم فیستبیح بیضتھم ولو اجتمع علیھم من باقطارھا حتی یکون بعضھم یھلک بعضا	برتر پروردگار نے فرمایا ہے کہ اے محمد! جب میں کسی چیز کا حکم کرتا ہوں تو اس کو، کوئی ٹال نہیں سکتا اور البتہ میں نے تجکو دیا یعنی تجھپر احسان کیا کہ ان کو عالمگیر قحط سے نہ مارونگا اور ان کے کسی دشمن کو اُن پر غالب نکرونگا اس طرح پر کہ اُن کی جڑ پیڑ کو اُکھاڑ ڈالے اگرچہ اُن پر تمام دنیا کے اطراف کے کافر جمع ہو کر آئیں تاکہ یہاں کہ خود اس امت کے بعض لوگ بعضوں کو ہلاک کریں۔

ف

اس حدیث میں چھ پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

مشرق و مغرب میں مسلمانوں کی سلطنت کا پھیلنا چنانچہ مشرق سے مغرب تک یعنی بینا سے اندلس تک مسلمانوں کی قاہرہ سلطنت پھیل گئی تھی۔ ایشیا، یورپ اور افریقہ کے وسیع قطعات اسلامی خلافت کے زیر نگیں ہو چکے تھے۔ بعض ممالک جو زمانۂ خلافت میں مفتوح نہیں ہوے ان کو مسلمانوں کی آنے والی نسلوں نے فتح کیا۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ "میں نے پورب پچھم (مشرق و مغرب) کو دیکھ لیا

اور جہاں تک میں نے دیکھا ہے وہاں تک میری امت کی بادشاہی ضرور ہوگی" پس اس پیشینگوئی کی عظمت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی سلطنت مشرق و مغرب ہی میں زیادہ پھیلی اور جنوب و شمال میں انہوں نے کم ترقی کی۔ اس کتاب کے حصۂ اوّل میں ایسی ہی ایک پیشینگوئی ہم نے قرآن کی لکھی ہے تو گویا حدیث اس کی شرح ہوگی۔

دوسری پیشینگوئی

مسلمانوں کو دو خزانے سرخ و سپید یعنی سونا و چاندی ملیں گے اور یہ ظاہر ہے کہ فتوحات میں چاندی و سونا اس قدر مسلمانوں کو ملا جس کا اندازہ دشوار ہے

تیسری پیشینگوئی

مسلمانوں پر اُن کا کوئی ایسا دشمن (کفار سے) اس طرح غالب نہ ہوگا کہ وہ نیست و نابود ہو جائیں۔

اُن کی دشمن تو ساری دنیا تھی حتی کہ تمام یورپ نے متفقہ قوت سے مسلمانوں کے نیست و نابود کرنے پر کمر باندھی اور دو سو برس تک جنگ رہی۔ پھر بھی مسلمانوں کو نابود نہ کر سکے بلکہ وہ اور بڑھتے رہے۔ اسی ضمن میں یہ پیشینگوئی بھی صادق آگئی کہ امت کے بعض لوگ بعض کو تباہ کریں گے۔ خواہ خود ہلاک کریں یا بواسطۂ کفار۔ پہلی مثالیں تو کثرت سے ہیں اور دوسری مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ ابن علقمی وزیر اور نصیر الدین طوسی نے محض بدنفسی سے ہلاکو خاں اور تاتاریوں سے سازش کر کے خلافت عباسیہ

کو تباہ و تاراج کرایا یعنی مسلمانوں کو مسلمانوں ہی کی وجہ سے بربادی نصیب ہوی۔

چوتھی پیشینگوئی

مسلمانوں کا مسلمانوں ہی کے ہاتھوں نابود ہونا۔ جیسا کہ گذر چکا مسلمانوں کے جتنے خاندانوں اور اسلامی سلطنتوں کو نیستی کا منھ دیکھنا پڑا وہ اپنے ہی ہاتھوں۔

پانچویں پیشینگوئی

امم سابقہ کی طرح امت محمدیہ کبھی ایسے قحط عام میں مبتلا نہ ہوگی کہ سب مرجائیں بلکہ یہ امت خیر الامم دنیا رہنے تک قائم رہے گی۔

چھٹویں پیشینگوئی

امت محمدیہ میں آپس کا اختلاف۔ فتنہ و فساد اور قتل و نزاع کبھی موقوف نہ ہوگا

پیشینگوئی

(۳۱)

قسطنطنیہ ضرور فتح ہوگا

احمد باسناد حسن | امام احمد نے باسناد حسن اور حاکم نے

والحاکم عن بشر غنوی قال قال رسول اللہ صلعم لتفتحن القسطنطنیۃ ولنعم الامیر امیرھا ولنعم الجیش جیشھا	بشر غنوی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ البتہ قسطنطنیہ ضرور فتح ہوگا اور اس کا (فاتح) امیر اچھا امیر اور اس کا لشکر اچھا لشکر ہوگا۔

ف

امام احمد رحمہ اللہ کا انتقال[1] ۲۴۱ھ میں ہوا، اور اُن کے انتقال کے چھ سو پچھتر (۶۷۶) برس کے بعد ۸۵۷ھ میں یہ پیشینگوئی پوری ہوئی جب کہ سلطان ابوالفتح محمد خاں غازی فاتح نے نہایت دھوم دھام سے اس زبردست شہر کو فتح کیا اور اسکی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے۔

پیشینگوئی

(۳۲)

علم کا اُٹھ جانا۔ زنا و میخوارگی کی کثرت

عورتوں کی بہتایت۔ مردوں کی قلت

الشیخان عن انس قال	بخاری و مسلم نے انس رضؓ سے روایت

[1] اتحاف النبلاء للسید صدیق الحسن خاں قنوجی ثم بھوپالی ۱۲

سمعت رسول اللہ صلی اللہ	کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے
علیہ وسلم یقول انّ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
من اشراط الساعۃ	ہوئے سنا ہے کہ قیامت کی نشانیوں
ان یرفع العلم ویکثر	میں سے یہ ہے کہ علم اُٹھ جائے گا
الجھل ویکثر الزنا	اور جہالت کی کثرت ہوگی اور زنا زیادہ
ویکثر شرب الخمر	ہو جائیگی اور شراب خواری بڑھ جائیگی
ویکثر النساء حتّٰی	اور عورتیں اتنی بہت ہو جائینگی کہ پچاس
یکون لخمسین	عورتوں کی خبر گیری کرنے والا ایک
امرءۃ القیم الواحد	مرد ہوگا

ف

حدیث شریف میں پانچ پیشینگوئیاں ہیں۔

(۱) علم کا اُٹھ جانا اور علم سے علم شریعت مراد ہے۔ اس وقت علم شریعت بہت کم ہوگیا ہے اور روز بروز کم ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح کم ہوتے ہوتے قریب قیامت مفقود ہو جائے گا۔

(۲) جہالت کی کثرت جو فقدان علم کو لازم ہے۔

(۳) کثرت زنا۔ زنا سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا ہے اور ابتدائے اسلام سے پہلے تو گویا تمام عالم زنا و شراب کا دلدادہ تھا۔ اسلام نے بہت کچھ اسکو دبا دیا۔ جب اسلامی حکومت کمزور ہوئی اور یورپ نے آزادی کا طریقہ اختیار کیا تو زنا اور شراب خواری کو پھر ترقی ہونے لگی اور روز بروز ہوتی جاتی ہے۔ یورپ و امریکہ میں اس آزادی کو جو عام ترقی ہوئی اور ہو رہی ہے وہ دنیا پر آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور پیرس تو اسی بارہ میں ناموری کا خاص تمغہ حاصل کر چکا ہے

ان مستیوں اور عیاشیوں نے ملک کے ملک کو نکما کر دیا ہے اور اب وہ دن بہت نزدیک ہے کہ فرانس کسی مصرف کا نہ رہے اور اپنی ساری طاقت آزادیوں میں سلب کر کے دوسری سلطنتوں میں ہضم ہو جائے۔

(۴) شراب خواری کی کثرت اور یہ بھی نتیجہ آزادی کا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ اہل یورپ اور ان کے مقلدین میں شراب خواری نہ صرف عام بلکہ عین تہذیب ہے

(۵) عورتوں کی کثرت، مردوں کی قلت۔ مردم شماری سے معلوم ہوتا ہے کہ عرصہ سے ہندوستان میں لڑکیاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں، لڑکے کم، مرد زیادہ ہوتے ہیں عورتیں کم اور یہ بات شرفا ہی میں زیادہ دائر ہے۔ خدانخواستہ ایسا ہی رہا تو وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے کہ واقعی پچاس عورتوں کا خبر گیر ایک مرد ہوگا۔ یا شاید حدیث کا مطلب یہ ہو کہ مرد زیادہ مرینگے اور عورتیں کم تو اس صورت میں مردوں کی قلت، عورتوں کی کثرت لابد ہے جو شرفاء ہندوستان میں خاصکر ایک حسرتناک مشاہدہ ہے۔

یہ تو ہندوستان کا حال ہے۔ یورپ میں تو عورتوں کی اس قدر زیادتی ہوتی جاتی ہے کہ بعض عقلائے ولایت نے گھبرا کر مضمون لکھا مارے کہ اگر عورتوں کی تعداد اسی طرح بڑھتی رہی تو ہزاروں عورتوں کو شوہر نہ ملیں گے اور تعدد ازواج کو جو اسلام کا نامبارک مسئلہ کہا جاتا ہے ناگزیر یورپ میں جاری کرنا پڑے گا۔

یہاں اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ جب یہ سب امور ایک وقت میں اس طرح ہونے لگیں تو قیامت قریب ہے۔

پیشینگوئی

(۳۳)

ایک شر ہوگا جس میں دوزخ کی طرف بلانیوالے لوگ ہوں گے

الشیخان عن حذیفۃؓ قال کان الناس یسئلون رسول اللہ صلعم عن الخیر وکنت اسئلہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی قلت یا رسول اللہ انا کنا فی جاھلیۃ و شر فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ۔

بخاری و مسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ لوگ رسول اللہ صلعم سے خیر کے بارہ میں پوچھتے تھے اور میں آپ سے شر کا حال دریافت کرتا تھا اس خوف سے کہ کہیں مجکو نہ پہونچے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم جاہلیت اور بدی میں تھے تو اللہ نے ہم کو یہ خیر عنایت کیا تو کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہے آپنے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا پھر اس شر کے بعد بھی خیر ہوگا آپنے فرمایا ہاں اور اس میں کدورت ہوگی۔ میں نے عرض کیا اور اس کی کدورت کیا ہے آپنے فرمایا کچھ لوگ میری سنت کے خلاف راہ اختیار کرینگے اور میری

قال قوم یستنون بغیر
سنتی ویهدون بغیر
هدی تعرف منهم
وتنکر قلت فهل
بعد ذالك الخیر من
شر قال نعم دعاة علی
ابواب جهنم من
اجابهم الیها قذفوه
فیها قلت یا رسول الله
صفهم لنا قال هم من
جلدتنا ویتکلمون
بالسنتنا قلت فما تامرنی
ان ادرکنی ذلك
قال تلزم جماعة المسلمین
وامامهم قلت فان لم
یکن لهم جماعة
ولا امام قال فاعتزل تلك
الفرق کلها ولو ان
تعض باصل شجرة
حتی یدرکك الموت
وانت علی ذلك.

عادات کے خلاف اُن کی عادتیں ہونگی
تو ان کو پہچانے گا میں نے عرض کیا
پھر اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا فرمایا
ہاں دوزخ کے دروازوں کے بلانیوالے
ہوں گے جو شخص ان کی بات کو قبول
کرے گا اس کو اس میں ڈال دینگے
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان لوگوں کا
حال ہم سے بیان فرمائے۔ آپ نے
فرمایا وہ ہماری قوم سے ہوں گے
اور ہماری زبانوں سے باتیں کرینگے
میں نے کہا اگر مجکو یہ وقت ملے تو
آپ مجکو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا تم
مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام
کو لازم پکڑنا میں نے کہا اگر ان کے
امام اور جماعت نہ ہو، فرمایا تب ان
سب فرقوں سے الگ رہنا اگرچہ
مرتے وقت تک تجکو درخت کی
جڑ چبانی پڑے۔

سائل نے سوال کیا کہ ہم جاہلیت سے اسلام میں آئے کیا اس کے بعد پھر کوئی شر ہوگا؟
جاہلیت و اسلام دونوں عام ہیں تو جواب میں بھی بالضرور عام چیز کی خبر ہوگی شخصی امور کا مراد لینا قرین قیاس نہیں ہے پس آنحضرت نے جو خبر دی اس میں تین پیشینگوئیاں ہیں اور ان تینوں کو لامحالہ عام ہونا چاہیئے۔
(۱) پہلے خیر کے بعد شر ہونے سے مذہب میں فلسفہ کا مخلوط ہونا مراد ہے جیسا کہ معتزلہ نے کیا۔
(۲) پھر آپ نے فرمایا کہ اس شر کے بعد خیر ہوگا مگر اس میں کدورت یہ ہوگی کہ مسلمانوں کا ایک گروہ سنت رسول اللہ صلعم کے خلاف عمل کرے گا۔ اس خیر سے مراد مذہب کو باطل عقائد سے پاک کر کے صحیح عقائد کو رواج دینا ہی اور اس میں کدورت یہ ہے کہ بعض عقائد اس طرح بیان کئے گئے جو صریح سنت کے خلاف ہیں مثلاً ایمان کا بسیط ہونا وغیرہ ذلک۔
(۳) پھر اس خیر کے بعد ایک شر ہوگا جس میں دوزخ کی طرف بلانے والے لوگ ہوں گے۔ یہ زمانہ موجودہ کی حالت ہے جس میں ایک جماعت یہ کوشش کر رہی ہے کہ عقائد اسلام میں انتہائے تبدیلی پیدا کرے اور اس خیال کی ایک بہت بڑی جماعت ہوگئی ہے اور وہ بڑھتی جاتی ہے یہ نتیجہ ہے یورپ کی قوت اور نئے علوم کی اشاعت کا اور اگر یہی حالت رہی تو یہ خیال تمام عالم کو گھیر لے گا الا ماشاء اللہ ۱۲

پیشینگوئی

(۳۴)

ایک گونگا بہرا اندھا فتنہ ہوگا جو عرب کو بھر دیگا

الترمذی و ابن ماجہ عن ابن عمرؓ وقال قال رسول اللہ صلعم ستکون فتنۃ تستنظف العرب قتلاھا فی النار اللسان فیھا اشد من وقع السیف وابوداؤد عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ستکون فتنۃ صماء بکماء عمیاء من اشرف لھا استشرفت لہ

ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب ایک بڑا فتنہ پیدا ہوگا جو تمام عرب کو بھر دے گا۔ اس کے مقتول دوزخ میں جائینگے۔ اس فتنہ میں زبان کھولنی تیغ زنی سے زیادہ سخت ہوگی۔ اور ابوداؤد نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایک گونگا بہرا، اندھا فتنہ پیدا ہوگا۔ جو کوئی اس کی طرف دیکھیگا اس کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔

ف

فتنہ کے گونگے، بہرے، اندھے، ہونے سے یہ مراد ہے کہ فتنہ کرنیوالے

انداہ دہندہ کارروائی کرینگے ۔ نہ کوئی حق بات کہیگا نہ حق بات سنیگا ۔
اس فتنہ سے فتنہ قرامطہ مراد ہے جن کو لوگ اسلام کا ایک فرقہ خیال کرتے ہیں حالانکہ ان کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا ۔
قرامطہ کی اجمالی تاریخ یہ ہے کہ ایک گمنام شخص اطراف خجستان سے آیا اور عجیب تقدس کے ساتھ مقام نہرین میں جو، حوالی کوفہ میں سے ہے فروکش ہوا ۔ سالہاسال میں جب اس نے اپنے عجیب وغریب تقدس کا جال خوب بچھالیا تو اپنے آپ کو پوشیدہ امام کا نقیب ظاہر کیا ۔ اس دعوے کا کرنا تھا کہ لوگ اس کی طرف جھک پڑے اور اس کے مریدوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی اور اس نے دنیا میں اپنا ایک جداگانہ مذہب اور ایک خطرناک گروہ قائم کرلیا اس گمنام شخص نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا مگر ایک روز بیمار ہوجانے کے سبب سے بنیئے کے لدّو بیل پر جس کا نام کرمیتھ تھا سوار ہوکر گھر گیا ۔ اس مناسبت سے کرمیتہ اس کا نام پڑا جو رفتہ رفتہ بگڑ کر عربی میں قرامطہ ہوگیا ۔
قرامطہ کے جانشینوں میں ابتداءً ابوسعید نے ۲۸۶ھ میں ہتھیار اُٹھائے اور اس کو یہاں تک ترقی ہوئی کہ ہر طرف تاخت وتاراج کرنے لگا ۔ سارے بحرین میں ہل چل پڑگئی اور ہر ہر گاؤں میں قرامطہ کا سکہ بیٹھ گیا ۔
ایک دفعہ قرامطہ نے شہر بعلبک پر حملہ کرکے تمام باشندوں کو چن چن کر قتل کرڈالا پھر شہر سلیہ پہونچے ۔ شہر والوں نے چارہ کار نہ دیکھکر اطاعت اختیار کی اور قلعہ کا دروازہ کھولدیا ۔ قرامطہ نے داخل قلعہ ہوتے ہی قتل عام کا حکم نافذ کیا اور جب تمام انسان قتل ہوچکے تو ان کی خونخوار تلواریں جانوروں پر جھک پڑیں ۔ مکتبوں اور مدرسوں میں گھس گھس کر معصوم بچوں کو قتل کیا اور جب کوئی متنفس نہ رہا تو اطراف وجوانب کے گاؤں میں قتل عام کرنے لگے ۔

حاجیوں کا ایک سب سے بڑا قافلہ بغداد و عراق سے حجاز کو جا رہا تھا اس پر یکایک ٹوٹ پڑے تمام معزز و گرانمایہ لوگوں کو عورتوں سمیت گرفتار کر لیا اور پھر سب کے لوٹ پاٹ کر محتاج و بے زر ریگستان میں چھوڑ چل دئے جہاں اُن بیچاروں نے بھوک پیاس سے دھوپ میں جھلس جھلس کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جانیں دیں یہ مشتے نمونہ از خروارے تھا۔ غرض کہ ان باجیوں کے مظالم کی تاب نہ لاکر تمام ملک چیخ اُٹھتا تھا اور یہ ایک ایسا فتنۂ عظیم تھا جس نے کل عرب کو تہ و بالا کر دیا تھا اور یہ ایک ایسی مصیبت تھی جس نے اسلام کی بنیاد تک کو ہلا دیا تھا۔ عرب کا کونہ کونہ ان کے تاخت و تاراج کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

آخر ۳۶۳ھ میں ابو یعقوب یوسف بن حسن جنابی تراسی ۸۳ برس کی عمر میں دار البوار کو سدھارا قرامطہ میں پھوٹ پڑی اور اُن میں زوال شروع ہوا۔ خلق اللہ کو چین ملا۔

قرامطہ کی مفصل تاریخ اور ان کے دل دہلا دینے والے واقعات تصریح کے ساتھ کتب تواریخ میں مندرج ہیں۔ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی کی کتاب تاریخ سندھ جلد دوم میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے۔

امام ابن ماجہؒ کی وفات ۲۷۳ھ میں ہوئی۔ امام ترمذیؒ نے ۲۷۹ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔ امام ابو داؤدؒ نے ۲۷۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہی لوگ اس حدیث (پیشینگوئی) کے راوی ہیں اور ان سب کے انتقال بعد ۲۸۰ھ ہجری میں قرامطہ کا ظہور ہوا اور تقریباً ساٹھ برس کے بعد ان کے اعجوبۂ روزگار فتنوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

پیشینگوئی

(۳۵)

ایک زمانہ میں لوگ امانت کو غنیمت سمجھینگے

(۳۶)

زکوٰۃ وصدقات کو تاوان سمجھیں گے

(۳۷)

علوم دین کو نہ دین کیلئے پڑھینگے نہ پڑھائیں گے

(۳۸)

فاسق لوگ سردار قوم ہوں گے

(۳۹)

طوائف کی کثرت ہوگی

۴۰

پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت کریں گے

الترمذی عن ابی ھریرۃؓ قال	ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ

قال رسول اللہ صلعم اذا
اتخذوا الفئ دولا والامانۃ
مغنما والزکاۃ مغرما
وتعلم لغیر الدین
واطاع الرجل امرءتہ
وعق امہ وادنی صدیقہ
واقصی ابآہ وظہرت
الاصوات فی المساجد
وساد القبیلۃ فاسقہم
وکان زعیم القوم
ارزلہم واکرم الرجل
مخافۃ شرہ
وظہرت القینات
والمعازف وشربت
الخمور ولعن آخر
ہذہ الامۃ
اولہا فارتقبوا
عند ذالک ریحا حمراء
وزلزلۃ وخسفا ومسخا
وقذفا وآیات تتتابع کنظام
قطع سلکہ فتتابع -

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب غنیمتیں دولت
شمار کی جائیں اور امانت غنیمت ہو جائے
اور زکات تاوان سمجھی جائے اور علم
غیر دین کے لئے سیکھا جائے اور
مرد اپنی بی بی کا تابعدار ہو جائے اور
اپنی ماں کے خلاف کرے اور اپنے
باپ کو دور کرے اور مسجدوں میں
آوازیں بلند ہونے لگیں اور قوم کا
سردار اُن میں کا فاسق ہو اور قوم کا
رئیس اُن میں کا کمینہ ہو اور مرد کی تعظیم
اس کی برائی کی ڈر سے کیجائے اور
رنڈیاں اور باجے عام ہو جائیں اور
شرابیں پی جائیں اور پچھلے لوگ اپنے
اگلوں پر لعنت کرنے لگیں (جب یہ
سب باتیں پیدا ہو جائیں) تو اس وقت
سرخ ہوا اور بھونچال اور زمین میں
دھنس جانے اور صورتوں کے مسخ
ہو جانے اور پتھروں کے برسنے
کا انتظار کرو اور ان کے علاوہ اُن
نشانیوں کے بھی منتظر رہو۔ جو پے در پے
پہونچیگی جیسے جواہر کی لڑی کہ ڈورا اسکا

ٹوٹ جائے تو دانے پیہم گرنے لگیں

ف

(۱) غنیمت کو اپنی دولت شمار کرنا اور غنیمت وہ مال ہے جو شرعی جنگ میں مسلمانوں کو غنیم سے دستیاب ہو۔

(۲) امانت کو غنیمت سمجھنا اور یہ مشاہدہ ہے کہ امانت میں خیانت کرنی عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً کثرت سے شائع ہے۔

(۳) زکوٰۃ وصدقات کو تاوان سمجھنا۔ ایک جماعت مسلمانوں کی جو اصول دین سے بیخبر ہے ٹیکس سرکاری کے ہوتے ہوئے زکات کو تاوان سمجھتی ہے معاذ اللہ

(۴) علم کا دین کے لئے نہ پڑھنا نہ پڑھانا اور یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ علم پڑھتے ہیں تو دنیا کے لئے اور یہی وجہ ہے کہ علوم دین کی تعلیم دنیا میں ہر جگہ کم ہوتی جاتی ہے۔

(۵) مردوں کا اپنی بی بیوں کے تابع ہو جانا۔ یورپ وامریکا میں تو عموماً مرد، عورتوں کے فرماں بردار ہیں اور اسلامی ممالک میں وہ لوگ بھی ایسے ہی ہیں جو تابع تہذیب یورپ ہیں۔ پس جہاں تک تہذیب یورپ وسیع ہوگی اس وصف ترقی کرتا جائے گا۔

(۶) ماں کی نافرمانی کرنی۔ یہ نتیجہ آزادی ہے اور جس قدر آزادی جہل کے ساتھ زیادہ ہوگی۔ اسی قدر ان امور میں ترقی ہوگی۔

(۷) باپ کو دور کرنا۔ یہ اس لئے کہ اس کی مشفقانہ نصیحت سے اپنے کو محفوظ رکھیں۔ اور آزادی سے اپنے ہم مذاقوں کے ساتھ ناملائم اشغال میں بسر کریں۔

(۸) دوست کو نزدیک کرنا یعنی ہم مذاقوں کی ہم صحبتی۔ اس زمانہ کی یہ حالت ہے کہ نیک کاموں میں مشکل سے کوئی ہمخیال ہوتا ہے اور برے کاموں میں فوراً ہمخیال پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ رقص و سرود، اور قمار و شراب میں دیکھا جاتا ہے۔

(۹) مسجدوں میں آوازوں کا بلند ہونا یعنی دنیاوی جھگڑوں اور قضایا کا ہونا

(۱۰) فاسقوں کا سردار قوم ہونا۔ قوم و قبائل کے اکثر سردار فاسق ہی دیکھے جاتے ہیں۔

(۱۱) کمینہ لوگوں کا پیشرو قوم ہونا۔

ہماری بستی قصبہ **چریاکوٹ** ہندوستان کے مشہور و معروف قصبات سے ہے جو ہمیشہ سے معدن علم و فضل اور منبع علما و فضلا رہا ہے کوئی دور ایسا نہیں رہا کہ سات آٹھ مشاہیر علماء وہاں موجود نہ ہوں۔ ہمارے زمانۂ طفلی میں بھی سات جید عالم موجود تھے جن سے محفل فضل روشن اور بازار درس و تدریس گرم رہتا تھا۔ ان میں سے مولوی علی عباس۔ مولوی نجم الدین۔ مولوی عنایت رسول۔ مولوی محمد فاروق۔ اور مولوی محمد اعظم سرآمد روزگار تھے۔ مگر باوجود اس کے ہم نے دیکھا کہ ۱۳۰۵ھ میں بعض اوقات سادات بنو ہاشم نے باوجود فضل کے نماز جمعہ میں ایک جاہل فوربات مگر حافظ کی اقتدا کر لی۔

(۱۲) مرد کی تعظیم اُس کی بُرائی کے خوف سے کرنی۔ بلاشک ابتو زیادہ تر وہی لوگ مستحق تعظیم اور قابل اکرام ہیں جن کی ذات سے نقصان کا اندیشہ ہو۔

(۱۳) طوائف کی کثرت۔ اس لئے کوئی شہر خالی نہیں ہے اور علی الاکثر ان سے اختلاط عیب نہیں سمجھا جاتا۔ سنا گیا ہے کہ جب لکھنؤ کی حکومت قائم تھی

تو امرا کے بچے تہذیب و اخلاق سیکھنے کے لئے طوائف کے پاس بھیجے جاتے تھے۔ یہ تو اب ہی کہ علی العموم اولیائے کرام کے عرسوں میں طوائف طلب کی جاتی ہیں اور ان کے رقص و سرود سے مجلس حال و قال کی رونق بڑھائی جاتی ہے

(۱۴) مزامیر کی کثرت جو رقص کا ذیمہ ہے۔

فی الحال ایک آلہ ایجاد ہوا ہے۔ جس میں آواز طبع ہو جاتی ہے اور جب خاص طریقہ پر اس میں حرکت پیدا کی جاتی ہے تو وہ آواز بعینہٖ ویسی ہی سنائی دیتی ہے جیسی کہ وہ طبع ہوئی تھی۔

اب بحث یہ ہے کہ اس آلہ (گراما فون) میں قرآنی آیات کو بھرنا جائز ہے یا نہیں

یہ آلہ کوئی باجا نہیں ہے ہاں باجے کی آواز بھری جائے تو ویسی ہی سنائی دیگی ظاہر تو یہ ہے کہ اگر قرآن کی آیات بغرض شرعی گراما فون میں طبع کیجائیں بشرطیکہ کوئی شرعی ادب متروک نہ ہو تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی شرعی غرض نہو یا آنکہ آداب شرعیہ متروک ہوں تو جائز نہیں ہے بموجب اس آیت کے کہ جو لوگ قرآن کو مشغلۂ لہو و لعب بنائیں تم اُن کے پاس سے اُٹھ جاؤ۔

(۱۵) شراب کا علانیہ پینا۔ بعض ممالک کے مسلمانوں میں زیادہ رائج ہے۔ ہندوستان کے جدید تہذیب والے مسلمان بھی اس کے بہت دلدادہ ہوتے جاتے ہیں اور یہ رواج ترقی پر ہے۔

(۱۶) پچھلے لوگوں کا اگلوں پر لعنت کرنا مثلاً شیعی خلفائے راشدین۔ صحابۂ کرام ازواج مطہرات اور بعض دوسرے اقربائے رسول و اکابر صحابہ کو برا کہتے ہیں گالیاں دیتے ہیں اور اُن پر لعنت کرنے کو موجب ثواب سمجھتے ہیں۔

اسی طرح خوارج حضرتین اور اُن کے اتباع کو برا کہتے ہیں اور اسی طرح نواصب حضرت علی اور اُن کے گروہ و لواحق کو فاسق سمجھتے ہیں۔

ان پیشینگوئیوں کے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب یہ سب باتیں ظاہر اور وقوع پذیر ہو جائیں تو پانچ باتوں کے انتظار میں رہنا۔

(۱۷) زلزلوں کی کثرت۔

(۱۸) زمین میں دھنس جانا۔

(۱۹) مسخ ہوا کا چلنا۔

(۲۰) صورتوں کا مسخ ہو جانا یعنی اُن کی طبیعتوں اور سیرتوں کا بالکل کایا پلٹ ہو جانا کہ وہ بالکل انسانیت سے گذر جائینگے۔

(۲۱) پتھروں کا برسنا۔

حدیث قدسی کا مطلب یہ ہے کہ (۱۶) پیشینگوئیوں تک جو امور بیان کئے گئے ہیں جب اُن سب کا ظہور ہو لے اور بداخلاقیاں انتہائے حد کو پہونچے جائیں تو اس وقت اُن پانچ چیزوں کا انتظار کرو جن کا ذکر (۱۷) پیشینگوئی سے آخر تک کیا گیا ہے اور یہ جو آخر کی پانچ چیزیں ہیں اُن کے بعد اور بھی نشانیاں ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے کہ وہ پے در پے اس طرح ظاہر ہونگی جس طرح لڑی کا ڈورا کاٹ دینے کے بعد موتی پے در پے گرنے لگتے ہیں۔ لیکن آخر الذکر پانچوں امور ہنوز ظاہر نہیں ہوئے ہیں نہ پے در پے دوسری نشانیاں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سولہ امور سابقہ کا ظہور بطریق اکمل آئندہ ہونیوالا ہے اس کے بعد آخری علامات ظاہر ہوں گی۔ اور پھر قیامت آئیگی۔

پیشینگوئی

(۱۴۱)

توپ۔ بندوق۔ ہوائی جہاز۔ ریڈیم۔

مسلم عن ابن مسعودؓ قال ان الساعۃ لا تقوم حتی لا یقسم میراث ولا یفرح بغنیمۃ ثم قال عدو یجمعون لاھل الشام ویجمع لھم اھل الاسلام فیشترط المسلمون شرطۃ للموت لا ترجع الا غالبۃ فیقتتلون حتی یحجز بینھم اللیل فیفی ھولاء وھولاء کل غیر غالب وتفنی الشرطۃ ثم یشترط المسلمون شرطۃ للموت لا ترجع

مسلم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ بیشک قیامت نہ قائم ہوگی یہانتک کہ نہ بانٹی جائے میراث اور نہ خوش ہو کوئی بسبب غنیمت کے۔ پھر فرمایا کہ اہل شام سے لڑنے کے لئے دشمن لشکر جمع کریں گے اور مسلمان بھی ان دشمنوں سے جنگ کے لئے فوج جمع کرینگے پھر مسلمان اپنے لشکر میں سے ایک فوج منتخب کرینگے جو بلا فتح کئے مرنا قبول کرے مگر واپس نہ ہو پھر مسلمانوں اور کافروں میں قتال ہوگا۔ یہاں تک کہ ان دونوں کے درمیان میں رات حائل ہوگی تو دونوں اپنے ڈیروں میں واپس ہوں گے اور کوئی غالب نہ ہوگا اور پہلی

الاغالبۃ فیقتتلون
حتیٰ یحجز بینھم اللیل
فیفیٔ ھولاء وھولاء
کل غیر غالب
وتفنی الشرطۃ ثم
یتشرط المسلمون شرطۃ
للموت لا یرجع الا غالبۃ
فیقتلون حتی یمسوا
فیفیٔ ھولاء وھولاء
کل غیر غالب
وتفنی الشرطۃ فاذا
کان یوم الرابع
نھد الیھم بقیۃ
اھل الاسلام فیجعل
اللہ الدبرۃ علیھم
فیقتتلون مقتلۃ
لم یُرَ مثلھا حتیٰ
ان الطائر لیمرّ
بجنباتھم فلا
یخلفھم حتی
یخر میتا فیتعاد بنوالاب

مرتبہ جو بھیجی گئی تھی وہ ماری جائیگی
پھر مسلمان ایک دوسری فوج
منتخب کریں گے جو مرنا قبول کرے
مگر بلا فتح کے واپس نہ ہو۔ پھر آپس میں
لڑیں گے یہاں تک کہ رات ان دو
کے درمیان میں حائل ہوگی اور کوئی
غالب نہ ہوگا اور وہ فوج سب مقتول
ہو جائیگی۔ پھر مسلمان ایک تیسری
فوج منتخب کریں گے جو مرنا قبول
کرے مگر بلا فتح کئے واپس نہ ہو
پھر مسلمان اور کفار لڑیں گے یہاں تک
کہ شام ہو جائیگی تو یہ سب اپنے ڈیروں
کو واپس ہوں گے اور کوئی غالب
نہ ہوگا اور وہ فوج سب ماری جائیگی
پھر جب چوتھا دن ہوگا تو بقیہ سب
مسلمان کفار کی طرف جھک پڑینگے
تب اللہ تعالیٰ کفار پر شکست کی ہوا
چلائے گا پس مسلمان اور کفار لڑینگے
اور ایسی جنگ ہوگی کہ ویسی جنگ
کبھی نہ دیکھی گئی ہوگی۔ یہاں تک کہ
پرندہ اُن کی طرف سے گذرنا چاہیگا

كانوا مائة فلا يجدونه
بقي منهما الا الرجل
الواحد فبأي غنيمة
يفرح او اي ميراث
يقسم فيناهم
كذلك اذ سمعوا
بباس هو اكبر من
ذلك فجاءهم
الصريخ ان الدجال
قد خلفهم في ذراريهم
فيرفضون ما في ايديهم
ويقبلون فيبعثون
عشرة فوارس طليعة
قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم
اني لاعرف اسماء
هم واسماء آبائهم
والوان خيولهم
هم خير فوارس
على ظهر الارض
يومئذ۔

تو گذرنے سے پہلے مردہ ہو کر گر پڑے گا
پھر ایک باپ کے بیٹے جو عدد میں سو ہوں گے
اپنوں کو گنینگے تو سوائے ایک مرد کے
کسی کو باقی نہ پائینگے ایسی حالت میں وہ
کس غنیمت سے خوش ہونگے اور کونسی
میراث تقسیم ہوگی پھر وہ لوگ اسی حال میں
ہوں گے کہ مسلمان ایک لڑائی کی خبر
سنینگے جو اس سے بھی بڑی ہوگی پھر
مسلمانوں کو ایک آواز سنائی دیگی
کہ دجال ان کے پیچھے ان کی اولاد
میں پہونچگیا ہے تو جو کچھ اُن کے
ہاتھوں میں ہوگا سب چھوڑ چھاڑ کر
دجال کی طرف متوجہ ہوں گے پھر
دس سوار بھیجینگے تا دشمن کے حال
سے مطلع ہوں (اس کے بعد)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
میں بے شک اُن کے نام اور اُن کے
باپوں کے نام جانتا ہوں اور اون کے
گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں
وہ اس وقت روئے زمین کے
تمام سواروں سے بہتر ہوں گے۔

ف

اس پیشینگوئی کا ہنوز وقوع نہیں ہوا ہے بلکہ قریب قیامت ہوگا اس حدیث میں ایک ایسی بات بیان کی گئی ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے خود ایک پیشینگوئی ہے اور ایسی پیشینگوئی جو ظاہر ہو چکی ہے۔ بیان یہ کیا گیا ہے کہ "ایسی سخت لڑائی ہوگی کہ اڑنے والا جانور ان کے پاس سے گذر جانا چاہے گا تو گذرنے سے پہلے مر کر گر پڑے گا۔

آنحضرت علیہ التحیۃ والثنا کے زمانہ میں نیزہ۔ تلوار۔ خنجر۔ گرز اور تیر و کمان کی لڑائی تھی لیکن یہ آلات ایسے نہیں ہیں کہ ان کی لڑائی میں طیور کا گزر جانا ناممکن ہو تیر میں اگرچہ فی الجملہ اس کی صلاحیت ہے مگر اسی وقت جب اس کے مارنے کا ارادہ کیا جائے اور خونخوار لڑائی کے وقت گذرنے والے طائر کے مارنے کا ارادہ بعید ہے۔ پس ناگزیر ایسے آلات کی لڑائی ہوگی جس کی وجہ سے ناخواستہ طیور بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ تو یا تو وہ توپ و بندوق ہے یا ہوائی جہاز کی جنگ ہے یا ریڈیم مقصود ہے یا مثل اس کے اور کوئی چیز جو اس وقت تک ایجاد ہو۔ پس اگر توپ و بندوق ہو تو اس کے متعلق پیشینگوئی پوری ہو چکی اور علی ہذا القیاس ہوائی جہاز یا ریڈیم کی نسبت اور اگر ایجاد آئندہ ہو تو وہ پیشینگوئی آئندہ پوری ہوگی۔

پیشینگوئی

(۴۲)

امراء مذہبی امور میں بہت سست ہو جائینگے

ابو داؤد عن عبادۃ بن الصامتؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا ستکون علیکم امراء بعدی یشغلہم اشیاء عن الصلوٰۃ لوقتہا حتی یذہب وقتہا فصلوا الصلوۃ لوقتہا	ابوداؤد نے عبادہ بن صامت سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امیر ہوں گے جن کو (دنیا کی) چیزیں نماز کو وقت پر پڑھنے سے باز رکھینگی یہاں تک کہ اس کا وقت چلا جائے پس تم لوگ (ہمیشہ) وقت پر نماز پڑھا کرو۔

ف

اس حدیث میں کوئی شخص خاص مقصود نہیں ہے مقصود یہ ہے کہ آئندہ امرا مذہبی امور میں سست ہوں گے یہاں تک کہ دوسرے اشیاء کی مشغولیت بھی اُن کو وقت پر نماز پڑھنے سے باز رکھیگی تو یہ پیشینگوئی غیر محدود بار ثابت ہو چکی اور ثابت ہوتی رہے گی۔

پیشینگوئی

(۴۳)

مدینہ میں طاعون آئیگا نہ دجال

الشیخان عن ابی ہریرۃؓ	مسلم اور بخاری نے ابوہریرہؓ سے

قال قال رسول اللہ صلعم علی انقاب المدینۃ ملائکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال	روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مدینہ کی راہوں پر فرشتے نگہبان ہیں نہ اُس میں طاعون داخل ہوگا نہ دجال۔

ف

کیسی زبردست پیشینگوئی ہے کہ تیرہ سو برس گذر گئے مگر طاعون نہ آیا اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک مدینہ منورہ میں طاعون نہ آئے گا۔
اسی طرح دجال بھی مدینہ میں داخل نہ ہو سکیگا۔

لطیفہ

اکثر علماء کے نزدیک، دجال کے داخل مدینہ نہونے کی پیشینگوئی قریب قیامت پوری ہوگی۔ ان کے نزدیک دجال ایک فرد خاص کا نام ہے جو قیامت کے قریب پیدا ہوگا۔ پھر ظاہر ہوکر بڑی قوت وجمعیت فراہم کریگا اور انواع واقسام کے فریب اور خلاف عادات عجیب عجیب کارروائیوں سے اہل عالم کو گمراہ اور خدائی کا دعویٰ کرے گا وہ چالیس دن میں تمام دنیا کا دورہ کرلے گا مگر باہمہ قوت وشوکت مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکیگا آخر میں مسیح ومہدی آکر دجال کو قتل کریں گے اور مذہب اسلام کو ان سے اشاعت ہوگی۔
عام علمائے محدثین کا یہی مذہب ہے مگر ہمارے نزدیک یہ پیشینگوئی بھی پوری اور عالم آشکار ہوچکی۔
دجال کسی فرد خاص کا نام نہیں ہے بلکہ دجال سے دجال صفت قوم مراد ہے

اور احادیث صحیحہ کثیرہ میں جو صفت دجال کی بیان کی گئی ہے وہ ٹھیک ٹھیک اقوام یورپ اور پادریوں پر صادق آتی ہے تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مدینہ میں نہ تو طاعون آئیگا نہ اُس پر دجال صفت یورپ والے متصرف ہو سکینگے اور یہ پیشینگوئیاں ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔

یورپ و امریکا کے لوگ تمام دنیا پر مسلط ہو گئے۔ عیسائی مشنریوں نے زمین کے چپہ چپہ پر اپنا سکہ جمالیا مگر مدینہ کی طرف نہ کسی کا قدم بڑھا نہ بڑھنے کی کی جرات ہوئی نہ انشاء اللہ کبھی بڑھے گا۔

تنبیہ

دجال کی بحث انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کسی پیشینگوئی میں بالتفصیل آئیگی۔

پیشینگوئی

(۴۴)

عورتیں لباس پہنینگی اور برہنہ رہینگی

(۴۵)

عورتوں کی سرینیں اونٹوں کے کوہانوں کے سے ہونگے

مسلم عن ابی ھریرۃ قال قال	مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنفان من اھل النار لم ارھما قوم معھم سیاط کاذناب البقر یضربون بھا الناس ونساء کاسیات عاریات مُمیلات مائلات رؤسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ لا یدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخیوں میں کے دو گروہ ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ایک اُن میں سے وہ لوگ ہیں جن کے پاس کوڑے ہوں گے گایوں کی دُموں کے مثل اُن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور دوسری قسم میں وہ عورتیں ہیں جو ظاہر میں کپڑے پہنے ہوں گی اور اصل میں ننگی ہونگی وہ غیر مردوں کو اپنے پر لبھانے والیاں اور مردوں پر جان دینے والیاں ہونگی ان کے سر ہوں گے جیسے بختی اونٹوں کے ہلتے ہوئے کوہاں یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہونگی نہ جنت کی مہک پائینگی۔

ف

اس حدیث میں تین پیشینگوئیاں ہیں۔

(۱) چوبداروں اور کوڑے بازوں کا پیدا ہونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسے لوگ نہیں تھے۔ جب اسلام میں خلفا کی جگہ سلاطین ہوئے تو طرز حکومت میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں جن میں سے ایک تبدیلی یہ بھی تھی کہ چوبدار اور کوڑے والے مقرر ہوئے جو رعایا اور مظلوموں کو بادشاہ و

حاکم تک پہونچنے نہیں دیتے بلکہ جبراً باز رکھتے تھے۔ آج بھی یہی طریقہ دنیا میں جاری ہے اور مظلوموں کے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہے۔

(۲) دوسری پیشینگوئی اُن عورتوں کی نسبت ہے جو کپڑے پہنے ہونگی اور پھر بھی برہنہ رہینگی اور وہ اس برہنہ تنی کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ اور وہ ایسا کیوں کرینگی؟ اس لئے کہ وہ خود مردوں کی جانب مائل ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ وہ ایسی عورتیں ہونگی جو مردوں کی طرف زیادہ مائل ہوں گی اور اس غرض سے کہ مرد بھی ان کی طرف مائل ہوں اس وضع کے کپڑے پہنینگی جس سے اُن کا سارا بدن نظر آئیگا اور اُن کی پوشیدنی بدن اور تناسب اعضاء کو دیکھکر مردوں میں ہیجان پیدا ہوگا۔

یورپ و امریکا کی لیڈیوں نے اس پیشینگوئی کو ثابت کر دکھایا۔ ان لیڈیوں کے بدن کا اکثر حصہ تو علی العموم کھلا ہی رہتا ہے۔ ان کا چست و بھڑکیلا لباس عضو عضو کا تناسب ظاہر کرتا ہے اور بال وغیرہ میں جو خاص لباس پہنے جاتے ہیں ان سے تو بالکل ہی برہنہ نظر آتی ہیں اور اس لباس کو مردوں کے لبھانے اور مائل کرنے میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

(۳) تیسری پیشینگوئی یہ فرمائی کہ ان عورتوں کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کے سے ہوں گے۔ اس سے مراد جوڑا ہے اور اب مصر کی عورتیں بالکل ایسا ہی جوڑا عام طور پر باندھتی ہیں اور یورپ اور اکثر ملکوں میں اس کا رواج ہے۔ سبحان اللہ! تیرہ سو برس کے بعد پیشینگوئی کا پورا ہونا عجیب امر ہے۔

پیشینگوئی

(۴۶)

فتنہ یورپ کی طرف سے آئیگا

بخاری عن الزھری عن سالم عن ابیہؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قام الی جنب المنبر فقال الفتنۃ ھٰھنا الفتنۃ ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان وعن ابن عمرؓ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مستقبل المشرق تقول الا ان الفتنۃ ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان

بخاری نے زہری سے انہوں نے سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ منبر کے پاس یا منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا دیکھو فتنہ ادھر سے آئیگا ادھر سے (یورپ کی طرف اشارہ کیا) جہاں سے شیطان کی چوٹی نکلتی ہے اور ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ یورپ کی طرف منہ کئے ہوئے فرماتے تھے کہ دیکھو فتنہ ادھر سے نمودار ہوگا ادھر سے جہاں سے شیطان کی چوٹی نکلتی ہے۔

ف

نجد۔ عراق عرب۔ ایران اور ہند۔ وغیرہ یہ سب ممالک مدینہ منورہ کے یورپ کی طرف

واقع ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ ایشیا کے اکثر فتنے جنہوں نے خاص کر عرب اور اسلام کی عمارت کو ہلا ہلا ڈالا انہیں اقطاع وممالک سے پیدا ہوئے۔ ان میں سب سے بڑا فتنہ وحشی تاتاریوں کا تھا جنھوں نے اسلامی خلافت کو نیست و نابود کر دیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو ذبح اور ملک میں قتل عام کیا۔ بغداد کو جو اسلام کا دارالحکومت اور دنیائے اسلام کا مذہبی مرکز تھا تباہ و برباد کر ڈالا۔ یہ قیامت خیز ہنگامہ تدوین بخاری کے چار سو برس کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

پیشینگوئی

(۴۷)

نیک لوگ دنیا سے اُٹھ جائینگے

بخاری عن مرداس الاسلمیؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذھب الصالحون الاول فالاول ویبقی حفالۃ کحفالۃ الشعیر او التمر لایبالیھم اللہ۔

بخاریؒ نے مرداس اسلمی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (قیامت کے قریب) نیک لوگ ایک کے بعد ایک دنیا سے اُٹھ جائینگے اور جو کے بھوسے اور کھجور کے کچرے کی طرح کچھ لوگ دنیا میں رہ جائینگے جن کی اللہ تعالیٰ کو ذرا بھی پروا نہ ہوگی۔

ف

قیامت کا وقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے مگر یہ پیشینگوئی نسبۃً پوری ہوتی جاتی ہے

کہ مسلمانوں میں سے جو صلحاء اُٹھتے ہیں اُن کا کوئی جانشین نہیں ہوتا۔ جب صلحاء ایک ایک کرکے یونہیں اُٹھ جائینگے بلااس کے کہ کوئی اُن کا قائم مقام ہو تو لازمی نتیجہ ہے کہ صرف خراب لوگ رہ جائیں۔ شاید کوئی وقت ایسا بھی آئے کہ کوئی بھی صالح نہ رہے

پیشگوئی

(۴۸)

بخاری عن ابن عمرؓ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض	بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دیکھو میرے بعد کہیں کافر نہ ہو جانا کہ لگو ایک دوسرے کی گردنیں مارنے

ف

یَضْرِبُ بَعْضُکُمْ صفت کفار ہے پس دو صورتیں ہیں یا تو اس فعل کی وجہ سے وہ کفار ہو جائیں یا وہ کافر ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگیں۔ یہ دوسری صورت وقوع پذیر نہیں ہوئی اس لئے لامحالہ پہلی ہی صورت ماننی پڑے گی جو عرف و عقل کے مطابق بھی ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے سوا اسلام کے دوسرے فرقہ کو سمجھتے ہیں کہ مسلمان ہیں مگر بعض عقائد کے اختلاف کی وجہ سے ان کے قتل کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اسی طرح اسلام کے بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو کسی مسلمان کو اپنے یا اپنے پیشوا کے مخالف کی فرضی شکل بنا کر اور اسی مخالف کا فرضی نام رکھکر قتل کر دیتے ہیں اور

اور اس طرح پر اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہی حکم ہے مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا۔

پیشینگوئی

(۴۹)

موجودہ زمانہ کے لوگوں کی حالت

بخاری عن عمران بن حصینؓ عن النبی صلعم قال خیرکم قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم قال عمران فما ادری قال النبی صلعم بعد قولہ مرتین او ثلاثا ثم یکون بعدهم قوم یشهدون ولا یستشهدون ویخونون ولا یوتمنون وینذرون ولا یفون ویظهر فیهم السمن۔

بخاری نے عمران بن حصینؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں بہتر میرے زمانہ کے لوگ (صحابہ) ہیں پھر جو ان کے بعد والے ہیں (تابعین) پھر جو ان کے بعد والے ہیں (تبع تابعین) عمرانؓ کہتے ہیں مجکو یاد نہیں رہا کہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا (ثم الذین یلونهم) یا تین مرتبہ۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہونگے جو بن بلائے گواہی دینگے اور امانت میں خیانت کرینگے۔ ان کا کوئی بھروسا نہیں کریگا اور منت مانینگے لیکن پوری نہیں کرینگے۔ اور (کھا پیکر) موٹے بنیں گے۔

ف

اس زمانہ کے لوگوں کا حال جس کو ہم دیکھ رہے ہیں یا لوگوں سے سن رہے ہیں یا اخباروں کے ذریعہ سے معلوم کر رہے ہیں ایسا ہی ہے کہ جھوٹی گواہی دیں بن بلائے گواہی دینے کو آموجود ہوں تا اس ذریعہ سے کچھ کمالیں۔ امانت میں خیانت کریں۔

یہ تو عباد کے معاملہ میں ہے۔ خداوندی معاملہ کی صورت یہ ہے کہ منت مانیں اور پوری نکریں گویا خدا کو بھی فریب دے رہے ہیں۔

یہ حالت عام ہو رہی ہے اور اس کے خلاف بہت کم لوگ پائے جاتے ہیں۔

اس مقام پر ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ بداخلاقی کب پیدا ہوئی لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اہل اسلام کی حکومت کمزور ہوئی تو عام قانون فطرت کے مطابق بداخلاقیاں پیدا ہو گئیں اور ہونے لگیں جن میں بداخلاقی زیر بحث بھی ہے۔

پیشینگوئی

(۵۰)

مسلمانوں کی بہت سے خاندان بت پرست ہو جائینگے

(۵۱)

مسلمانوں میں تیس جھوٹے مدعی نبوت ہونگے

ابوداؤد والترمذی عن	ابوداؤد اور ترمذی نے ثوبانؓ سے روایت

ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلعم لا تقوم الساعۃ حتّٰی تلحق القبائل من امتی بالمشرکین وحتّٰی تعبد قبائل من امتی الاوثان وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی

کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تک میری امت کے بہت سے قبیلے مشرکوں میں نہ مل جائیں اور جب تک میری امت کے بہت سے خاندان بتوں کو نہ پوجیں قیامت نہیں قائم ہوگی اور عنقریب میری امت میں تیس ۳۰ بڑے جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک اپنے کو اللہ کا نبی سمجھیگا حالانکہ میں خاتم الانبیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ف

پہلی پیشینگوئی

مسلمانوں کا مشرکوں سے مل جانا۔ تلحق بالقبائل کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مشرکوں سے ساز باز رکھینگے اور اپنے دعوے اسلام کے ساتھ مشرکوں سے مل کر اسلام و اہل اسلام کی مخالفت کرینگے اور یہ بات ہم اس وقت ہندوستان میں اپنے آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک فرقہ جو اپنے ہی کو مسلمان سمجھتا ہے آریوں اور ہندوؤں کا جتھہ لیکر اسلام اور اس کے پیروان سنّت کی مخالفت کرتا ہے بلکہ اپنی دانست میں ان دشمنان اسلام کے محض خوش کرنے کے لئے اسلام کی بیخکنی کرتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ مسلمان مشرکوں کے سے اعمال اور بت پرستی کرنے لگیں گے جیسا کہ خود حدیث ہی

میں صراحت ہے تو اس کا آغاز ہو چکا ہے اور یوماً فیوماً ترقی کر رہا ہے کیونکہ مسلمانوں میں بہت سی باتیں شرک کی پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً گور پرستی۔ تعزیہ پرستی۔ وامثال ذلک۔

دوسری پیشینگوئی

تیس جھوٹے مدعیان نبوت کا پیدا ہونا جن میں سے ایک مسیلمہ کذاب تھا جو سب سے پہلے مدعی نبوت ہوا اور آخر حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں قتل کر دیا گیا۔ دوسری سجاح بنت حارث تمیمی۔ تیسرے اسود عیس بن مذحج عنسی۔ چوتھے طلحہ بن خویلد ان سب کا حال قرآن مجید کی کسی پیشینگوئی میں گذر چکا ہے۔

حال میں ایک پنجابی شخص مرزا غلام احمد قادیانی گذرے ہیں۔ انہوں نے پہلے تو اسلام کی خدمتیں کیں مخالفین اسلام کی جواب دئے یکایک مسیح شیل پھر مسیح سے مہدی موعود اور آخر میں نبوت کا دعوی کر دیا اور اون کے مریدین نے علی الاعلان تقلیداً للشیخ محمد مصطفےٰ کے خاتم الانبیاء ہونے سے انکار کر دیا اور حدیث لانبی بعدی کا کچھ لحاظ نہ کیا جس میں لانفی جنس کا ہے۔ ان مہدی موعود اور مسیح مسعود نے ۱۳۲۵ھ میں انتقال فرمایا۔

اب بقیہ چھبیس کذابوں کی باری آنے والی ہے۔

پیشینگوئی

دجال (۲۵) کا ظہور

المشیخان عن حذیفہؓ عن النبی صلعم | بخاری و مسلم نے حذیفہ سے روایت کی ہے

قال ان الدجال یخرج
وانّ معہ ماءً ونارًا
ومسلم عن النواس بن سمعانؓ
قال قال رسول اللہ
صلعم انہ خارج خلۃ بین
الشام والعراق فعاث یمینًا و
عاث شمالا قلنا یا رسول اللہ
وما بثہ فی الارض قال
اربعون یومًا قلنا یا رسول اللہ
وما اسراعہ فی الارض قال
کالغیث استدبرتہ
الریح فیاتی علی القوم
فیدعوھم فیومنون
بہ فیامر السماء فتمطر
والارض فتنبت ثم یاتی
القوم فیدعوھم
فیردونہ علیہ قولہ
فینصرف عنھم ویمر
بالمزبلۃ فیقول
لھا اخرجی کنوزک
فتتبعہ کنوزھا

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ بیشک دجال اس حالت سے نکلیگا کہ
اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی اور
امام مسلم نے نواس بن سمعانؓ سے روایت
کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ بلاشک دجال اس راہ سے نکلیگا
جو شام اور عراق کے بیچ میں واقع ہے
پھر دائیں بائیں فساد برپا کریگا۔ ہم نے
پوچھا یا رسول اللہ! زمین میں کتنے دن
ٹھیریگا فرمایا چالیس دن۔ ہم نے پوچھا
یا رسول اللہ! وہ زمین میں کتنا جلد چلیگا
فرمایا اس مینھ کی طرح جس کے پیچھے
ہوا آتی ہے پھر دجال ایک قوم پر گذر کریگا
تو اُن کو اپنی طرف بلائے گا وہ سب اُسپر
ایمان لائینگے پس وہ ابر کو حکم دیگا تو وہ پانی
برسائیگا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ اُگائیگی
پھر دجال ایک اور قوم پر گذر کریگا پھر ان کو
اپنی طرف بلائیگا تو وہ انکار کرکے اس کا
قول رد کردیں گے تو وہ ان کے پاس
سے چلا جائے گا اور دجال ویرانہ سے
گذرے گا تو وہ ویرانہ سے کھیگا اپنے

کیعاسیب النحل
ثم یدعو رجلا فیضربه
بالسیف فیقطعه
ضربتین ثم یدعوه فیقبل
ویتهلل وجهه (۳)
یضحك۔

خزانوں کو باہر نکال تو اس کے خزانے
دجال کے پیچھے ہولینگے جیسے مکھیوں کے
پیچھے شہد کی مکھیوں کے سردار پھر
وہ ایک شخص کو بلائے گا پھر اس کو
تلوار سے دو ٹکڑے کر دے گا پھر
بلائیگا تو وہ زندہ ہو کر دجال کی طرف
(۳) متوجہ ہوگا درحالیکہ اس کا منہ
چمکتا اور ہنستا ہوگا۔

مسلم عن فاطمة بنت
قیس قالت سمعت منادی
رسول الله ینادی الصلوٰة
جامعة فخرجت الی المسجد
فصلیت مع رسول الله
فلما قضی صلاته
جلس علی المنبر وهو
یضحك فقال لیلزم
کل انسان مصلاه
ثم قال هل تدرون
لم جمعتکم قالوا الله
ورسوله اعلم قال انی
والله ما جمعتکم لرغبة

مسلم نے قیس کی بیٹی فاطمہ رضی سے
روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ
میں نے رسول اللہ کے موذن کو پکارتے
ہوئے سنا "الصلوٰۃ جامعۃ"
تو میں مسجد کی جانب نکلی پھر میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نماز پڑھی تو جب آپ نماز سے فارغ
ہوئے منبر پر بیٹھے درآنحالیکہ آپ
ہنستے تھے پھر فرمایا کہ ہر انسان کو اپنا
مصلے لازم پکڑنا چاہیئے۔ اس کے
بعد فرمایا تم لوگ جانتے ہو میں نے
تم لوگوں کو کس واسطے جمع کیا ہے
صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا

ولا لرهبة ولكن
جمعتكم لان تميم الداري
كان رجلا نصرانيا
فجاء واسلم وحدثني
حديثا وافق الذي
كنت احدثكم به
عن المسيح الدجال حدثني
انه ركب في سفينة
بحرية مع ثلاثين
رجلا من لخم و
جذام فلعب بهم الموج
شهرا في البحر
فارفأوا الى جزيرة حين
تغرب الشمس فدخلوا
الجزيرة فلقيتهم دابة
اهلب كثير الشعر ما
يدرون ما قبله
من دبره من كثرة
الشعر قالوا ويلك ما انت قالت
انا الجساسة انطلقوا الى
هذا الرجل في الدير فانه الى خبركم

رسول خوب جانتا ہے فرمایا میں نے واللہ
نہ تمکو ترغیب دینے کے لئے جمع کیا نہ
ڈرانے کے لئے بلکہ یہ سنانے کے لئے
جمع کیا ہے کہ تمیم داری ایک مرد نصرانی
تھا پس وہ آیا اور مسلمان ہوا اور مجھ سے
ایک ایسی بات بیان کی جو موافق ہے اس
خبر کے جس کو میں تم لوگوں سے مسیح دجال
کے بارہ میں بیان کرتا تھا اس نے بیان
کیا کہ وہ ایک دریائی کشتی میں سوار ہوا تیس
آدمیوں کے ساتھ جو قبیلہ لخم و جذام سے
تھے پس سمندر کی لہریں ایک مہینہ تک
ان کو سمندر میں پھراتی رہیں پھر سورج
ڈوبتے وقت ایک جزیرہ تک پہونچے
پھر اس جزیرہ میں داخل ہوئے تو ملا
اُن کو ایک ایسا شخص جس کے بدن پر
کثرت سے بال تھے اور بالوں کی کثرت
سے اُس کا آگا پیچھا معلوم نہ ہوتا تھا۔
لوگوں نے پوچھا ارے! تو کون ہے
اس نے کہا میں جاسوس ہوں آؤ (ایک)
اس مرد کو دیکھو جو اس دیر میں ہے کہ وہ
تمھاری خبر کا بہت مشتاق ہے۔ تمیم داری کا

بالاشوا فی قال فانطلقنا
سراعا حتی دخلنا الدیر
فاذا فیہ اعظم انسان رأیناہ
قط خلقاً واشدہ وثاقاً مجموعۃ
یدہ الی عنقہ ما بین
رکبتیہ الی کعبیہ بالحدید
قلنا ویلک ما انت قال
انی مخبرکم انی المسیح وانی
یوشک ان یوذن لی فی الخروج
فاسیر فی الارض فلا ادع
قریۃ الا ہبطتہا فی
اربعین لیلۃ غیر مکۃ وطیبۃ
ہما محرمتان علی کلما
اردت ان ادخل واحدا
منہما استقبلنی ملک
بیدہ السیف صلتا
یصدنی عنہا الترمذی
وابوداؤد عن ابی عبیدۃ
بن الجراح قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول
انہ لم یکن نبی بعد

بیان ہے کہ پھر ہم جلدی سے اُٹھ کھڑے
ہوئے یہاں تک کہ ایک دیر میں داخل
ہوئے تو اُس میں یکایک ایک بڑے
انسان کو دیکھا کہ خلقت میں ویسا آدمی
کبھی نہ دیکھا تھا بندھا ہوا تھا اس کا ہاتھ
اس کی گردن تک اس کے دونوں
زانوکا درمیانی حصہ اس کے ٹخنوں تک
لوہے سے ہم نے پوچھا، ارے!
تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا
میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ میں مسیح ہوں اور
قریب ہے کہ مجکو نکلنے کی اجازت دیجائے
تو میں زمین میں چل نکلونگا پھر نہ چھوڑونگا
میں کسی قریہ کو مگر یہ کہ اس میں اترونگا چالیس
راتوں میں سوائے مکہ اور مدینہ کے کہ وہ
دونوں مجھپر حرام ہیں۔ جب میں ان دو میں
سے کسی میں داخل ہونے کا ارادہ کرونگا
تو پھیر دے گا مجکو ایک فرشتہ جس کے
ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی کہ اس سے وہ
مجکو وہاں جانے سے باز رکھیگا۔
ترمذی اور ابوداؤد نے ابو عبیدہ جراح
سے روایت کی ہے کہ انہوں نے

نوح الاقد انذر الدجال قومه وانی انذرکموه فوصفه لنا قال لعله سیدرکه بعض من رأنی او سمع کلامی۔

کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نوح کے بعد کوئی نبی (ایسا) نہیں ہوا مگر یہ کہ اس نے اپنی قوم کو دجال سے ضرور ڈرایا اور میں (بھی) تم کو اس سے ڈراتا ہوں پھر آپ نے دجال کی تعریف ہم سے بیان کر کے فرمایا کہ البتہ پائینگے دجال کو بعض وہ لوگ جنھوں نے مجکو دیکھا یا میری بات سنی ہے۔

(۵)

شرح السنۃ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتبع الدجال من امتی سبعون الفاً

(۵)

شرح السنۃ میں ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پیروی کرینگے دجال کی میری امت سے ستر ہزار لوگ۔

ف

اگرچہ دجال کی پیشینگوئیوں اور اس کے حالات میں بہت کثرت سے حدیثیں روایت کیگئی ہیں جن میں کی اکثر نامعتبر اور مشتبہ ہیں مگر ہمارے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے یہ پانچ صحیح حدیثیں ہی کافی سے زیادہ ہیں۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ حدیثوں

میں دجال سے کوئی فرد خاص مقصود نہیں ہے نہ یہ کوئی مذموم لفظ ہے بلکہ دجال سے دجال صفت لوگ مراد ہیں اور دجال کی جو صفت بیان کیگئی ہے وہ بالکل اہل یورپ اور پادریوں پر صادق آتی ہے اور یہ ایک زبردست پیشینگوئی ہے جو جو نہ صرف وفات رسول صلعم بلکہ کتب حدیث کی تدوین کے سیکڑوں برس کے بعد پوری ہوئی اور ہو رہی ہے۔

دجال کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ:-

(۱)

وہ اس حالت سے نکلیگا کہ اس کیساتھ آگ اور پانی ہوگا (دیکھو حدیث (۱) نشان زدہ سرخ پادریوں اور یورپ والوں کی خاص اور مابہ الامتیاز سواری جس نے انکو تمام دنیا میں پھیلا دیا ہے ریل ہے اور معلوم ہے کہ ریل آگ اور پانی دونوں سے چلتی ہے)

(۲)

دجال اس راہ سے خروج کریگا جو شام و عراق کے بیچ میں واقع ہے اور اس سے مراد ایشیائی روم ہے جس کے سیدھے طرف (مشرق کو) عراق ہے اور بائیں ہاتھ کو (جانب مغرب) شام واقع ہے۔ ایشیا میں ارض روم ہی عیسائیوں اور یورپ والوں کا ملجا و ماوا رہا ہے خصوص رومن کیتھولک کا مرجع و قبلہ رومۃ الکبریٰ اٹلی تھا اور انہوں نے ایشیا میں اسی طرف سے خروج کیا اور یہیں سے رومن کیتھولک پادریوں نے ایشیا میں عام ہوا صلیبی جنگ کا فتنہ عظیم اسی زمین سے پیدا ہوا۔

(۳)

دجال دائیں بائیں فساد کرے گا۔

اہل یورپ خصوص ان کے پادری جس قدر اپنے مذہب کی اشاعت میں ساعی ہیں وہ دنیا پر مخفی نہیں ہے ہر وہ ذریعہ جس سے غیر قوم و مذہب کے لوگ عیسائی مذہب میں شامل ہو سکیں پادریوں کا عام طریقہ اشاعت مذہب ہے۔

اقوام یورپ اصلاح کا دعویٰ لیکر اٹھتے ہیں اور مصلح بنکر دنیا کے حصوں پر حکومت کرتے ہیں حال (۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء) میں اطالیہ نے ترکوں کے ساتھ جو چالبازی کی ہے جس طریقہ سے طرابلس الغرب پر قبضہ کرنا چاہا ہے اور جس بے دردی سے مسلمانوں کی خونریزی کی ہے اس سے اخبار کے اوراق اور تاریخ کے صفحے ہمیشہ رنگین رہینگے۔

اب مغرب اور سلاطین یورپ کے عام انداز حکومت پر کچھ ذکر کرتے ہوئے ہمارے گورنمنٹ برطانیہ کی پرامن حکومت مغتنمات سے ہے لہذا مسلمانوں کو قرآن پاک کا واجب التعمیل حکم اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اللہ اور رسول اور اپنے حاکم بادشاہ کی اطاعت کرو) ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ لفظ منکم سے یہ دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ صرف مسلمان بادشاہ کی اطاعت فرض ہے۔ احکام شریعت کے ماننے والے مسلمان ہی ہیں اس لئے خطاب انہیں سے ہے اور اولی الامر منکم سے یہ مراد ہے کہ "اپنے بادشاہ کی اطاعت کرو" خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔

ہمارے جد محترم علامہ نجم الدین عباسی چریاکوٹی نے اپنے خطبہ نجمیہ میں گورنمنٹ برطانیہ کے برکات و احسانات کی جو تفصیل کی ہے وہ قابل دید اور اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اسکو توجہ سے پڑھے

(۴)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ دجال زمین میں کتنے دن ٹھہریگا رسول اللہ صلعم نے

جواب دیا چالیس دن دیوم، کا لفظ شریعت میں مختلف معانی پر آیا ہے۔
قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ،، ہم نے زمین وسماوات کو چھ دنمیں پیدا کیا ہے
وہاں بھی یوم کی تفسیر میں بین العلماء المفسرین بہت سے اختلافات ومباحث ہیں یہانتک
کہ علما کے ایک گروہ نے اس آیت کو یوم کی وجہ سے متشابہ قرار دیا چنانچہ انہیں علما
میں ہمارے والد ماجد استاد مولوی محمد اعظم سلمہ اللہ عباسی چریاکوٹی ہیں۔
کلام عرب میں یوم کے معنی وقت وزمانہ کے بھی آئے ہیں بہرحال حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دجال
ایک سال تک زمین پر یونہیں فساد کرتا پھریگا اور اس فتنہ وفساد کا زمانہ بہت محدود ہوگا۔

(۵)

صحابہ نے پوچھا، یارسول اللہ! وہ دجال زمین میں کتنا جلد چلیگا؟ فرمایا اس مینہ کی طرح
جس کے پیچھے ہوا آتی ہے اس سے مقصود ریل ہے اور یہ پیشینگوئی بالکل مطابق
واقع ہوئی ہے کیونکہ ریل کی سرعت رفتار ایسی ہی ہے اور تیزی حرکت کی وجہ سے
اس کے پیچھے ہوا کا آنا نہایت صحیح بیان ہے۔

(۶)

دجال کچھ لوگوں کو اپنی طرف بلائیگا اور وہ لوگ اس پر ایمان لائینگے۔ اور یہ ظاہر ہے
کہ پادریوں کی مشن دنیا کے ہر حصہ میں منتشر ہے انکی توجہ زیادہ تر ارذل اور کم درجہ
کے لوگوں پر ہوتی ہے اور ان میں کے اکثر ان کا مذہب قبول کرتے ہیں۔ اشراف
قوم میں زیادہ تر غریب نفوس ہی مذہب عیسوی قبول کرلیتے ہیں۔

(۷)

دجال ابر کو حکم دیگا تو وہ پانی برسائیگا اور زمین کو حکم دیگا تو وہ اگائیگی۔

یورپ والوں نے بہت ہاتھ پاؤں مارے کہ پانی برسنے کا راز معلوم کرلیں اور پانی برسانے پر قادر ہو جائیں کہ جب ضرورت ہو ابر، موجود کرکے برسا لیا کریں۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ جب کہیں کہیں ابر تھا تو توپوں کے سر کرنے سے کچھ کچھ پانی برس گیا اور کبھی کچھ بھی نہ برسا۔ غرض اب تک اس کوشش میں انہیں ذرا بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ ہاں مصنوعی طور پر مکان کے اندر خاص آلات و مصالح کے ذریعہ سے پانی برسا لیتے ہیں۔ پس حدیث میں پانی کا برسانا یا تو اسی شعبدہ بازی کا پانی برسانا مراد ہے یا ممکن ہے کہ یہی لوگ آئندہ چلکر اس راز کو پالیں اور پانی برسانے پر قادر ہو جائیں۔

میرے خیال میں پہلی ہی صورت مراد ہوگی یعنی یہی مصنوعی طور کا شعبدہ بازی سے پانی برسانا۔

رہی یہ بات کہ دجال زمین کو حکم دیگا تو وہ اُگائیگی، ظاہر ہے۔ مغربی حکیموں نے تجربیات سے ایسے مصالح اور ایسی چیزیں مہیا کرلی ہیں جن کے استعمال سے درخت قبل از وقت تیار ہو جاتے ہیں اور حدیث کا یہی مطلب ہوگا کہ دجال کے حکم سے زمین اُگانی لگیگی۔

(۸)

دجال ایک گروہ کو اپنی طرف بلائے گا تو وہ انکار کرکے اس کا قول رد کردیں گے پھر وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا۔"

یہ گروہ علمائے اسلام اور سمجھداروں کا ہے جن پر پادریوں کی چالبازی کچھ اثر نہیں کرتی جنہوں نے بحث و مباحثہ میں ان کا ناطقہ بند کردیا اور آخر انہوں نے مسلمانوں سے بحث کرنا ہی چھوڑ دیا۔

(۹)

دجال ویرانہ سے گزرے گا تو ویرانہ سے کہیگا، اپنے خزانوں کو باہر نکال تو اس کے خزانے دجال کے پیچھے ہولیں گے۔

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ علم الارض کے ذریعہ سے یا کچھ دوسرے اسباب ایسے پیدا ہوں گے جن سے یورپ کی فرمانروا قوم کو معلوم ہو جائیگا کہ فلاں ویرانہ میں خزانہ مدفون ہے یا سونے وغیرہ کی کان ہے جیسا کہ اب عام طور پر کسی مقام پر کسی کان کا ہونا پہچان لیا جاتا ہے۔ پس زمین سے خزانہ اگلوانے کے یہی معنی ہیں۔

دوسرے یہ کہ دجال ویران مقامات کو آباد اور غیر مزروع زمینوں کو مزروع اور قابل پیداوار کریگا۔ ہمارے نزدیک یہی معنی قرین قیاس ہے اور یہ معنی یورپ کے فرمانروا قوموں پر بالکل منطبق ہیں۔

(۱۰)

دجال زندہ کو مار کر پھر جلا دے گا۔

سنہ کا واقعہ ہے کہ امریکا کے ایک ڈاکٹر[1] نے دعوے کیا کہ جو شخص طبعی موت سے پہلے کسی ناگہانی وجہ سے مر جائے مثلاً ڈوب کر، یا گر کر، تو وہ زندہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بہت سی بلیوں اور کتوں پر اس نے تجربے کئے اور اپنی پندار میں ایک حد تک کامیاب ہوا، اس پر ایک دوسرے ڈاکٹر نے اعتراض کیا کہ جن کتوں اور بلیوں کو ڈبو کر یا اسی طرح ناگہانی اسباب سے مارا گیا اور پھر جلا دیا گیا ہے، ان پر زندہ کرنیکا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ درحقیقت اُن کے اجساد ارواح سے خالی ہو گئے تھے۔ ممکن ہے کہ ان میں روح باقی رہی ہو اور ظاہر میں

---

[1] محبوب عالم ضمیمہ پیسہ اخبار سنہ۔

مردہ معلوم ہوتے ہوں پھر گرمی وغیرہ کے پہونچانے سے اصلی حالت پر آگئے ہوں۔ اس کا جواب ڈاکٹر نے کچھ نہ دیا گویا یہ سکوت لاجوابی کا سکوت تھا۔

ممکن ہے کہ آج کے ڈاکٹر جس تہ تک نہیں پہونچ سکے ہیں ایک زمانہ ترقی کا ایسا آئے کہ یورپ یا امریکہ کے دوسرے ڈاکٹر اس راز پر واقف ہو جائیں اور فی الحقیقت اچانک مرنے والے کو زندہ کر سکیں۔ لیکن یاد رہے کہ اچانک مرنیوالا اگر حقیقت میں مر گیا ہے تو اس کا زندہ کرنا محال ہے۔ ہاں اگر سلسلۂ حیات باقی ہے تو زندہ ہو سکتا ہے قال اللہ تعالیٰ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشینگوئی فرمائی کہ ایک زمانہ میں دجال مردہ کو زندہ کرنے کا دعوے کرے گا اور زندہ کر دے گا۔ اس کا ایک جزو ہمارے سامنے ظاہر ہو گیا اور دوسرے جزو کی تحقیق و تفتیش میں حکمائے یورپ سرگرم ہیں پس اس سے اہل یورپ کا دجال ہونا ثابت ہو گیا۔

(۱۱)

حدیث شریف نمبر (۳) میں دجال کو مسیح کہا گیا ہے۔ مسیح مشتق ہے مساحت سے اور مساحت کے معنی ہیں "زمین ناپنا" تو دجال کو مسیح کا لقب اسی مناسبت سے دیا گیا کہ وہ تمام کرۂ ارض کو ناپ ڈالے گا (جیسا کہ اسی حدیث میں آگے چلکر بیان کیا گیا ہے) دجال کی یہ تعریف بھی اہل یورپ اور اون کے پادریوں پر ہو ہو منطبق ہو جاتی ہے جنھوں نے زمین کا چپہ چپہ ناپ ڈالا اور جہان بھر کو چہان مارا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بھی اسی مناسبت سے مسیح کہا گیا ہے کہ وہ ایک جگہ جم کر سکونت گزیں نہیں رہے بلکہ جب تک زندہ رہے کبھی یہود کے خوف سے کبھی کسی وجہ سے ہر طرف پھرا کرتے تھے ۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث نمبر (۳) میں) فرمایا کہ تمیم داری ایک نصرانی تھا۔ وہ بعد کو مسلمان ہوا چالیس آدمیوں کے ساتھ دریائی کشتی میں سوار ہوا۔ جہاز بھٹک کر ایک جزیرہ کے پاس پہونچا اور یہاں (سمندر پار) اُن سے دجّال سے ملاقات ہوئی۔

اس حدیث میں صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ دجال کا ملجا وماوا سمندر پار ہے اور یہ بہت صحیح ہے کیونکہ یورپ سمندر پار ہی واقع ہے اور عرب وایشیا کے لوگ یورپ میں اور یورپ کے لوگ ایشیا میں جہاز ہی پر آتے جاتے تھے اور آتے جاتے ہیں اس حدیث نے بالکل صراحت کردی کہ دجال اہل یورپ ہی ہیں۔

(۱۳)

یہ دجال لوہے (کی زنجیروں) سے بالکل بندھا ہوا تھا اور اس نے خود تمیم داری اور ان کے رفقاء سے بیان کیا کہ میں مسیح دجال ہوں (اسوقت تو میں جکڑ بند ہوں گم) ایک وقت میں مجکو نکلنے کی اجازت دیجائیگی تو میں زمین پر چل نکلونگا اور دنیا کے قریہ قریہ اور کونہ کونہ میں پہونچ کے رہونگا۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی صفت جو کچھ بیان فرمائی دراصل ایک صحیح مکاشفہ تھا اور مکاشفہ ہمیشہ تمثیلی صورت میں ہوتا ہے اور یہ بھی ایک تمثیلی صورت ہی میں بیان کیا گیا ہے دجال کے اس وقت بندھے ہوئے اور جکڑ بند ہونے سے مراد یہ ہے کہ یورپ کے لوگ اس وقت بالکل جہالت اور تاریکی میں تھے پھر ایک زمانہ کے بعد وہ ترقی کرینگے تو تمام دنیا پر چھا جائیں گے جیسا کہ اس وقت مشاہدہ ہے۔

(۱۴)

دجال نے بیان کیا کہ وہ چالیس راتوں میں دنیا کے ہر حصہ پر پہونچ جائیگا۔ اگر ظاہری الفاظ پر ہی اعتبار کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ دجال کا چالیس راتوں میں دنیا کا دورہ کرنا ممکن یا آسان ہوگا اور اس کو اس امر پر قدرت ہوگی کہ اتنی قلیل مدت میں دنیا بھر کا دورہ کرلے۔ اب اس زمانہ میں ریل عام ہوگئی ہے یورپ و امریکا میں ریل کی رفتار بہت زیادہ تیز ہے۔ ہوائی جہاز ایجاد ہی ہوچکا ہے اور ممکن ہے کہ آئندہ اس سے بھی زیادہ سریع الحرکت سواری ایجاد ہو لیکن بالفعل ریل اور جہاز ہی کو قرار دیا جائے تو چالیس دن میں تمام دنیا کا دورہ کرنا بہت آسان ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث میں چالیس راتوں سے کوئی زمانہ مراد ہو یعنی دجال ترقی کرکے ایک وقت میں تمام دنیا پر مسلط ہوجائیگا اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اہل یورپ ہی کل دنیا پر حاوی و مسلط ہیں۔

(۱۵)

پھر دجال نے زبان حال سے بیان کیا کہ میں مکہ اور مدینہ میں نہ جاسکونگا۔ اور دیکھا جاتا ہے کہ اہل یورپ باوجود اس کے کہ کرۂ ارض پر ان کا سکہ چل رہا ہے عالم پر اُن کی دھاک بیٹھی ہے مگر ان (مکہ و مدینہ) دو متبرک مقامات کی طرف آنکھ اٹھاکر بھی نہیں دیکھتے تا بہ تسلط چہ رسد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث نمبر (۴) میں) فرمایا کہ جن لوگوں نے مجھکو دیکھا ہے یا میری بات سنی ہے اُن میں کے بعض لوگ دجال کو پائینگے۔ حدیث نمبر (۳) سے تو ثابت ہوا کہ جناب سرور کائنات کے وقت میں دجال کا وجود تھا اور اس حدیث سے یہ صراحت نکلی کہ آپ کے بعض صحابہ دجال کو پائینگے اور یہ باتیں اہل یورپ ہی کے دجال ہونے کی تعیین کرلی ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے دجال یعنی اہل یورپ کو دیکھا اور

ان سے ان کے معاملات ہوئے چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ سے اسلام کا ایک وفد قسطنطنیہ گیا جب کہ جبلہ بن ایہم غسانی مرتد ہوکر وہاں پہونچ گیا تھا اور عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا اور یہیں صحابہ رسول اللہ صلعم نے اہل یورپ سے ملاقات کی۔

اگر دجال سے اہل یورپ کو مراد نہ لیں تو یہ پیشینگوئی بالکل بیمعنی ہوجاتی ہے۔

(۱۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث نمبر (۵) میں) فرمایا کہ "میری امت سے ستر ہزار لوگ دجال کی پیروی کریں گے۔ ستر کا لفظ عربی محاورات میں بمعنی کثرت بولا جاتا ہے جیسا کہ اردو میں "سیکڑوں" کا استعمال ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمان بہت کثرت سے اہل یورپ کی پیروی کریں گے۔

پیروی کرنے سے اگر مذہب میں داخل ہونا مراد لیں تو ظاہر ہے کہ عوام کالانعام جو مذہب و ملت سے محض کورے ہیں کس قدر پادریوں کے دام فریب و ترغیب میں گرفتار ہوکر عیسائی ہوتے جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ آگے چلکر اور بھی اسکی کثرت ہوجائے۔

اگر پیروی کرنے سے تقلید مراد ہے جیسا کہ مستنبط ہوتا ہے (اور یہی صحیح معنی ہیں) تو اس سے بھی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ مسلمانوں میں کا ایک بڑا گروہ جدید بیشتر اہل یورپ کی تقلید کا دلدادہ ہے گو وہ کتنی ہی بیجا ہو اور اسی تقلید کو اپنے اور اپنی قوم کے لئے سرمایۂ ناز اور موجب فلاح و بہبودی خیال کرتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لہ کتاب ابن ہارون عبد الملک بن عبد اللہ بن عبد ون حضرمی ۱۲

احادیث مذکورہ اور ان کی اس شرح سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی جو صفت بیان فرمائی اور اس کے متعلق جو پیشینگوئی فرمائی وہ ہو ہو اہل یورپ پر ٹھیک اُتر گئی اور اس کے مصداق یہی اہل یورپ اور اُن کے پادری ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ دجال کے ساتھ مسیح علیہ السلام کا اترنا، مہدیؑ کا پیدا ہونا، دنیا میں ایک عام مذہبی اور خونریز جنگِ عظیم کا ہونا، قسطنطنیہ کا فتح ہو کر عیسائیوں کے ہاتھ جانا پھر مسلمانوں کا اس کو فتح کر کے واپس لینا (وغیرہ وغیرہ) بھی حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے حالانکہ ابتک یہ کچھ نہیں ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان امور کا عین دجال کے ساتھ ہی وقوع پذیر ہونا مقصود نہیں ہے جیسا کہ الفاظ حدیث سے خود ظاہر ہے بلکہ یہ کہ جب دجال کا فتنہ بہت عام اور ضرر رساں ہو جائے گا اس وقت اصلاح عالم کے لئے جناب مسیحؑ یا امام مہدیؑ ظاہر یا پیدا ہوں گے اور اسلام کو دجال (پادریوں) کے شر سے بچائیں گے پھر ہو گا جو کچھ کہ ہو گا۔ پس ممکن ہے کہ ابھی فتنوں میں اور بہت زیادہ کثرت ہو اور آئندہ کسی وقت میں امام مہدیؑ پیدا ہوں کیونکہ ظہور امام مہدیؑ کے لئے ابھی بہت وقت باقی ہے۔ بہرحال جب کہ ابھی امام مہدیؑ پیدا ہی نہیں ہوئے تو اُن کی نسبت کچھ کہنا یا لکھنا قبل از وقت ہے۔ کسی پیشینگوئی کی نسبت وقوع سے پہلے کوئی بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔

ہم نے دجال سے دجال صفت لوگ یعنی اہل یورپ اور ان کے پادریوں کو مراد لیا ہے اور الحمد للہ کہ ہماری تشریح نے ہمارے دعوے کو ثابت کر دیا اور ہو سکتا ہے کہ دجال سے کوئی فرد خاص ہی مراد ہو اور آئندہ چل کر ایک فرد خاص ان صفات کا پیدا ہو مگر بالفعل تو یہ پیشینگوئی ظہور دجال کی بعینہ درست اُتر گئی اور اُتر رہی ہے۔ حدیث نمبر (۳ و ۴) میں اس امر کا صاف ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک

میں دجال کا وجود تھا اور آپ نے اس کے وجود کی صاف الفاظ میں خبر دی تو اب یہ خیال کہ دجال ایک فرد خاص آئندہ پیدا ہوگا خیال فاسد ہے جو تاریخ اور درایت و روایت سب کے تمام تر خلاف ہے پس پادریوں اور اہل یورپ کا دجال ہونا تعین اور متحقق امر ہوا۔

پیشینگوئی

(۵۳)

دجال مدینہ پر قابو نہ پا سکیگا

(۵۴)

مدینہ کے چوگرد شہر پناہ کی دیوار اور اس میں سات دروازے ہونگے

البخاری عن ابی بکرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال لہا یومئذ	بخاری نے ابو بکرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مدینہ پر مسیح دجال کا خوف داخل نہیں ہوگا۔ اس روز مدینہ کے سات دروازے ہوں گے (اور) ہر دروازے

سبعۃ ابواب علی کل باب ملکان	پر دو فرشتے ہوں گے۔

ف

اس حدیث قدسی میں دو پیشینگوئیاں ہیں اور گویا دونوں پوری ہو چکیں۔

پہلی پیشینگوئی

دجال کا مدینہ پر قابو نہ پانا یا مدینہ میں دجال کا خوف نہ ہونا۔

پیشینگوئی نمبر (۵۱) میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حدیث میں مسیح دجال سے اہل یورپ اور اُن کے پادری صاحبان مراد ہیں پس یہ پیشینگوئی انہیں سے متعلق ہے کہ وہ لوگ مدینہ پر قابو نہ پا سکیں گے۔ اور اس پیشینگوئی کی صحت عالم میں آشکار ہے۔

دوسری پیشینگوئی

مدینہ کے گرد حصار اور شہر پناہ میں سات دروازوں کا ہونا۔

بارھویں صدی عیسوی اور غالباً چھٹیوں صدی ہجری میں قاسم الدولہ الغوری نے مدینہ منورہ کو نئے سرے سے آباد کیا[1]۔ اور شہر کے چوگرد ایک مضبوط حصار تعمیر کرایا۔ اس وقت شہر پناہ کے کل چھ دروازے تھے۔ مگر اب سات دروازے ہیں۔

تنبیہ

بخاری، مسلم اور ابوداؤد وغیرہ آئمہ حدیث نے اور بہت سی پیشینگوئیاں روایت

[1] سیاحت مدینہ مرتبہ سر رچرڈ ایف۔ برٹن

Pilgrimage to Almedina and mecca by sir Richard F. Burtan.

کی ہیں جو ابھی پوری نہیں ہوئیں کیونکہ اُن کا زمانۂ وقوع قریب قیامت بتایا گیا ہے
ان میں سے بعض حدیثیں یہ ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:-
(۱) قیامت سے پہلے ایک شخص بنی قحطان میں کا بادشاہ ہوکر خروج کریگا
اور لکڑی سے لوگوں کا ہنکاتا پھریگا (مسلم)
(۲) قیامت سے پہلے روم کے لوگ اعماق یا دابق میں اتریں گے پھر اُن پر
مدینہ کا ایک لشکر خروج کرے گا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں جنگ ہوگی۔ ایک
ثلث مسلمان شکست کھائینگے۔ ایک ثلث قتل ہوں گے۔ ایک ثلث جو
باقی بچیں گے عیسائیوں پر غالب آئینگے پھر یہ لشکر اسلام قسطنطنیہ کو فتح کرے گا
(اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے قریب شہر قسطنطنیہ نصاریٰ
کے قبضہ میں آجائیگا جیسا کہ دوسری حدیثوں میں صداقت ہے اور جس کے
آثار اب شروع ہونے لگے ہیں۔
(۳) مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ لوگ اپنے مال کی زکات لیکر نکلیں گے اور کوئی
اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا۔
(۴) دریائے فرات سے خزانہ نکلیگا اور اس کے لئے بڑی خونریزی ہوگی۔
(۵) ایک بڑی آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو یورپ سے پچھم کی طرف لیجائیگی۔
(۶) ایک دھواں پیدا ہوگا جو تمام عالم پر چھا جائیگا۔
(۷) ایک جانور دابۃ الارض نکلیگا جو بات کرے گا اور مسلمان کو کافر سے
شناخت کرلے گا۔
(۸) آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔
(۹) حضرت عیسیٰ ابن مریم خود (اگر زندہ ہیں) یا کوئی مثیل مسیح آکر امت کی اصلاح
کریگا مگر اس وقت جبکہ دجال کا فتنہ و فساد بہت عام اور مضر ہو جائے گا۔

(۱۰) تین جگہ زمین کا دھنس جانا۔ مشرق۔ مغرب اور۔ جزیرۂ عرب میں۔
(۱۱) یمن سے ایک آگ ظاہر ہوگی جس سے ڈر کر لوگ ایک طرف کو جمع ہوں گے
(۱۲) ایک ہوا چلیگی جو لوگوں کو سمندر میں ڈالدے گی۔
(۱۳) ایسے ہی فتنہ کے وقت حضرت عیسیٰ یا مثیل عیسیٰ نزول اجلال فرما کر صلیب کو توڑینگے۔ ستور کو قتل کریں گے اور جزیہ کو قایم کرینگے یعنی اباطیل عالم کو عموماً اور عیسائیون کے اباطیل کو خصوصاً ملیامیٹ کر کے دین اسلام کو ہر طرف رواج دینگے۔ یہیں سے یہ بات بھی مستنبط ہوتی ہے کہ دجال یہی پادری واہل یورپ ہیں۔ کیونکہ صلیب اور ستور کے اباطیل انہیں کے ساتھ مخصوص ہیں مسیح علیہ السلام کے ساتھ یا ان سے پہلے امام مہدیؑ مسلمانوں میں سے پیدا ہوکر پیشوائے اہل اسلام ہوں گے۔ شاید کہ حدیثوں میں مسیحؑ اور مہدیؑ ایک ہی شخص کو کہا گیا ہو جو ایسے فتنہ کے وقت مسلمانوں کی دستگیری کرے گا مگر یہ خیال جمہور کے عقیدہ کے خلاف ہے۔
(۱۴) قبیلہ دوس مرتد ہوجائے گا وغیرہ وغیرہ۔
ان پیشینگوئیوں کو ہم نے اس لئے نظر انداز کر دیا کہ وہ قرب قیامت سے متعلق ہیں اور ہنوز پوری نہیں ہوئیں پس وہ حضم کے لئے کوئی حجت نہیں ہوسکتیں

دوسرا باب

ان پیشینگوئیوں میں جو کتب حدیث کی تدوین سے پہلے پوری ہوگئیں

پیشینگوئی

(۵۵)

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کی شہادت

البخاری عن انسؓ ان النبی صلعم صعد احدًا وابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فرجف بھم فضربہ برجلہ فقال اثبت احد فانما علیک نبیٌ و صدیق وشھیدان

بخاری نے انس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ کوہ احد پر چڑھے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ آپ کے ساتھ ساتھ تھے اتنے میں پہاڑ کو بھونچال آیا تو آپ نے پہاڑ کو ٹھوکر مار کر فرمایا کہ اے احد! ٹھہر جا کہ تجھ پر صرف ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ف

اس واقعہ کے تقریباً سترہ ۱۷ برس کے بعد حضرت عمر[1] فاروق اعظم رضؓ اور ستائیس ۲۷ برس کے بعد حضرت عثمان رضؓ شہید ہوئے۔

پیشینگوئی

(۵۶)

لوگ عثمان رضؓ کو خلافت سے علیحدہ کرنا چاہینگے

الترمذی عن عائشۃ رضؓ ان النبی صلعم قال یا عثمان لعل اللہ یقمصک قمیصا فان اراد وک علی خلعہ فلا تخلع لھم۔

ترمذی نے عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان سے فرمایا کہ اے عثمان! البتہ اللہ تم کو ایک قمیص پہنائیگا تو اگر لوگ اس کے اتروانے تم سے کوشش کریں تو تم اس کو ان کے کہنے سے نہ اتارنا۔

ف

یہ پیشینگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اکیس ۲۱ برس کے بعد پوری ہوئی۔ اس کا قصہ بہت طویل اور کتب سیر و تواریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ مختصر یہ کہ جناب عثمان ذوالنورین رضؓ کے آخر زمانہ خلافت میں مصر کے لوگ عامل مصر کی شکایت لیکر دارالخلافۃ مدینہ میں حضرت عثمان کے پاس حاضر ہوئے خلیفۂ برحق نے ان کی فریاد سنی۔ ان کی داد رسی کی۔ عامل کو معزول کر کے محمد بن

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطی ۱۲

ابی بکر رضؓ کو عامل مصر مقرر کیا وہ مصر کو روانہ ہوئے مگر کسی فتنہ انگیز کی ایک مکاری کی وجہ سے رستہ سے واپس ہو کر مدینہ لوٹ آئے۔ مصر والوں نے خلیفہ سے بغاوت کی۔ آپ کو محصور کر کے آمد و رفت بند کر دی اور آپ کو مجبور کیا کہ یا تو آپ اس مفسد کو (جو بہ قول مشہور، مروان تھا) ہمارے حوالے کر دیں یا خلافت سے دست بردار ہو جائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مروان کو تو میں حوالے کر نہیں سکتا، تم اس پر جرم ثابت کرو، سزا دینا میرا کام ہے اور خلافت سے بھی میں دستبردار نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلعم نے مجھکو بشارت دی ہے کہ اللہ تمکو ایک قمیص پہنائیگا اور لوگ تم سے اس کے اتروانے کی کوشش کرینگے سو تم ہرگز اُس قمیص کو نہ اُتارنا۔ وہ پیشینگوئی آج پوری ہوئی کیونکہ وہ قمیص یہی خلافت کی قمیص ہے جسکو تم مجھ سے چھیننا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ میں امر خلافت سے اپنے کو کبھی سبکدوش نہ کروں گا۔ آخر کو باغیوں نے اس خلیفۂ برحق کو شہید کر دیا۔

پیشینگوئی

(۵۷)

حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتنوں کا ہونا

(۵۸)

آپ کا بلا میں پھنسنا۔ حق پر ہونا اور مظلوماً شہادت پانا

ترمذی عن مرۃ بن کعب رض قال سمعت من رسول اللہ صلعم انہ ذکر الفتن فقرب بھا فمر رجل مقنع فی ثوب فقال ھذا یومئذ علی الھدیٰ فقمت الیہ فاذا ھو عثمان بن عفان فاقبلت علیہ بوجھہ فقلت ھذا قال نعم۔

ترمذی نے مرہ بن کعب رض سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فتنوں کا ذکر کیا پھر اُن کے وقوع کا زمانہ قریب بتلایا اتنے میں ایک شخص (چہرہ پر) کپڑا اڑائے ہوئے ادھر سے گذرا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ شخص اس وقت حق پر ہوگا۔ یہ سنکر میں اس شخص کی طرف لپکا تو دیکھا کہ وہ عثمان بن عفان رض ہیں پس میں نے ان کے چہرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر کر پوچھا کہ کیا یہی شخص؟ (اس وقت حق پر ہوگا) آپ نے فرمایا ہاں۔

ف

اسی کی ہم معنی ایک حدیث بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابو ہریرہ رض سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ میرے بعد عنقریب فتنہ وفساد میں پڑیں گے، ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ پھر آپ ہمکو کیا حکم دیتے ہیں؟ ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ آپ نے عثمان رض کی طرف اشارہ کرکے جواب دیا، تم (اس) بادشاہ اور اس کے یاروں کی متابعت کرنا۔

ایسی ہی ایک حدیث بخاری ومسلم نے ابو موسیٰ اشعری رض سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، میں یارسول اللہ صلعم کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا کہ یکایک کسی نے دروازہ کھلوایا۔ رسول اللہ نے فرمایا، جاؤ دروازہ کھولدو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو، میں نے دروازہ کھولا تو ابو بکر رض تھے۔ میں نے

رسول اللہ کی خوشخبری سنادی ابوبکرؓ نے خوش ہوکر اللہ کی حمد وثنا کی - اتنے میں دوسرے شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا - رسول اللہ نے فرمایا جاؤ دروازہ کھولدو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو دروازہ کھول کر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے - میں نے رسول اللہ کی بشارت پہونچائی اور وہ بھی خوش ہوکر خدا کی حمد وثنا کرنے لگے - اس کے بعد تیسرے شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا تب رسول اللہ نے فرمایا جاؤ دروازہ کھولدو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو مگر یہ شخص ایک فتنہ میں گرفتار ہوگا - ایک مرتبہ جو دروازہ کھولتا ہوں تو عثمان بن عفانؓ تھے - میں نے رسول اللہ کی فرمائی ہوئی بشارت دُہرادی اور عثمانؓ نے خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ بہتر مددگار ہے

ان حدیثوں میں تین پیشینگوئیاں ہیں -

اوّل :- یہ کہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں ایک فتنہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے آخر زمانۂ خلافت میں مصر کے کچھ باغیوں نے بغاوت کرکے ایک طوفان عظیم برپا کر دیا -

دوسرے :- یہ کہ آپ شہید ہوں گے اور ایسا ہی ہوا کہ ان پاجی بلوائیوں نے امام برحق کو قتل کر دیا -

تیسرے :- آپ کا جنتی ہونا جو اپنے وقت پر ثابت ہوگی -

چوتھے :- یہ کہ آپ اُس وقت حق وہدایت پر ہوں گے اور یہی مذہب اہل سنت وجماعت کا ہے -

پیشینگوئی

(۵۹)

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی خانہ جنگی

الشیخان عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتیٰ تقتتل فئتان عظیمتان من المسلمین فیکون بینھما مقتلۃ عظیمۃ دعوٰتھما واحدۃ۔	بخاری و مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ قائم ہوگی قیامت جب تک مسلمانوں کی دو بڑی جماعتیں قتال نہ کریں اور اُن دونوں کے درمیان جنگ عظیم ہوگی درحالیکہ دعوٰے دونوں کا ایک ہی ہوگا۔

ف

یہ پیشینگوئی اُس جنگ سے پوری ہوگئی جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان میں واقع ہوئی کہ دونوں فریق مسلمان تھے اور دونوں کا دعوٰے ایک ہی تھا یعنی ہر ایک اپنے کو مسلمان کہتا اور اپنے کو برسرِ حق مستحق خلافت سمجھتا تھا اسی جنگ کو جنگ صفین کہتے ہیں۔ اس میں قریب ستر ہزار مسلمانوں کے قتل ہوگئے۔ جو جنگ حصول خلافت کے لئے بنی امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان اور پھر بنو عباس اور بنو علی کے مابین واقع ہوئی اس پر بھی یہ پیشینگوئی صادق آتی ہے مگر رسول کے بعد اس نبج کی پہلی جنگ جنگ صفین تھی اس لئے اس کو مصداق

قرار دیتے ہیں۔

پیشینگوئی

(۶۰)

مسلمانوں میں اختلاف اور پھوٹ پڑیگا

(۶۱)

خوارج کا ظہور اور اون کا اپنی حرکت سے باز نہ آنا

مسلم عن ابی سعید الخدری رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون من امتی فرقتین فیخرج من بینھما مارقۃ یلی قتلھم اولٰھم بالحق ابو داؤد عن انس بن مالک رضؓ قال قال النبی صلعم

مسلم نے ابو سعید خدری رضؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میری امت کے دو فرقے ہوجائینگے پھر ان دونوں کے درمیان سے ایک خروج کرنے والا فرقہ پیدا ہوگا جسکو دونوں گروہوں میں سے وہ گروہ قتل کرے گا جو حق سے زیادہ قریب ہوگا۔

ابو داؤد نے انس بن مالک رضؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ میری امت میں

سیکون فی امتی اختلاف وفرقة قوم یحسنون القیل ویسیئون الفعل یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الدین مروق السهم من الرمیة لا یرجعون حتی یرتد السهم هم شر الخلق۔	عنقریب اختلاف اور پھوٹ پڑے گی ایک قوم ہوگی جو بات اچھی کرے گی اور کام خراب کرے گی۔ وہ قوم قرآن پڑھیگی (مگر) وہ اُن کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا۔ دین سے نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے وہ رجوع نہیں ہوں گے جب تک (نکلا ہوا) تیر واپس نہ ہو۔ وہ دنیا میں بدترین لوگ ہوں گے۔

ف

ان حدیثوں میں چار پیشینگوئیاں ہیں۔

(۱) مسلمانوں میں اختلاف کا پڑنا چنانچہ جناب علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما میں جو لڑائی ہوئی وہ صرف اختلاف پر مبنی تھی اور یہ بات غلط ہے کہ جناب معاویہؓ نے حضرت علیؓ پر خروج کیا تھا۔

جب ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو جائے اور بیعت کرنے والے ارباب حل وعقد سے بھی نہ ہوں تو وہ شخص انہیں لوگوں کا خلیفہ ہوگا جنہوں نے اسکی بیعت کی ہے۔ جنہوں نے بیعت نہیں کی ہے ان لوگوں کا وہ خلیفہ یا امام نہیں ہوسکتا پس بیعت نکرنے والوں کا خروج، خروج علی الامام یا بغاوت نہیں کہا جاسکتا حضرت امیر معاویہ نے نہ تو حضرت علی کو خلیفہ تسلیم کیا نہ اُن کے ہاتھ پر بیعت کی وہ خود مدعی خلافت تھے پس وہ بغاوت کیونکر ہوسکتی ہے؟ اور اگر اس کو بغاوت

مان لیا جائے تو یزید اور حضرت حسین بن علیؓ کے معاملہ میں مشکل پڑ جائے گی کیونکہ یزید کے ہاتھ پر عام بیعت ہو چکی تھی اور امام حسینؓ نے اُن پر خروج کیا تھا۔

(۲) مسلمانوں میں پھوٹ کا پڑنا اور دو فرقوں کے درمیان سے ایک خروج کرنے والے کا نکلنا اور یہ وہ پھوٹ ہے جو خوارج اور حضرت علیؓ کے لشکریوں میں ہوئی یہانتک کہ نوبت جنگ کی پہونچی اور خارجیوں کا قتل عام ہوا۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ سے لڑائی ہو رہی تھی کہ اسی درمیان میں ایک گروہ خوارج مذکورہ کا خود حضرت علیؓ کے لشکر سے پھوٹ پڑا۔ انہوں نے اپنے ہی امام جناب علی مرتضیٰؓ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور آخر حضرت علیؓ نے ان کا قلع قمع کیا۔

اختلاف اور فرقہ میں فرق ہے۔ اختلاف سے مراد اختلاف فی الرائے ہے۔ فرقہ کے معنی جدا ہونے کے ہیں یعنی گروہ سے جدا ہو جانا جسکے مفاسد ظاہر ہیں۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں جو قتال واقع ہوا وہ محض اختلاف کی وجہ سے تھا جس میں جناب معاویہؓ سے ایک اجتہادی خطا یا چوک ہو گئی تھی۔ بخلاف اس کے حضرت علیؓ اور خوارج کے درمیان جو قتال و جدال ہوا وہ دراصل فرقہ یعنی پھوٹ تھا کیونکہ خوارج حضرت علیؓ کی لشکر کے لوگ تھے انہوں نے ناجائز طور پر حضرت علیؓ کا ساتھ چھوڑا۔ مخالفت اختیار کی۔ بغاوت پر کمر باندھی۔ ان کے ناشائستہ حرکات سے مجبور ہو کر حضرت علیؓ نے ان کے استیصال کا قصد کیا۔ خارجیوں نے امام کا مقابلہ کیا اور آخر سب نے شکست فاش کھائی۔

اب دیکھو کہ حدیث میں پہلے اختلاف کا لفظ ہے اس کے بعد فرقہ کا اور اسی طرح واقع بھی ہوا کہ پہلے امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں اختلاف پڑا اور اس اختلاف کے اثنا میں خوارج کا گروہ پیدا ہو گیا۔

(۳) خوارج کی سیرت کا بیان کہ ان کی باتیں اچھی ہونگی اور کردار بالکل اس کے

خلاف اور یہ ایسے ہی لوگ تھے کہ ظاہر میں تو بڑے دیندار تھے مگر اپنے امام کی لشکر سے ناجائز طور پر جدا ہوئے جس سے بڑی خرابی پیدا ہوئی۔

(۴) خوارج اپنے اخلاق رویہ اور عادات خبیثہ سے باز نہ آئیں گے جب تک کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہ آجائے یہ تعلیق بالمحال بالمحال ہے جس طرح قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ مشرکین جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک اونٹ سوی کے ناکے میں سے نہ گذر جائے۔ مطلب یہ کہ نہ کمان سے نکلا ہوا تیر پھر سکتا نہ خوارج اپنی عادات سے۔ اسی طرح مشرکین کا جنت میں داخل ہونا اور اونٹ کا سوی کے ناکے سے گذرنا ایک حکم میں ہے یعنی نہ وہ ہو سکتا نہ یہ ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خوارج اپنی عادات و عقائد فاسدہ سے باز نہ آئے۔ بہت سے قتل و غارت ہو گئے اور جو بچ گئے وہ اسی طرح اپنی حالت پر قائم رہے اور آج بھی دنیا میں وہ گروہ باقی ہے۔

تنبیہ

خوارج شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو مانتے ہیں اور ختنین (عثمانؓ و علیؓ) کو نہیں مانتے اُن کے مقابل میں شیعہ امامیہ ہیں جو اصحاب ثلاثہ (ابوبکرؓ فاروقؓ عثمانؓ) کو نہیں مانتے اور حضرت علی رضؓ کا درجہ رسول سے بھی زیادہ قرار دیتے ہیں۔ ان میں کا ہر ایک گروہ، دوسرے پر اور دوسرے کے بزرگوں پر لعنت کرتا ہے۔ میرے والد ماجد استاذی علامہ محمدؒ اعظم مدظلہ ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک کتاب خوارج کے مذہب کی دیکھی ہے جس میں مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضؓ کی تکفیر پر (معاذ اللہ ستو) دلیلیں قائم ہیں پھر سلسلہ وار اس نے بیان کرنا شروع کیا۔ میں گیارہ تک پہونچا تھا کہ پھر نہ دیکھ سکا۔

پیشینگوئی

(۶۲)

طلحہؓ کی شہادت

الترمذی عن جابرؓ قال نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی طلحۃ بن عبد اللہؓ فقال من سرہ ان ینظر الی شہید یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی طلحۃ بن عبد اللہؓ

ترمذی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبد اللہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ جو شخص زمین پر چلتے پھرتے شہید کے دیکھنے کا خواہشمند ہو وہ طلحہ بن عبد اللہؓ کو دیکھ لے۔

ف

اس حدیث میں حضرت طلحہ بن عبد اللہؓ کے شہادت کی پیشینگوئی کی گئی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جنگ جمل میں جب آپ حضرت علیؓ کی نصیحت سے متاثر ہو کر جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی لشکر سے نکل گئے تو مروان نے آپ[۱] کو شہید کر دیا یا کرا دیا۔

---

[۱] روضۃ الصفا۔

پیشینگوئی

(۶۳)

مسلمان ایک قوم سے لڑینگے اور وہ مال دیکر جانیں بچائینگے

ابو داؤد عن رجل من جھینۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلکم تقاتلون قوماً فتظھرون علیھم فیتقونکم بامو الھم دون انفسھم و ذراریھم فیصالحونکم علی صلح فلا تصیبوا منھم فوق ذلک فانہ لایصلح لکم۔

ابو داؤد نے ایک جہنی مرد سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شاید تم لوگ (آئندہ) ایک قوم سے لڑوگے اور اُن پر فتح پاؤگے پھر وہ لوگ کچھ مال دیکر اپنی اور اپنی اولاد کی جانیں تم سے بچائینگے اس کے بعد وہ لوگ تم سے ایک (معین) مال پر صلح کرلینگے پس تم اُن سے (معین مال سے کچھ) زیادہ نہ لینا کیونکہ یہ زیادتی تمکو ہرگز جائز نہیں ہے۔

ف

حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اور اس کے بعد بھی اکثر اسی طرح صلح ہوی چنانچہ خاص دمشق کا واقعہ زیادہ مشہور ہے کہ آیا وہ صلحاً فتح ہوا یا غزواً اور بالآخر صلحاً ٹھیرا اور مسلمانوں نے

اس سے زیادہ تصرف نہ کیا۔[1]

پیشینگوئی

(۶۴)

امام حسنؓ دو بڑے لشکروں میں صلح کے باعث ہونگے

البخاری عن ابی بکرۃؓ قال رئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر والحسن بن علیؓ الی جنبہ ویقول ان ابنی ھذا سیّد ولعلّ اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین	بخاری نے ابوبکرہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا درحالیکہ امام حسن بن علیؓ آپ کے پہلو میں تھے اور آپ فرماتے تھے کہ بلاشک یہ میرا بیٹا سردار ہے اور البتہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان میں صلح کرادیگا۔

ف

امام حسن رضی اللہ عنہ کے سبب سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح ہونے کی پیشینگوئی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جب امام حسنؓ اپنے باپ کے جانشین وخلیفہ ہوئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

---

[1] نتیج الکرام ۱۲

پھر جنگ کی تیاری ہونے لگی مگر اس اثنا میں حضرت حسنؓ کے شیعہ نے آپکے ساتھ ناگوار بدسلوکی کی جس کی وجہ سے حضرت حسنؓ کا اپنی شیعہ کی طرف خیال وفاداری کمزور ہوگیا اور ان کو محسوس ہوا کہ ایسی غدار و بیوفا جماعت کے بھروسہ پر مسلمانوں کی خونریزی عبث ہے۔ غرض آپنے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر کے خلافت اُن کے سپرد کردی اور یہ بہت اچھا ہوا۔

پیشینگوئی

۶۵

اللہ مسلمانوں کو بادشاہ بنائیگا

مسلم والنسائی عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ تعالیٰ مستخلفکم فیھا فناظر کیف تعملون

مسلم اور نسائی نے ابوسعیدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا شیریں سرسبز ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمکو دنیا میں بادشاہ بنائیگا پھر دیکھیگا کہ تم (حصول بادشاہت کے بعد) کیسے کام کرتے ہو؟

ف

یہ پیشینگوئی بہت جلد پوری ہوی اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے انتقال کے ساتھ ہی دنیا میں مسلمانوں کا ہر طرف عمل دخل شروع ہوگیا اور آخر کار ان کی ایک عظیم الشان خلافت وسلطنت قائم ہوگئی جس کا اثر آج بھی دنیا میں باقی ہے

پیشینگوئی

(۶۶)

ایک شہر بصرہ آباد ہوگا

ابو داؤد عن انسؓ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس یمصرون امصارا وان مصرا منہا یسمی البصرۃ	ابوداؤد نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ بہت سے شہر آباد کریں گے اور انہیں میں سے ایک شہر ہوگا جس کا نام بصرہ ہوگا۔

ف

یہ شہر بصرہ حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں دریائے شط النہر (فرات) کے کنارے آباد کیا گیا تھا۔

پیشینگوئی

(۶۷)

خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے

الترمذی عن ابی ہریرۃؓ	ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من خراسان رایات سود لا یردھا شیء حتی تنصب بایلیا

کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے انہیں کوئی چیز نہ روک سکیگی یہانتک کہ وہ بیت المقدس میں گاڑے جائینگے۔

ف

یہ پیشینگوئی خلافت عباسیہ کے قائم ہونے کی ہے جو وفات رسول خدا صلعم سے ڈیڑھ سو برس کے بعد پوری ہوی۔ عباسیوں کا شاہی بانا اور لوا سیاہ تھا۔ اُن کے بارہ نقبا میں سے ایک ابومسلم مروزی تھا جس کا مستقر خراسان میں تھا۔ بعض وجوہ سے اس کو قبل از وقت اُٹھ کھڑا ہونا پڑا اور سب سے پہلے عباسیوں کی خلافت کے سیاہ جھنڈے خراسان[1] ہی سے نکلے اور اُن کو کوئی دنیاوی طاقت نہ روک سکی تا آنکہ وہ بیت المقدس وغیرہ تمام بڑے بڑے مقامات پر لہرانے لگے۔

پیشینگوئی

(۶۸)

لوگ علم کی طلب میں اونٹوں پر سفر کرینگے

(۶۹)

[1] تاریخ ابن اثیر

اور مدینہ کے عالم سے بہتر کوئی نہ ہوگا

الترمذی عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل فی طلب العلم فما یجدون باعلم من عالم المدینۃ

ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے کہ لوگ علم کی طلب میں اونٹوں پر سفر کرینگے تو مدینہ کے عالم سے بڑا عالم کسی کو نہ پائینگے

ف

حدیث میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

لوگوں کا طلب علم میں اونٹوں پر سفر کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تو آپ کی حدیثوں کے جمع کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ آپ کی ذات سراپا برکات خود موجود تھی۔ آپ کے بعد صحابہ کا زمانہ آیا۔ اس عہد میں بھی جمع احادیث کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اس لئے کہ صحابہ قرآن کے معانی سے واقف تھے اور اپنے کانوں رسول کی زبان سے حدیثیں سنے ہوئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین آئے جو صحابہ رسول خدا کے صحبت یافتہ تھے لہٰذا یہ عہد بھی حدیثوں کے جمع کرنے کی ضرورت سے مستغنی رہا جب یہ زمانہ بھی قریب الاختتام ہو چلا اور رسول اللہ صلعم سے بُعد ہونے لگا تو احادیث نبوی کے جمع کرنے کی سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ مبادا اس

زمانہ کے بعد پھر یہ کام ہی نہ ہوسکے اور یہ وجہ بھی ہوی کہ وضعی حدیثیں کثرت سے شائع ہونے لگیں جس کی اصلاح از بس ضروری تھی۔

اس خیال کے ساتھ ہی ہر طرف سے عاشقان کلام مصطفوی اور شتاقان احادیث احمدی اُٹھ کھڑے ہوئے اور حدیثوں کے جمع و تنقید میں لگ گئے پھر تو صدیوں تک اس کا سلسلہ نہ ٹوٹنے پایا۔ جہاں خبر ملی فلاں مقام پر ایک شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہے تو چل کھڑے ہوئے۔ ایک ایک حدیث کے لئے منزلوں کی راہ طے کر لینی اُن کیلئے ادنیٰ بات تھی۔

دوسری پیشینگوئی

سب سے بہتر مدینہ کے عالم ہوں گے شارحین حدیث لکھتے ہیں کہ اس سے اشارہ امام مالکؒ کی طرف ہے جو عالم مدینہ کے نام سے مشہور ہیں اور جیسا کہ عبدالرزاق رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے۔

حدیث کی کتابیں تو بہت لوگوں نے مرتب و مدوّن کیں مگر امام مالکؒ کی موطا سے بہتر کوئی کتاب معتبر نہیں ہوی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس زمانہ میں امام مالک مدنیؒ سے بڑا عالم کوئی نہ تھا جیسا کہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ نے موی شرح موطا میں تحریر فرمایا ہے۔

میں کہتا ہوں

کہ شارحین حدیث اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی یہ رائے اس قدر تو بہت صحیح ہے کہ فن حدیث میں پہلی کتاب معتبر جو مرتب ہوئی وہ موطا امام مالکؒ ہے اور اسمیں

بھی کوئی شبہ نہیں کہ امام مالکؒ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم تھے لیکن اس حدیث میں عالم مدینہ سے امام مالکؒ کو مراد لینا بلا دلیل ہے حدیث میں نام نہیں لیا گیا ہے اور نہ ایسی علامتیں بیان کی گئیں جو امام مالکؒ پر ہی منطبق ہوں اس لئے یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ عالم مدینہ سے مالک رحمہ ہی مراد ہیں۔ ممکن ہے کہ آئندہ مدینہ میں کوئی ایسا عالم ہو جس سے زیادہ اسلامی دنیا میں کوئی ذی علم نہ ہو۔

یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ امام مالکؒ کے زمانہ میں ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہؒ انہیں کے ہمعصر تھے۔

بلاشبہ امام ابو حنیفہؒ نے فن حدیث میں کوئی کتاب مدوّن نہیں کی لیکن قرآن میں اور زیادہ احادیث میں جو ان کی سند میں ہیں امام کی نظر بہت غائر تھی۔ خاصکر حرام و حلال میں اُن سے بہتر کسی کا مذہب نہیں ہے اور فن فقہ تو سوائے حنفیوں کے کسی کا بھی مکمل نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی صواب اندیشی اور دقت نظر وغیرہ ان کی افضلیت کی کافی دلیل ہے اور یہ افضلیت مجموعی حیثیت کے لحاظ سے ہے ورنہ بعض بعض جزوی میں تو ہر ایک دوسرے سے افضل ہے۔

بہت باتیں ایسی ہیں جو مدتوں بعد حل ہوتی ہیں مثلاً نماز میں ہاتھوں کے باندھنے اور چھوڑنے کے متعلق میں عرصہ تک تحقیق کے صحراء میں سرگرداں رہا۔ آخر یہ بات متحقق ہوئی کہ ارسال (ہاتھ چھوڑنا) غلط ہے اور وضع یدین اتنا ہی ثابت ہوا کہ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَدَہُ الْیُمْنٰی عَلَی یَدِہِ الْیُسْرٰی۔ یعنی رسول اللہؐ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا خواہ سینہ کے نیچے ہو یا سینہ کے اوپر ہو یا ناف کے نیچے ہو۔ اگرچہ فوق الصدر کی احادیث زیادہ ہیں مگر سب قلیل الافادہ

اب سنئے کہ اگر ہاتھ کھولکر دیر تک نماز میں کھڑا رہنا پڑے تو انگلیوں میں خون اترتا ہے البتہ اس صورت میں ہاتھ کو ہلاتے رہنا مفید ہے مگر وہ فعل کثیر اور آداب صلوٰۃ کے خلاف ہے۔ علی ہذا القیاس ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا بھی تکلیف دہ اور بدنما ہے کیونکہ یہ وضع، وضع طبیعت سے بالکل بعید ہے اور ان دونوں باتوں کا تجربہ مجکو بارہا ہوا ہے۔ بخلاف ان کے تحت السرہ یا علی السرہ یعنی ناف کے اوپر یا نیچے ہاتھ باندھنا وضع طبیعت کے قریب ہے اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھدینے کی وجہ سے خون بھی نہیں اترتا اس فائدہ کو یقینی طور پر معلوم کرنے کے بعد میں نے سینہ پر ہاتھ باندھنا قطعاً چھوڑ دیا۔ غرض اس قسم کے اکثر مسائل ہیں جو امام اعظمؒ کی ذہانت، دقت نظر، ان کے وفور علم اور افضلیت کو ثابت کرتے ہیں۔

پیشینگوئی

(۷۰)

یمن۔ شام اور عراق کی فتح

الشیخان عن سفیان بن زہیرؓ قال قال رسول اللہ صلعم تفتح الیمن فیاتی قومٌ یسبون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم	بخاری و مسلم نے سفیان بن زہیرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک یمن فتح ہوگا تو ایک قوم جلدی کرتی ہوئی آئیگی پھر اٹھالیجائیگی اپنے گھر والوں کو اور ان کو

وَالمدینۃ خیرلھم لوکانوا یعلمون وتفتح الشام فیاتی قوم یسبون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم والمدینۃ خیرلھم لوکانوا یعلمون وتفتح العراق فیاتی قوم یسبون فیتحملون باھلیھم ومن اطاعھم والمدینۃ خیرلھم لوکانوا یعلمون

جوان کا کہا مانیں گے حالانکہ مدینہ کا رہنا اُن کے حق میں بہتر ہوگا بشرطیکہ سمجھیں اور شام کا ملک فتح ہوگا تو بعض لوگ جلدی کرتے ہوئے آئینگے پھر اٹھا لیجائینگے اپنے گھر والوں اور اپنے کہنا ماننے والوں کو حالانکہ اگر وہ سمجھیں تو مدینہ اُن کے حق میں بہتر ہے اور فتح ہوگا عراق کا ملک تو بعض لوگ جلدی کرتے ہوئے آئینگے پھر اٹھا لیجائینگے اپنے گھر والوں اور اپنے کہا ماننے والوں کو حالانکہ اگر وہ سمجھیں تو مدینہ کا رہنا اُن کے حق میں بہتر ہے۔

ف

مطلب یہ کہ یمن، شام اور عراق سب ممالک فتح ہوں گے اور اہل اسلام حجاز کو چھوڑ کر یمن وغیرہ میں جا بسینگے حالانکہ مدینہ کا چھوڑنا اور اس کے برکات سے محروم رہنا ان کے حق میں بہتر نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ تینوں ممالک یمن، شام عراق فتح ہوئے اور مسلمانوں کی کثیر التعداد جماعتیں حجاز سے نکل نکل کر ان ممالک میں جا بسیں۔

اس حدیث قدسی سے بالالتزام یہ بھی نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ بنایا وہ اچھا نہ تھا۔ مدینہ ہی میں رہنا اچھا تھا۔ کوفہ میں آکر آپ کو سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔

پیشینگوئی

(۱۷)

روم اللہ کی مدد سے فتح ہوگا

مسلم عن عقبۃ بن عامرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستفتح علیکم الروم یکفیکم اللہ فلا یعجز احدکم ان یلھو باسھمہ

مسلم نے عقبہ بن عامرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب تم روم کی سلطنت کو فتح کروگے اور اللہ تم کو بس ہوگا پس تم میں کا کوئی شخص اپنی تیروں کے ساتھ کھیلنے سے عاجز نہو۔

ف

شام۔ داناطول۔ قبرس اور بناور شام وغیرہ رومیوں کے تصرف میں تھے۔ شام وغیرہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ[۵۱] میں اور قبرس وغیرہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں امیر معاویہ رضؓ کے ہاتھ پر مفتوح ہوئے اور خود امیر معاویہؓ بھی اپنے عہد خلافت[۵۲] میں کچھ کچھ پیشقدمی کرتے رہے۔ عباسیوں[۵۳] نے تمام ایشیائی حصہ کو لے لیا اور قیصر قسطنطنیہ کو باجگذار بنا دیا پھر سلطان ترکی محمد ابو الفتح نے خاص دارالسلطنت قسطنطنیہ کو فتح کرلیا اور اس روز یہ پیشینگوئی گویا اچھی طرح

---

۵۱ تاریخ کامل۔ ۵۲ ابن اثیر۔ ۵۳ ابن اثیر۔

پوری ہو گئی۔

پیشینگوئی

(۷۲)

زمین عجم مفتوح اسلام ہوگی

ابو داؤد عن ابن عمر	ابو داؤد نے ابن عمرؓ سے روایت
قال قال رسول اللہ	کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم	وسلم نے کہ عنقریب تم سرزمین عجم
ستفتح لکم ارض	کو فتح کرو گے اور تم اس میں ایسے
العجم وستجدون	مکانات پاؤ گے جن کو حمام کہتے ہو
فیھا بیوتا یقال لھا الحمامات	تو خبردار حماموں میں مرد بلا ازار کے
فلا یدخلنھا الرجال	داخل نہ ہوں اور عورتوں کو مطلقاً وہاں
الا بالازر وامنعوھا النساء	جانے سے روکنا مگر اس عورت کو
الا مریضۃ او نفساء	جو بیمار اور زچہ ہو (کہ اسکو نہ روکنا)

ف

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ایران عجم کا بیشتر حصہ فتح ہو چکا تھا۔ سن بعد بنی امیہ کے عہد حکومت میں تمام ایران۔ خراسان اور ترکستان وغیرہ مفتوح ہو گئے۔ اس پیشینگوئی کے ساتھ آپ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ ایران میں حمام ہوں گے تو مرد اس میں بلا ازار کے برہنہ غسل

اور
کر نہ جائیں اور عورتوں کو مطلقاً جانے کی ضرورت نہیں لیکن جو عورتیں بیمار یا زچہ ہوں
وہ وہ اگر حمام میں جائیں تو حرج نہیں کیونکہ بعض امراض کے لئے حمام بہترین دوا ہے

پیشینگوئی

(۷۳)

جزیرۂ عرب۔ فارس۔ روم اور دجال پر فتح

مسلم عن نافع بن عتبۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تغزون جزیرۃ العرب فیفتحہا اللہ ثم فارس فیفتحہا اللہ ثم تغزون الروم فیفتحہا اللہ ثم تغزون الدجال فیفتحہا اللہ۔

مسلم نے نافع بن عتبہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم جزیرۂ عرب (والوں) سے جنگ کروگے تو اللہ اس کو فتح کردے گا پھر فارس (والوں) سے جنگ کروگے تو اللہ اسکو (بھی) فتح کردے گا پھر تم روم (والوں) سے جنگ کروگے تو اللہ اسکو (بھی) فتح کردے گا پھر تم دجال سے جنگ کروگے تو اللہ اسکو (بھی) فتح کردیگا

ف

جس ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئیاں فرمائیں اُسی ترتیب سے واقع بھی ہوئیں کہ پہلے جزیرۂ عرب اس کے بعد ایران فارس

پھر روم فتح ہوا۔ اس کے بعد شہران اسلام نے دجال یعنی یورپ والوں کو للکارا تو اسپین و ایطالیہ وغیرہ سب نے مغلوب ہو کر ان کے سامنے سر اطاعت خم کر دئے

روما کے دھوئیں اڑا دئے تھے ؎ اٹلی کو کنویں جھنکا دئے تھے
وہ نیزۂ خوں فشاں کہ چلکر ٹھیرا تھا فرانس کے جگر پر

پیشینگوئی

(۷۴)

مسلمان خوزستان و کرمان کو فتح کرینگے

الشیخان عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتی تقاتلوا قوما نعالھم الشعر وحتی تقاتلوا الترک صغار الاعین حمر الوجوہ ذلف الانوف کان وجوھھم المجان المطرقۃ۔

بخاری و مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم ایک ایسی قوم سے جنگ نہ کر لو جن کے جوتے بالوں کے ہونگے اور جب تک ان ترکوں سے جنگ نہ کرلو جن کی آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ چہرے سرخ ہوں گے اور نا کیں بیٹھی ہوئی پست ہوں گی گویا کہ ان کے چہرے چوڑی چکلی سپریں ہوں گی۔

ان دونوں گروہوں سے خوزستان و کرمان کے لوگ مراد ہیں جن کو مسلمانوں نے

مغلوب و مفتوح کر لیا جیسا کہ دوسری حدیث میں صراحت فرمائی گئی ہے۔

البخاری عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتّی تقاتلوا خوزا وکرمان من الاعاجم حمر الوجوہ فطس الانوف صغار الاعین وجوھھم المجان المطرقۃ نعالھم الشعر عراض الوجوہ۔

بخاری نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم لوگ جنگ نہ کر لو خوز اور کرمان سے جو دو عجمی گروہ ہیں سرخ چہرے والے پست ناکوں والے۔ چھوٹی آنکھوں والے کہ اُن کے چہرے سر بستہ سپریں ہیں ان کے جوتے بالوں کے ہوں گے (اور اُن کے) چہرے چوڑے ہوں گے۔

ف

جس طرح ہمارے صادق و مصدوق پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا اسی طرح اور اسی حلیہ کے ترکوں سے مسلمانوں نے قتال کیا اور خوزستان و کرمان[1] کو جناب عثمان ذوالنورین رضؓ کے عہد مبارک میں مغلوب و مفتوح کر کے رہے۔

---

[1] تاریخ الخمیس ۱۲

پیشینگوئی

(۷۵)

مسلمان کسریٰ کے قصر ابیض کے خزانہ پر متصرف ہونگے

مسلم عن جابر بن سمرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتفتحن عصابۃ من المسلمین کنز آل کسری الذی فی الابیض۔

مسلم نے جابر بن سمرہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلاشک مسلمانوں کی ایک جماعت بادشاہ کسریٰ کے اس خزانہ پر متصرف ہوگی جو قصر ابیض میں (محفوظ) ہے

ف

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے امیر المومنین کے حکم سے ایران پر لشکر کشی کی۔ شہر مدائن کو جو اس وقت بادشاہ کسری کا دار السلطنت تھا فتح کر لیا۔ یزدگرد بادشاہ ایران بھاگ گیا اور خاندان کسری کا تمام خزانہ جو قصر ابیض یعنی کوشک سفید[1] میں محفوظ تھا مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی پوری ہوگئی۔

---

[1] تاریخ کامل ۱۲

پیشینگوئی

(۷۶)

مسلمانوں میں گمراہ امام ہونے لگیں گے

ابو داؤد والترمذی عن ثوبانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما اخاف علی امتی الائمۃ المضلین۔

ابو داؤد اور ترمذی نے ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اپنی امت کی اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اُن میں گمراہ کرنے والے امام ہونے لگیں گے

ف

حدیث شریف میں ائمہ کا لفظ ہے۔ ائمہ جمع ہے امام کی اور امام کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے۔

اوّل امام نماز جو صرف نماز میں امام ہوتا ہے۔

دوسرے امام فن جو کسی فن یا علم میں کامل ہو مثلاً فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ کلام و فلسفہ میں فخر الدین رازیؒ۔ امام غزالیؒ اور حدیث میں امام بخاریؒ و مسلمؒ وغیرہ۔

تیسرے امام امت جو دینی و دنیاوی دونوں حیثیتوں سے مسلمانوں کا فرمانروا ہو۔ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی دوسرا دنیاوی حاکم اس پر نہ ہو۔ حکومت کی باگ اس کے ہاتھوں میں ہو۔

مضل سے یہاں اس طریقہ کا اختیار کرنا مقصود ہے جو صواب نہ ہو پس ظاہر ہے کہ حدیث کا تعلق معنی ثالث امام سے ہے۔ اور امام یعنی امام فن تو اس زمانہ میں مشہور ہی نہیں تھا شریعت کی پوری پابندی اس مسلک پر جو رسول خدا کا تھا صرف شیخین کے زمانہ میں ہوئی اور انہیں (ابوبکرؓ عمرؓ) کی امامت علی منہاج النبوت تھی اور یہی، غیر محصور خیر و برکت کا زمانہ تھا۔

خلافت راشدہ کا درجہ اس کے بعد ہے اور وہ بھی اچھا زمانہ تھا پھر اس کے بعد عام خلافت و امامت ہے جنھوں نے علی اختلاف المدارج ناصواب طریقے اختیار کئے جس سے امت کو نقصان پہونچا اور جس کا نتیجہ ہم بھگت رہے ہیں اور جس کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تاریخ کے معائنہ سے ظاہر ہو گا کہ کثیر التعداد خلفا و سلاطین اسی جادہ پر رہے اور ان کی ناصواب اندیشی سے امت کے حق میں بُرے نتائج پیدا ہوئے اور ہوتے رہے۔

پیشینگوئی

(۷۷)

مسلمان مصر کو فتح کرینگے

مسلم عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستفتحون مصر وھی ارض یسمی فیھا القیراط

مسلم نے ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ عنقریب تم مصر کو فتح کروگے اور وہ ایک زمین ہے جس میں قیراط کا نام مشہور ہے

فاستوصوا باھلھا خیرا فان لھم ذمۃ و رحما۔	تو میری وصیت قبول کرو کہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا کیونکہ اُن کے واسطے امان ہے اور ان سے رشتہ ہے

ف

قیراط ملک مصر کا مروج و مشہور سکہ ہے اور وہ وزن میں پانچ جو کے برابر نصف دانگ ہے۔ بادشاہ حبشہ نے کہ مصر بھی اسی کے تحت میں تھا رسول اللہ صلعم کی خدمت میں ایک لونڈی ماریہ قبطیہ[۵۱] تحفہ بھیجی تھی جس کے بطن سے جناب ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ فتح ہو جانے کے بعد مصر والوں سے اچھا سلوک کرنا۔

حضرت عثمان رض کے عہد میں ملک مصر[۵۲] فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور جب سے اب تک ہمارے ہی قبضہ میں ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی پیشینگوئی ہے

پیشینگوئی

(۷۸)

مسلمان آپس میں قینچی کی طرح گتھ جائینگے

بخاری عن واقد بن محمد عن ابیہ عن عبد اللہ	بخاری نے واقد بن محمد سے روایت کی ہے انہوں نے اپنے باپ سے

۵۱ تاریخ کامل ۱۲ ۵۲ تاریخ الخمیس ۱۲

بن عمرو بن العاصؓ قال
شبک رسول اللہ صلعم
اصابعہ وقال کیف
انت یا عبد اللہ بن عمرو
اذا بقیت فی حثالۃ قد
مرجت عھودھم
واختلفوا فصاروا
ھٰکذا قال کیف
یا رسول اللہ قال تاخذ
ما تعرف وتدع
ما تنکر وتقبل
علی خاصتک وتدع
عوامھم۔

اور انہوں نے عبد اللہ بن عمرو
بن العاصؓ سے کہ رسول اللہ صلعم
نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو قینچی کیا
اور فرمایا کہ اے عبد اللہ بن عمرو!
تو کیا کرے گا جس وقت تو کو رذیل
لوگوں میں باقی رہ جائیگا جن کے
عہد و پیمان اور امانت داریاں
بگڑ جائیں گی اور امن میں اختلاف
پڑ جائے گا تو وہ لوگ اس طرح
ہو جائینگے (جیسی یہ قینچی بنی ہے)
عمرو نے کہا یا رسول اللہ! میں اسوقت
کیا کروں! فرمایا جو بات تجکو موافق
شرع معلوم ہو اس کو اختیار کرنا
اور خلاف شرع کو چھوڑ دینا خاص
اپنے حال پر متوجہ ہونا اور عوام
کو اپنے حال پر چھوڑ دینا۔

ف

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ ہر طرف فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو گئی تھی۔ کہیں عبد اللہ بن زبیرؓ نے دعوے خلافت کر کے حجاز پر فرمانروائی شروع کر دی۔ کہیں مختار نے اہل بیت رسول کی مدد کا دعویٰ کر کے ہر طرف تغلب و تصرف کرنا شروع کیا۔ مروان نے

جو اُوہم مچا رکھی تھی وہ ان سب بلاؤں کے علاوہ تھی۔ غرض جو حالت تھی وہ ناگفتہ تھی اور تمام مسلمان باہم دگر قینچی کی طرح گتھے ہوئے تھے۔

حدیث شریف میں اسی زمانہ کی پیشینگوئی ہے اور اسی لئے جناب رسول خدا روحی فداہ نے عبداللہ بن عمرؓ کو ہدایت فرمائی کہ تم دوسروں سے تعرض نکرنا بس اپنی ہی خیر منانا اور جھگڑوں سے دور رہنا تاریخ کی کتابوں میں ان واقعات کی تفصیل موجود ہے۔ یہ محل اسکی تصریح کا نہیں ہے۔

پیشینگوئی

(۷۹)

فتنے ایک کے بعد ایک مسلسل آئینگے

الشیخان عن حذیفۃؓ قال کنا عند عمرؓ فقال ایکم یحفظ حدیث رسول اللہ صلعم فی الفتنۃ فقلت انا قال انک لجریٔ وکیف قال قلت سمعتہٗ یقول فتنۃ الرجل فی اھلہ ومالہ وولدہٖ ونفسہ وجارہٖ یکفرھا الصیام والصلوٰۃ

بخاری و مسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا ہم عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ انہوں نے پوچھا تم میں سے رسول اللہ صلعم کی حدیث جو فتنہ کے بارہ میں ہے کس کو یاد ہے میں نے کہا مجکو۔ عمرؓ نے کہا تو بڑا دلیر ہے (اچھا تو) رسول اللہ نے کسطرح فرمایا میں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مرد سے

والصدقة فقال
عمرؓ لیس هذا
اریدانما اریدالتی
تموج کموج
البحر فقلت
مالك ولها یا
امیر المومنین
ان بینك وبینها
بابًا مغلقًا
یوشك ان
یکسر قال
عمرؓ اکسر
لا ابالك
فلو انه
فتح کان لعله
یعاد قال
وحدثته
ان ذلك الباب
رجل تقتل فقلنا
لحذیفةؓ هل کان
عمر یعلم من الباب

اپنے گھر والوں اور اپنے مال اور جان
اور لڑکوں اور ہمسایوں کے حق میں
قصور ہو تو یہ قصور روزہ اور نماز اور
زکوٰۃ سے معاف ہو جاتا ہے عمرؓ نے
کہا یہ میری مراد نہیں ہے میری مراد
اس فتنہ سے ہے جو دریا کی موج کی
طرح موج مارےگا میں نے عرض کیا
یا امیر المومنین! آپ کو اس سے
کیا مطلب؟ کیونکہ آپ کے اور اس کے
بیچ میں بند کیا ہوا دروازہ ہے جو
عنقریب ٹوٹ جائے گا عمرؓ نے کہا
تیرا باپ نہ ہو کیا وہ ٹوٹ جائے گا
سو اگر وہ کھلتا تو امید تھی کہ پھر بند ہو جاتا
حذیفہؓ نے کہا میں نے اُن سے بیان
کیا کہ اس دروازہ سے ایک مرد مراد
ہے جو قتل کیا جائے گا (راوی
کہتا ہے کہ) ہم نے حذیفہؓ سے پوچھا
کہ کیا عمرؓ واقف تھے کہ دروازہ کون
ہے؟ حذیفہؓ نے کہا ہاں جیسے یہ
جانتے تھے کہ آئندہ روز سے پہلے
رات ہے کسی نے حذیفہؓ سے پوچھا

قال نعم کما یعلم ان دون غد لیلۃ	کہ دروازہ سے کیا مراد ہے ؟
فقیل لحذیفۃؓ من الباب قال عمرؓ	انھوں نے کہا عمرؓ (مراد ہیں)

ف

بند کئے ہوئے دروازہ سے (حذیفہؓ کی) مراد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مقدس ذات تھی کہ دروازہ ٹوٹتے ہی ہر طرف فتنے پھوٹ پڑے اور ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمرؓ قتل کئے گئے یعنی دروازہ توڑا گیا اور اسلام پر ہر طرف سے فتنوں کا احاطہ ہوگیا۔ حضرت عمرؓ کی زندگی تک امن رہا آپ کے شہید ہوتے ہی فتنے برپا ہوگئے گویا آپ فتنوں کے لئے سد باب تھے دروازہ ٹوٹا اور فتنے موجیں مارنے لگے کہ پہلے حضرت عثمانؓ پر بلوائیوں نے چڑھائی کی پھر آپ کو شہید کیا۔ حضرت علیؓ کے آغاز خلافت میں جنگ جمل ہو پڑی۔ جنگ جمل کے بعد مدتوں جنگ صفین رہی جنگ صفین حکمین کے فیصلہ پر منتہی ہوی پھر خوارج و نہروان کا فتنہ ہوا پھر حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی۔ امام حسنؓ کے خلیفہ ہونے کے بعد امیر کی لڑائی کی تیاری ہوئی جس کا انجام صلح پر ہوا پھر یزید کے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی کربلا کا ناگوار واقعہ پیش آیا اور اس کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ اور حجاج ثقفی کے فتنے مسلسل آتے رہے جس کی تفصیل میں تطویل ہے۔

جب حضرت حذیفہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ کے اور فتنوں کے درمیان مسدود دروازہ ہے جو عنقریب ٹوٹ جائے گا (اور فتنے پھیل پڑیں گے) تو آپ نے فرمایا، کیا وہ ٹوٹ جائے گا، کاش اگر وہ کھلتا تو ممکن تھا کہ پھر بند ہو جاتا۔

حضرت عمرؓ کا یہ مطلب تھا کہ دروازہ ٹوٹ جانے کے بعد روک کا ذریعہ نہیں ہے اگر کھلتا تو البتہ پھر بند کرنے کا موقع ملتا تو واضح طور پر اسکی تشریح یہ ہے کہ ٹوٹ جانا مشعر اس امر کا ہے کہ فتنوں کی روک نہ ہوسکیگی کیونکہ روکنے کا ذریعہ دروازہ ہی ہے

وہ تو ٹوٹ گیا۔ ہاں اگر دروازہ کھلتا تو البتہ ممکن تھا کہ پھر اس کو بند کیا جاسے اس لئے کہ روکنے کا ذریعہ موجود ہے چونکہ وہ دروازہ خود حضرت عمرؓ تھے اس لئے معنی یہ ہوں گے کہ اگر حضرت عمرؓ اپنی موت سے مرتے تو ان کی آخر حیات تک بہت کچھ اصلاح ہو جاتی اور مابعد والے فتنوں کی روک تھام کر لیتے لیکن وہ بیوقت انتقال کریں گے جب کہ بہت سے اصلاحات باقی ہوں گے پس یکایک فتنے ظاہر ہو جائینگے جن کی روک تھام مشکل ہوگی۔ دروازہ کا ٹوٹنا اسی اہمیت کی طرف اشارہ ہے

نوٹ ان بینک وبینها بابًا مغلقًا سے آخر تک حذیفہؓ کا مقولہ ہے۔ رسول کی حدیث صرف اتنی ہے کہ موجیں مارنے والے فتنے پھوٹ پڑینگے۔

پیشینگوئی

(۸۰)

امت میں اختلافات اور تغیرات عقائد کی کثرت ہوگی

مسلم عن حذیفةؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تعرض الفتن علی القلوب کالحصیر عودًا عودًا فایّ قلب اشربها نکتت فیه

مسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دلوں پہ پے در پے فتنے آئینگے جیسے چٹائی بنتے وقت ریشے پے در پے آتے ہیں تو جس دل کو وہ فتنہ پلایا گیا اس میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اور جس دل نے

نکتة سوداء	ان فتنوں سے انکار کیا تو اس میں ایک
وای قلب انکرها	سیاہ نکتہ ڈالا جاتا ہے تو دل دو قسم کے
نکتت فیه نکتة	ہو گئے ایک سفید ہو جاتا ہے جیسے
بیضاء حتی یصیر علی	سنگ مرمر اس کو کسی طرح کا فتنہ ضرر
قلبین قلب ابیض مثل	نہیں پہونچا سکتا جب تک آسمان
الصفاء فلا تضره فتنة مادام	زمین قائم ہے۔
السّمٰوات۔	

ف

شراح حدیث نے عموماً ان فتنوں سے ظاہری فتنے مراد لئے ہیں جن کا ذکر اس سے پہلی کی پیشینگوئی نمبر ۱۰ میں ہو چکا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں "علی القلوب" کا لفظ جو حدیث میں وارد ہے بیکار ہو جاتا ہے اس کے علاوہ خود اسی حدیث میں آگے چل کر فرمایا ہے کہ "جو دل سنگ مرمر کی طرح (فتنوں سے انکار کرکے) سفید ہو جاتا ہے اس کو قیامت تک کوئی فتنہ نقصان نہیں پہونچا سکتا یعنی جس کا دل تغیرات عقائد سے صاف و پاک ہو اسکو دنیا کا کوئی ظاہری فتنہ ڈگمگا نہیں سکتا۔

ہمارے استاد والد ماجد شیخ وقت علامہ محمد اعظم عباسی چریاکوٹی نے فرمایا کہ دلوں پر فتنے کے آنے سے اختلافات عقائد اور تغیرات اعتقاد مقصود ہے یعنی امت میں اختلافات عقائد کی بہت کثرت ہو جائے گی جیسا کہ مشاہدہ ہے تک اسلام میں کتنے مذاہب برسات کے کیڑوں کی طرح پیدا ہوئے جن کی تفصیل میں تطویل لاطائل ہے اور پھر بھی سلسلہ منقطع ہونے کو نہیں آیا بلکہ روز بروز مقتضائے زمانہ کی خوبی سے پیدا ہوتے ہی جاتے ہیں۔

اسلام کے بہتّر فرقوں کی پیشینگوئی کے تحت میں انشاء اللہ تعالےٰ ہم ذرا تفصیل سے لکھیں گے۔

پیشینگوئی

(۸۱)

امت کی ہلاکت قریش کے ہاتھ پر ہوگی

البخاریؒ عن سعید بن عمرو بن العاصؓ قال اخبرنی جدی قال کنت جالسا مع ابی ھریرۃؓ فی المسجد المدینۃ و معنا مروان فقال ابوھریرۃؓ سمعت الصادق المصدق صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھلکۃ امتی علی یدی اغیلمۃ من قریش۔

بخاری نے سعید بن عمرو بن عاصؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا مجکو میرے دادا نے خبر دی کہ میں ابوہریرہؓ کے ساتھ مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور ساتھ مروان بھی تھا تو ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں نے صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چھوکروں کے ہاتھ پر ہوگی۔

ف

حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نوخیزان قریش کے ہاتھوں امت کی تباہی ہوگی۔ اس میں بادشاہی کی کوئی قید نہیں ہے جیسا کہ بعض ترجمہ نویسوں نے منگھڑت اضافہ کیا ہے بس جیسا کہ لفظ عام ہے ویسا ہی مورد بھی عام ہونا چاہیئے۔

تاریخ جاننے والے جانتے ہیں کہ بنو ہاشم اپنے ہی کو خلافت کا مستحق و سزاوار سمجھتے تھے۔ اتفاق سے بنو امیہ فرمانروا ہو گئے تو قبیلۂ ہاشمیہ سے بنو علی اور بنو عباس بنی امیہ کے خلاف میں متفقہ کوشش کرتے رہے پھر بنو عباس ان سے علیحدہ ہو کر جداگانہ کوشش کرنے لگے اور آخر اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے اس کامیابی پر بنو علی کا دوستانہ خیال قائم نہ رہا اور ان دونوں میں ناگوار مخالفت رہی اور ان قبائل کے ان اختلافات کی وجہ سے نہایت خونریزیاں ہوئیں۔ کبھی تو بنی امیہ کی جانب سے اپنی خلافت کے استحکام اور دفعہ مخالفین بلکہ تسکین فتن میں خونریزیاں ہوئیں۔ کبھی بنی عباس نے اور کبھی بنو علی نے اپنی خلافت کے لئے جسکو وہ اپنا حق سمجھتے تھے خونریزیاں کیں۔

یہ سلسلہ بہت عرصہ تک قائم رہا۔ حکومت و جہانداری کی کمزوری کا اصل سبب یہی ہے جس کی بدولت مسلمان آج ناگفتہ بہ حالت میں ہیں اور یہی منشا حدیث شریف کا معلوم ہوتا ہے۔

سب سے پہلے اور سب سے بڑا فتنہ حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث کی شہادت کا ہے جس سے دو قبیلوں میں عداوت راسخ ہو گئی اور مدتوں قتل و خون کا بازار گرم رہا دوسرا فتنۂ عظیمہ یہ ہے کہ محمد بن عبداللہ حسنی جنھوں نے اپنا لقب نفس زکیہ رکھ لیا تھا انہوں نے ابو جعفر المنصور خلیفۂ دوم عباسیہ پر خروج کیا جس کی وجہ سے بنی ہاشم کے یہ دونوں قبیلے (علوی و عباسی) الگ الگ اور ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور دونوں میں خونریزیاں ہوتی رہیں۔

خلفائے بنو فاطمہ نے مصر کی چند روزہ حکومت میں سب سے زیادہ مظالم کئے چنانچہ حاکم بامر اللہ کے ظلم و ستم اور اس کی خونریزیوں کی داستان سب سے زیادہ دردانگیز و عبرت خیز ہے۔

پیشینگوئی

(۸۴)

مسلمان اپنے امام سے لڑینگے اور خونریزی کرینگے

الترمذی عن حذیفۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ لاتقوم الساعۃ حتی تقتتلوا امامکم ویجتلدوا باسیافکم ویرث دنیاکم شرارکم۔

ترمذی نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ نہ قائم ہوگی قیامت جب تک تم اپنے امام سے نہ لڑو اور اپنی تلواریں درمیان نہ کرو اور تم میں سے بدتر لوگ تمھاری دنیا کے وارث ہونگے۔

ف

مسلمانوں کا اپنے امام سے جنگ کرنا چنانچہ حضرت عثمانؓ سے مصر والوں نے بغاوت کی۔ حضرت علیؓ و امیر معاویہؓ کے درمیان ناحق خونریزی ہوئی۔ عبداللہ بن زبیرؓ پر عبدالملک بن مروان نے لشکر کشی سے غلبہ حاصل کیا۔ بنی امیہ پر بنو ہاشم وقتاً فوقتاً خروج کرتے رہے۔ آخر بڑی خونریزی کے بعد بنو عباس تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔

خلافت عباسیہ کے قائم ہو جانے کے بعد مسلمانوں کو عموماً اور بنو ہاشم کو خصوصاً چاہیئے تھا کہ خلیفۂ وقت اور امام جائز کے سامنے سر اطاعت خم کر دیتے مگر

افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

ابوالعباس سفاح پہلے خلیفۂ عباسی کا عہد خلافت تو خیر و خوبی سے گذر گیا مگر ابو جعفر منصور دوانیقی خلیفۂ ثانی یا امام وقت پر محمد بن عبداللہ حسنی نے دعوے خلافت کے ساتھ[1] خروج کیا پہلے تو خلافت کی طرف سے ان کو سمجھایا گیا لیکن جب کسی طرح باز نہ آئے تو امام نے اس فتنہ کے فرو کرنے کے لئے فوج متعین فرمائی اور بالآخر بڑی جنگ کے بعد محمد بن عبداللہ حسنی کو پوری شکست ہوئی۔

انہیں خانہ جنگیوں میں یہ ایک عبرتناک واقعہ پیش آیا کہ باغی گروہ نے بصرہ کو جا گھیرا جہاں عباسیوں کی کثیر التعداد جماعت تھی۔ اہل بصرہ نے خلیفہ سے امداد چاہی۔ مدد پہونچنے میں دیر ہوی باغیوں نے شہر کو آگ لگا دی اور تمام اہل شہر جلکر خاکستر ہو گئے۔ اس کے بعد بغداد سے مدد پہونچی اور اسی بنا پر یہ مثل مشہور ہو گئی۔ "بعد از خرابی بصرہ خواجہ بیدار شد۔"

خلافت عباسیہ جب تک قائم رہی بنو فاطمہ ہمیشہ اُن پر خروج کرتے رہے یہانتک کہ ان خانہ جنگیوں کی بدولت خلافت بہت کمزور ہو گئی۔

غرض بنو علی۔ بنو عباس اور بنو امیہ سب آپس میں قتال اور خلفاء پر خروج کرتے رہے۔

---

[1] ابن خلدون ۱۲

پیشینگوئی

(۸۳)

مدینہ پر مینھ کی طرح فتنوں کا برسنا

الشیخان عن اسامۃ بن زیدؓ قال اشرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اطم من آطام المدینۃ فقال ھل ترون ما اری قالوا لا قال فانی لاری الفتن تقع خلال بیوتکم کوقع المطر۔

بخاری و مسلم نے اسامہ بن زیدؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے بالاخانوں میں سے ایک بالاخانہ پر چڑھے پھر فرمایا کیا تمہیں دیکھ رہا ہوں تم بھی دیکھتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے گھروں میں مینھ کے قطروں کی طرح فتنے برس رہے ہیں۔

ف

حضرت عثمانؓ کے آخر عہد خلافت سے واقعی یونہیں فتنوں کا برسنا شروع ہوگیا تھا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور یزید بن معاویہ کے زمانہ کا فتنہ ہولناک تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ نے بغاوت کی۔ ایک ہزار بنی امیہ کو قید کرکے اُن کے ساتھ بُرا سلوک کیا۔ بالآخر اُن سے عہد و پیمان لیکر سب کو مدینہ سے خارج کر دیا اور یزید کی طرف سے جو حاکم مدینہ تھا اسکو بھی نکال دیا اس کے بعد عبداللہ بن حنظلہ کی خواہش کے

مطابق لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقبہ اُن کے مقابلہ کے لئے لشکر جرار لیکر آرہا ہے تو مدینہ کے گرد خندق کھودی اور اس پر نگہبان مقرر کئے جن میں شاید بعض صحابہ بھی تھے جو کسی وجہ سے اس شر میں پھنس گئے تھے۔

مسلم بن عقبہ نے مدینہ کے متصل حیرہ میں پڑاؤ ڈالا۔ مدینہ والوں کو تین دن کی مہلت دی مگر انہوں نے اطاعت قبول نہ کی بلکہ جنگ کی آمادہ گی ظاہر کی۔ چوتھے روز مسلم نے پھر ان کو سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا۔ آخر کار لڑائی ہوئی اور عبداللہ بن حنظلہ نے شکست کھائی۔ اس کے بعد عام مورخوں کے بیان کے موافق نہب و غارت کا بازار گرم ہوا جیسا کہ ہر جنگ کے اختتام پر لشکریوں کا دستور ہے۔ شاید ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مدینہ سے بھاگ کر کہیں جارہے تھے۔ شامیوں نے اُن کا پیچھا لیا۔ لیکن جب اُنھوں نے اپنا نام بتایا تو چھوڑ دئے گئے۔ نہب و غارت دو یا تین دن رہا۔

عبداللہ بن حنظلہ اور اس کے ساتھیوں نے یزید کی بیعت کرلی تھی پھر ان سب نے بیعت توڑ کر بغاوت پر کمر باندھی اور عبداللہ بن حنظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اس صورت میں جنگ ضروری تھی پھر بھی مسلم بن عقبہ نے اُن کو سمجھایا اور حق شرعی ادا کیا مگر کسی نے نہ مانا۔ جنگ کیلئے قتل و نہب لازم ہے۔ ختم جنگ کے بعد اگر قتل و نہب رہا تو البتہ یہ سختی ہے تو بھی عام مورخین کا بیان مبالغہ سے خالی نہیں ہے۔

پیشینگوئی

(۸۴)

شتر سوار عورت اکیلی حیرہ سے مکہ تک بلا کسی خوف کے سفر کریگی

(۸۵)

مسلمانوں میں بسبب کثرت مال کے کوئی محتاج نہ رہیگا

البخاری عن عدی بن	بخاری نے عدی بن حاتم رضؓ سے روایت
حاتمؓ قال بینا	کی ہے کہ ایک وقت میں رسول اللہ
انا عند رسول اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا
صلعم اذا تاہ رجل	تھا کہ ناگہاں ایک مرد آیا اُس نے
فشکا الیہ الفاقۃ	آپ سے محتاجی کا گلہ کیا پھر دوسرا
ثم اتاہ آخر فشکا	شخص آیا اور اس نے آپ سے رہزنی
الیہ قطع السبیل	کی شکایت کی تو حضرت نے فرمایا اے
فقال یا عدی ھل	عدی! کیا تو نے حیرہ کو دیکھا ہے!
رأیت الحیرۃ	میں نے عرض کیا دیکھا تو نہیں ہے
قلت لم ارھا وقد	مگر اس کی خبر مجکو ہے۔ آپ نے فرمایا
انبئت عنھا فقال	اگر تیری زندگی دراز ہوی تو ضرور تو
ان طالت بک حیاۃ لترین	دیکھے گا کہ اکیلی شتر سوار عورت حج کے

الظعینۃ ترتحل من الحیرۃ حتی تطوف بالکعبۃ لا تخاف احداً الا اللہ قلت فی نفسی فاین رعار طیّ الذین سعروا البلاد ولئن طالت بک حیاۃ لتفتحن کنوز کسری قلت کسری بن ھرمز قال کسری بن ھرمز ولئن طالت بک حیاۃ لترین الرجل یخرج ملأ کفہ ذھبا او فضۃ یطلب من یقبلہ منہ فلا یجد احداً یقبلہ منہ

ارادہ سے حیرہ سے نکلیگی یہانتک کہ خانۂ کعبہ کا طواف کرے گی۔ وہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے گی۔ (میں راوی) نے اپنے دل میں کہا کہ طے کے چور جنھوں نے شہروں کو جلا دیا ہے کہاں رہینگے) اور اگر تیری زندگی دراز ہوی تو البتہ بادشاہ ایران کے خزانے فتح کرے گا میں نے عرض کیا بادشاہ ایران ہرمز کا بیٹا! فرمایا (ہاں) بادشاہ ایران ہرمز کا بیٹا۔ اور اگر تیری زندگی زیادہ ہوی تو تو ضرور دیکھے گا کہ مرد اپنی مٹھی بھر سونا یا چاندی لیکر تلاش کرتا ہوا نکلیگا کہ کوئی اسکو لیوے سو وہ کسی ایسے محتاج کو نہ پائے گا جو اس کو قبول کرے۔

ف

(۱) رسول خدا نے فرمایا کہ اب عنقریب وہ امن کا زمانہ آئے گا کہ اکیلی عورت اونٹ پر سوار ہو کر حیرہ سے کعبہ تک آئیگی۔ حج کر کے چلی جائے گی نہ کہیں رہزنی کا نام ہوگا نہ اللہ کے سوا کسی کا ڈر ہوگا۔

اس پیشینگوئی سے اُس شخص کی تسکین ہوگئی جس نے رسول اللہ سے رہزنی کی شکایت کی تھی اور اس پر خود راوی کے دل میں یہ خدشہ گذرا کہ طے کے ڈاکو۔ چور جو

شہروں کو جلاتے پھرتے ہیں اس وقت کیا ہو جائیں گے ؟
مگر رسول اللہ صلعم کی وفات کے چند ہی دنوں کے بعد یہ پیشینگوئی پوری ہوگئی اور عرب کے سوا دوسرے ممالک اسلام میں بھی ویسا ہی امن وامان ہر طرف[1] ہوگیا جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔

(۲) مسلمانوں پر کسریٰ ہرمز کے خزانے کھل جائینگے اور ایسا ہی ہوا کہ ہرمز کے پوتے یزدگرد کو مسلمانوں نے مغلوب کر کے سارے خزانے قبضہ میں کر لئے کما مر۔

(۳) مسلمان بہت جلد اتنے دولتمند ہو جائینگے کہ لوگ مٹھی بھر سونا اُچھالتے پھرینگے کہ کوئی اس کو لیلے مگر بہ سبب عام دولتمندی کے کوئی محتاج نہ رہے گا جو اس کو قبول کرے اور وہ یونہیں اُچھالتا رہ جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ روم وایران کی فتح کے بعد مسلمانوں میں دولتمندی بڑھتی گئی اور ان میں دولت کی ویسی ہی کثرت[2] ہوگئی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

پیشینگوئی

(۸۶)

اسلام غربت پر عود کریگا

مسلم عن ابی ھریرۃ قال قال	مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے

[1] ازالۃ الخفا ۱۲ [2] تاریخ کامل۔ تاریخ الخلفا۔ الخمیس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدء الاسلام غریبًا وسیعود غریبا کما بدء فطوبٰی للغرباء	کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام غربت سے شروع ہوا ہے اور جیسا شروع ہوا ویسا ہی غربت پر عود کر جائے گا۔ تو غریبوں کے لئے خوشی کا مقام ہے

ف

غریب کے معنی ہیں مسافر اور بے مددگار۔ اسلام جب ظاہر ہوا تو گویا وہ ایک مسافر تھا کہ نہ لوگ آشنا ہیں نہ اس کا کوئی یار ہے نہ مددگار بلکہ اجنبیوں میں آپڑا ہے اور آگے چلکر بھی وہ غریب ہو جائے گا یعنی مسافر کی طرح بے یار و مددگار ہوگا۔

یہ پیشینگوئی اگرچہ ابھی پوری نہیں ہوئی بلکہ آئندہ کسی وقت ہوگی لیکن اس کے آثار ابھی سے نمایاں طور پر ظاہر ہو رہے ہیں۔

پیشینگوئی

(۸۷)

سو برس کے بعد کوئی صحابی نہ رہیگا

المسلم والترمذی عن ابی الزبیر عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلعم	مسلم اور ترمذی نے ابوزبیر سے انہوں نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما من نفس منفوسۃ الیوم ماتی علیھا مائۃ سنۃ وھی حیۃ۔	سے کہ جو لوگ آج روئے زمین پر زندہ ہیں اُن میں کا کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جس پر سو برس گزریں اور وہ زندہ رہے

ف

یہ ایک صریح پیشینگوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لوگوں کے حق میں یہ پیشینگوئی فرمائی کہ سو برس کے بعد ان میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دوسری صدی ہجری میں رسول خدا کا کوئی صحابی موجود نہ رہا اور دنیا ان سب سے خالی ہو چکی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے سب کے پیچھے ابو حمزہ انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن انصاری خزرجیؓ کا انتقال ہوا کہ ان کے بعد پھر کوئی صحابی رسول صلعم باقی نہیں رہا اور ان (ابو حمزہ انس انصاری) کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ایک سو تین برس کی تھی۔ رسول خدا صلعم کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک تھے۔ کتب حدیث میں دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں ان سے مروی ہیں۔

پیشینگوئی

(۸۸)

اسلام میں بہت کثرت سے مختلف فرقے پیدا ہوں گے

۱؎ تاریخ الخمیس جلد دوم ۱۲

ابن ماجہ عن عوف بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لتفترقن امتی علی ثلاث وسبعین فرقۃ واحدۃ فی الجنۃ وثنتان وسبعون فی النار قیل یا رسول اللہ من ھم قال الجماعۃ ما انا علیہ واصحابی

ابن ماجہ نے عوف بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ البتہ ضرور متفرق ہو جائے گی میری امت تہتر فرقوں میں تو ان میں کا ایک فرقہ جنت میں ہوگا اور بہتر فرقے دوزخ میں جائینگے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ اور وہ ایک فرقہ والے کون لوگ ہیں؟ فرمایا جماعت (والے) جو میرے اور میرے اصحاب کے مذہب پر ہونگے۔

ف

اسلام کا ہر فرقہ اپنے کو ناجی اور اپنے سوا، تمام دوسرے فرقوں کو ناری قرار دیتا ہے۔ ہر مذہب والے اپنے مذہب کو حق، اور دوسرے مذاہب کو باطل کہتے ہیں۔

اگر حدیث کا یہ مطلب لیا جائے کہ تہتر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ جنتی و ناجی ہے اور بقیہ تمام باطل و ناری ہیں تو لا محالہ حدیث کو غلط ماننا پڑے گا کیونکہ یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر خبر احاد سے اور حدیث مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ متواتر ہے۔

پہلی حدیث کا منشا رہے کہ اسلام کے تمام فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہے۔ دوسری حدیث اس امر کی صراحت کرتی ہے کہ ہر لا الٰہ الا اللہ کہنے والا مسلمان و ناجی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں باہم معارض اور ایک دوسرے کے

بالکل مخالف ہیں۔ مگر ایک حدیث خبر احاد ہے۔ دوسری متواتر۔ پس اصولاً اور عقلاً پہلی حدیث تہتر فرقوں والی ساقط عن الاعتبار ہو جائے گی۔

ہمارے نزدیک حدیث کا وہ منشا ہی نہیں ہے جو عام شارحین و اہل مذہب نے لیا ہے۔

اسلام کا کوئی فرقہ باطل دناری نہیں ہے بلکہ سب کے سب ناجی ہیں جیسا کہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ میں خود صراحت ہے۔ البتہ بہت سے فرقوں میں کوئی نہ کوئی بات ایسی ہے جو موجب کفر یا مستلزم کفر ہے مثلاً خدا کا مجسم ہونا یا خدا سے جہل کا سرزد ہونا کہ ان جیسے مسائل سے خدا کی الوہیت باقی نہیں رہتی۔ تو یہ اور ان جیسے مسائل اگرچہ منافی اعلام اور مستلزم کفر ہیں مگر ایسے چند مسئلوں سے فرقہ کا کافر ہونا لازم نہیں آتا اس لئے کہ کسی میں کفر ہونا۔ اور بات ہے اور اس کا کافر ہونا امر آخر ہے مثلاً سیاہ کپڑا، اور کپڑے میں سیاہی کا ہونا، دو جداگانہ باتیں ہیں۔ سیاہ کپڑے سے یہ مطلب ہے کہ وہ کپڑا سرتاسر سیاہ ہے اور اس میں سیاہی ہونے کا منشا یہ ہے کہ وہ کپڑا تو سیاہ نہیں ہے مگر اس میں کہیں کہیں سیاہی ہے اتنی تمہید کے بعد اب اس حدیث کا مطلب صاف ہو گیا یعنی یہ کہ اسلام کے تمام فرقوں میں ایک ہی فرقہ ایسا ہوگا جس میں کفر کی کسی قسم کی آمیزش نہ ہوگی اور باقی تمام فرقے کسی نہ کسی خلاف ایمان امر میں گرفتار ہوں گے۔ پس ناجی ایک ہی فرقہ ہوا، اس حیثیت سے کہ اس میں نجات ہی کی باتیں اور ہدایت ہی کی راہیں ہیں اور دوسرے فرقوں میں راہ نجات کے خلاف بھی کچھ باتیں ہوں گی جو موصل الی النار والعذاب ہونگی مگر ناری یعنی مخلد فی النار کوئی فرقہ نہیں ہے۔

تہتر فرقوں سے تہتر کی عدد مقصود نہیں ہے کیونکہ فرقے تو اسلام میں ابتک

تہتر سے بہت زیادہ پیدا ہو چکے (جیسا کہ نقشۂ منسلکہ سے ظاہر ہے۔ اور آئندہ نہ معلوم کس قدر ہوں گے بلکہ اس سے اتنا ہی بتانا مقصود ہے کہ اسلام میں بہت سے فرقے پیدا ہو جائینگے کیونکہ زبان عرب میں (۷۰) کا لفظ کثرت کے معنی میں آتا ہے جس طرح اردو میں سیکڑوں کا لفظ مستعمل ہے اور یہ محاورہ خود قرآن مجید میں بھی وارد ہے اِنْ یَّسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ (سورۃ التوبہ) حدیثوں وغیرہ میں یہ محاورہ کثرت سے آیا ہے۔

پیشینگوئی

(۸۹)

ہندوستان پر مسلمان چڑھائی کرینگے اور فتح پائینگے

اخرج البیہقی عن ابی ہریرۃؓ قال وعدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الہند۔	بیہقی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ کہا انھوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ہندوستان کی جنگ (اور اس کی فتح) کا وعدہ فرمایا ہے۔

ف

اور یہ وعدۂ الٰہی جو محمد عربیؐ کی زبان سے ہوا تمام آخر پورا ہو کر رہا۔ ہندوستان پر عرب کا سب سے پہلا حملہ خلافت فاروقی کے تیسرے سال ۲۳ھ

میں اتفاقاً ہوا۔ حضرت عمرؓ کی بلا اجازت ایک بلند حوصلہ افسر نے خود بخود ہندوستان پر براہ خشکی حملہ کر دیا مگر اس خلافت میں مسلمانوں کا قدم سرحد ہند سے آگے نہ بڑھا حضرت عثمانؓ کے دور اولیں میں عبداللہ بن عامر کے حکم سے عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب والی سیستان نے زرنج سے آگے بڑھ کر سندھ کے اُن تمام علاقوں پر تسلط کر لیا جو زرنج اور کش کے درمیان میں واقع تھا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کے عہد میں سندھ پر ایک مستقل اور بہت سخت حملہ کیا گیا اور مسلمان برابر فتح و نصرت کے پھریرے اُڑاتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔

بنی امیہ کے اوائل خلافت میں محمد بن قاسم نے حجاج ثقفی کی ہدایت و تدبیر سے کام لیکر بلاد سندھ و جی پور کے اکثر حصوں کو کلیۃً فتح کر لیا۔ اور ہر طرف اسلام کا علم لہرانے لگا۔

پانچویں صدی ہجری میں سلطان شہاب الدین غوری نے خاص ہندوستان پر پہلا اور نہایت سخت حملہ کیا۔ جس نے ہندو راجاؤں کے چھکے چھڑا دیے سلطان محمود غزنوی کے بارہ فاتحانہ حملے ہندوستان پر کے مشہور ہیں۔ اور اس کے بعد مسلمانوں کی باضابطہ حکومت تمام ملک ہند پر قائم ہو گئی بہت سے اسلامی خاندانوں نے دادِ فرمانروائی دی جن میں کا آخری باجبروت خاندان مغلیہ تیموریہ کا تھا۔

اُن غزوات کا اثر آج بھی ہندوستان میں مشاہد ہے۔

---

۵۱ فتوح البلدان ۱۲ ۵۲ فتوح البلدان وابن اثیر ۱۲

۵۳ تاریخ فرشتہ ۱۲

۵۴ تاریخ فرشتہ ۱۲

پیشینگوئی

(۹۰)

اسلام کا پہلا لشکر جو بحری جنگ کریگا منصور ہوگا

(۹۱)

ام حرام بنت ملحانؓ اس فوج کے ساتھ رہینگی

البخاری عن ام حرام بنت ملحانؓ قالت نام النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوماً قریباً منی ثم استیقظ یتبسم فقلت اضحک قال اناس من امتی عرضوا علیّ یرکبون ھذا البحر الاخضر کالملوک قالت فادع اللہ ان یجعلنی منھم فدعالھا ثم نام الثانیۃ

بخاری نے ام حرام بنت ملحانؓ سے روایت کی ہے کہ کہا انھوں نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز میرے قریب استراحت فرمایا پھر ہنستے ہوئے جاگے تو میں نے پوچھا آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آپ نے فرمایا کچھ لوگ میری امت کے میرے سامنے پیش کئے گئے کہ وہ اس بحر اخضر میں بادشاہوں کی طرح سوار ہوتے تھے۔ ام حرامؓ نے کہا (یارسول اللہ) اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھکو بھی انہیں لوگوں میں سے کرے پس آپ نے اُن کے لئے دعا کی

ففعل مثلها فقالت
مثل قولها فاجابها مثلها فقالت
ادع اللّٰہ ان یجعلنی
منهم فقال
انت من الاولین
البخاری
عن خالد بن
معدانؓ ان عمیر
بن الاسود العنسیؓ حدثه
انه اتی عبادة بن الصامتؓ
وهو نازل فی ساحل
حمص وهو فی بناء له
ومعه ام حرامؓ فحدثتنا
ام حرامؓ انها سمعت
النبی صلعم یقول
اول جیش من امتی یغزون
البحر قد اوجبوا قالت
انا فیهم قال انت
فیهم۔

اور دوبارہ سو گئے پھر اسی طرح جاگے تو
ام حرامؓ نے اسی طرح دریافت کیا
اور آپ نے اگلا سا جواب دیا تو ام حرامؓ
نے کہا یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ اللہ
مجکو ان لوگوں میں سے کرے۔ آپ نے فرمایا
تم تو پہلے گروہ میں سے ہو۔
بخاری نے خالد بن معدانؓ سے
روایت کی ہے کہ عمیر بن اسود عنسیؓ
نے ان سے حدیث بیان کی کہ وہ
(ایک روز) عبادہ بن صامتؓ کے
پاس گئے جبکہ وہ حمص کے کنارے
اپنے ایک مکان میں ٹھیرے ہوئے
تھے اور اُن کے ساتھ اون کی بی بی
ام حرامؓ تھیں تو حدیث بیان کی ہم (یعنی
عمیر) سے ام حرام نے کہ انہوں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
ہوئے سنا کہ میری امت کا پہلا لشکر
جو بحری جنگ کرے گا وہ ضرور منصور ہوگا
یہ سنکر اُم حرامؓ نے عرض کیا، یا
رسول اللہ! (کیا) میں ان لوگوں میں
ہونگی؟ آپ نے فرمایا تو ان لوگوں میں ہوگی

ف

ان دو حدیثوں میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

مسلمانوں کا بحری جنگ کرنا اور اس میں کامیاب ہونا۔ یہ قبرس کی فتح ہے جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ۲۸ھ یا ۲۹ھ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جزیرۂ قبرس (Cyprus) پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر لیا[۱]۔ اس جنگ میں آپ کے ہمراہ رکاب صحابہ میں سے حضرت ابو ذرؓ ابو درداؓ شداد بن اوسؓ اور عبادہ بن صامتؓ مع اپنی بی بی ام حرامؓ کے تھے اسلام میں یہ پہلی بحری جنگ تھی۔

دوسری پیشینگوئی

حضرت ام حرامؓ کا اس جنگ میں ہونا چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ ان غازیان جانباز کی جماعت میں شریک تھیں۔ فتح کے بعد جب لشکر اسلام واپس چلا ہے تو راہ میں حضرت ام حرامؓ جانور پر سوار ہوتے وقت گر گئیں اور اسی دم انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

---

[۱] ابن اثیر ۱۲ [۲] بخاری و ابن اثیر ۱۲

پیشینگوئی

(۹۲)

اسلام کی پہلی فوج جو قسطنطنیہ پر چڑھیگی مغفور ہوگی

(۹۳)

بی بی ام حرامؓ اس جماعت میں نہیں رہینگی

البخاری عن خالد بن معدانؓ ان عمیر بن اسود العنسیؓ حدثہ انہ اتی عبادۃ بن الصامتؓ وھو نازل فی ساحل حمص وھو فی بناء لہ ومعہ ام حرامؓ قال عمیرؓ فحدثتنا ام حرامؓ انہا سمعت النبی صلعم یقول

بخاری نے خالد بن معدانؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا البتہ عمیر بن اسود عنسیؓ نے ان سے حدیث بیان کی کہ وہ (ایک دن) عبادہ بن صامتؓ کے پاس آئے جب کہ وہ حمص کے کنارے اپنے ایک مکان میں اُترے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ان کی بی بی ام حرامؓ بھی تھیں۔ (عمیرؓ کہتے ہیں کہ) پھر حدیث بیان کی ہم سے ام حرامؓ نے کہ البتہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ پہلا لشکر میری امت کا جو سمجری

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول اللہ انا فیھم قال انت فیھم ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم قال لا۔

لڑائی کرے گا ضرور مظفر (و منصور) ہوگا (ام حرامؓ کا بیان ہے کہ) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (کیا) میں ان لوگوں میں رہونگی آپ نے فرمایا (ہاں) تو اُن لوگوں میں رہیگی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر کے شہر (یعنی پائے تخت قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا وہ مغفور ہے تو میں (یعنی ام حرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں اُن لوگوں میں رہونگی؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

ف

حدیث میں دو پیشینگوئیاں ہیں۔

پہلی پیشینگوئی

یہ ہے کہ اسلام کا لشکر قیصر روم کے پائے تخت پر چڑھائی کرے گا۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت یعنی سنہ ۵۰ ہجری میں بہادران اسلام کا ایک زبردست لشکر مرتب فرما کر بلاد روم کی طرف روانہ کیا۔ آپ کے فرزند یزید بن معاویہ فوج[1] کے سپہ سالار تھے۔ سفیان بن عوف علمبردار تھے

[1] تاریخ ابن خلدون ۱۲

اور اکابر صحابۂ رسول حسن بن علی بن ابی طالبؓ۔ عبداللہ بن العباسؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن زبیرؓ۔ ابن عامرؓ۔ ابو ایوب انصاریؓ اور عبدالعزیز بن زرارۃ الکلابیؓ جیسی مقدس ذاتوں نے اپنی شرکت سے اس فوج کو اور بھی ممتاز و برگزیدہ بنا دیا۔[۵۱]

بہرحال یزید اس مبارک فوج کو اپنی کمانڈ میں لیکر روم کی طرف چل پڑا۔ تیز ہواؤں کے جھونکے ان بہادروں کے منہ کو نہ پھیر سکی۔ چٹیل میدان بے آب و گیاہ اور بھیانک بیابانوں کی دشوار گذار راہیں ان کی ہمتوں کو پست نہ کر سکیں۔ مضبوط اور سر بہ فلک کشیدہ پہاڑ سدِّ راہ نہ ہو سکے۔ پرجوش دریاؤں نے ان کے غلغلۂ مردانگی سے مرعوب ہو کر سر تسلیم خم کر دئے اور لشکر کا لشکر ان کے سینوں پر سے عبور کر گیا غرض دنیا کی کوئی مخالف طاقت ان بہادران ملت اسلام کی مزاحم نہ ہو سکی اور وہ بلا روک ٹوک اپنے نعرہ ہائے تکبیر سے زمین پر ہل چل مچاتے ہوئے دشمنوں کے ملک میں گھس گئے۔ مزاحمت کرنے والوں کو زیر و زبر کرتے اور ہر طرف فتح و ظفر کا علم اڑاتے ہوئے خاص رومیوں کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر جا پڑے۔ مجبور ہو کر دلیران روم نے مقابلہ کیا اور ایک خونریز جنگ کے بعد اسلام کو فتح نمایاں اور رومیوں کو شکست[۵۲] فاش ہوی۔

لشکر اسلام کے چند نفوس نے جام شہادت پیا جن میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ممتاز صحابی ہیں۔ یزید نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قسطنطنیہ کی دیوار کے پاس انہیں دفن کر دیا[۵۳] گیا جہاں اب تک انکی مزار زیارتگاہ خلق ہے۔

---

۵۱ ابن خلدون و ابن اثیر و فتح الباری ۱۲ ۵۲ ابن خلدون ۱۲

۵۳ ابن خلدون و تاریخ الخمیس ۱۲۔

نوٹ

حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اسلام کا پہلا لشکر جو قیصر کے پائے تخت پر چڑھائی کرے گا وہ مغفور ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کا پہلا لشکر جس نے قیصر کے شہر پر حملہ کیا یہی لشکر تھا جس کا سپہ سالار یزید بن معاویہ تھا اور جس کے ہمراہ رکاب رسول اللہ صلعم کے معزز ترین صحابہ کرام تھے۔ تو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرما کر خبر دی کل لشکر والے مغفور ثابت ہوئے اور یزید بن معاویہ چونکہ سردار لشکر تھا اسلئے وہ بطریق اولیٰ مغفور ہوگا۔

ف

صاحب فتح الباری نے اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے کہ یہ حدیث یزید بن معاویہ کے مغفور ہونے پر کافی دلیل ہے اور اس سے یزید کی منقبت ثابت ہوتی ہے۔ عبد اللہ بن العباسؓ، حسن بن علی اور ابن عمرؓ وغیرہ جیسے کبرائی صحابہ کا اس کی ماتحتی میں شریک لشکر ہو کر جانا اور جنگ کرنا کچھ کم بات نہیں ہے۔

اتنا لکھنا علامہ عینی کو ناگوار گزرا ہے اور صاحب فتح الباری پر نہایت خفا ہو کر بڑی ترشروئی سے فرماتے ہیں کہ یہ بالکل فضول بات ہے اس حدیث سے ہرگز یزید کی کوئی تعریف نہیں ثابت ہو سکتی نہ عقل اس بات کو کبھی قبول کر سکتی کہ حسن بن علیؓ اور عبد اللہ بن العباسؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ وغیرہ جیسے مقدس صحابہ یزید جیسے بد اعمال و بد معاش کی ماتحتی میں شریک لشکر ہو کر جنگ کرنے گئے ہوں میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں پانچ باتیں تنقیح طلب ہیں اور اس تنقیح کے بعد خود روشن ہو جاتا ہے کہ صاحب فتح الباری اور علامہ عینی میں حق کس کے جانب ہے۔

(۱) یہ حدیث موافق علم روایت و درایت کے صحیح ہے یا نہیں؟
(۲) امیر معاویہؓ کے عہد میں مسلمانوں کا لشکر قسطنطنیہ پر چڑھ کر گیا تھا یا نہیں؟
(۳) یزید اس جنگ میں شریک تھا یا نہیں؟
(۴) اسلام میں یہ جنگ جس میں یزید شریک تھا پہلی جنگ تھی یا نہیں؟
(۵) عبداللہ بن العباسؓ اور حسن بن علیؓ وغیرہ کبرای صحابہ اس جنگ میں شریک تھے یا نہیں؟

(۱) پہلا امر یعنی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی نسبت اتنا ہی لکھنا کافی ہے کہ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ امام عینیؒ نے عینی شرح بخاری میں امام بخاریؒ کی مخالفت اور تغلیط و تجہیل کا بیڑا اٹھایا ہے باوجود اس کے وہ صحت حدیث کے انکار کی جرأت نکر سکے اور انہوں نے مجبور ہو کر اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر لیا۔ علامہ عینی چاہے یزید بن معاویہ کو جتنی گالیاں دے لیں مگر حدیث اور تاریخی واقعات کی تکذیب وہ نہیں کر سکتے۔

(۲) حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں مسلمانوں کا لشکر بلاد روم میں بغرض جنگ گیا۔ خاص قسطنطنیہ میں رومیوں سے جنگ ہوی اور رومیوں کو شکست ملی چنانچہ اسی جنگ میں اسی مقام پر حضرت ابوایوب انصاریؓ شہید ہوے۔ یہ تاریخی واقعہ ہے۔ تاریخی اوراق اس کے شاہد ہیں۔ جس کا جی چاہے ابن اثیر و ابن خلدون وغیرہ میں دیکھ لے۔

(۳) یزید اس جنگ میں شریک تھا یا نہیں؟
یزید کے اس جنگ میں شریک ہونے سے کسی مورخ نے انکار نہیں کیا اور خود علامہ عینی نے بھی اپنی زبان سے اس کا اقرار کیا ہے۔ البتہ بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ یزید اس لشکر کا سردار نہ تھا بلکہ سردار لشکر سفیان بن عوف تھا مگر ان چند

مورخین کا یہ قول قابل اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر محققین اہل تاریخ کا اسی پر اتفاق ہے کہ یزید بن معاویہ ہی سردار لشکر تھا اور کبرائے صحابہ اسکی ماتحتی[۵۱] میں تھے۔ بہرحال یزید کا اس فوج میں ہونا قطعی اور متفق علیہ ہے اور جب یزید کا اس فوج میں شریک ہونا قطعی ہے تو اس کا مغفور ہونا بھی قطعی ہوا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی استثناء کے لشکر کو مغفور فرمایا ہے۔

(۴) یہ لشکر جس میں یزید شریک تھا کیا اسلام کا پہلا لشکر تھا جس نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی؟ بلاشبہ اسلام کا یہ پہلا ہی لشکر تھا جس نے خاص قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور رومیوں[۵۲] کو روز بد دکھایا۔ یہ تاریخوں میں موجود ہے اور اس کے خلاف تاریخ کی ایک ادنیٰ شہادت بھی پیش نہیں کیجا سکتی۔

(۵) کبرائے صحابہ اس جنگ میں یزید کے ساتھ شریک تھے یا نہیں؟ بلاشبہ شریک تھے۔ کتب تواریخ میں اس کی صراحت[۵۳] موجود ہے جس سے اکثر ائمہ اہل حدیث نے اتفاق کیا ہے لیکن اس تاریخی واقعہ کے انکار میں صرف علامہ عینی اور ان کے چند ہمخیال متفرد ہیں۔

ان تمام امور کی تنقیح کے بعد علامہ عینی کے دعوی بلا دلیل کا جو کچھ وزن رہجاتا ہے اس کا اندازہ ناظرین کتاب خود کر سکتے ہیں۔

دوسری پیشینگوئی

حدیث کی دوسری پیشینگوئی یہ ہے کہ اسلام کی اس پہلی فوج میں جو قسطنطنیہ پر چڑھائی کرے گی حضرت ام حرامؓ شریک نہیں ہونگی بلکہ وہ اس سے پہلی کی بحری فوج میں

---

[۵۱] ابن خلدون و فتح الباری ۱۲ [۵۲] فتح الباری [۵۳] ابن خلدون وابن اثیر ۱۲

شریک ہوں گی چنانچہ وہ اس جنگ سے بیس یا اکیس برس پہلے اس جنگ میں شریک ہوی تھیں جو ۲۸ھ یا ۲۹ھ ہجری میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ہوی تھی اور جس کا ذکر اس سے پہلے (۸۹) دین پیشینگوئی میں ہو چکا ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس جنگ سے پہلے حضرت ام حرامؓ دنیا سے گذر جائینگی اور زندہ ہی نہیں رہیں گی جو اس بحری جنگ میں شرکت کر سکیں اور ایسا ہی ہوا کہ ۲۸ھ یا ۲۹ھ ہجری کی بحری جنگ میں سواری سے گر کر حضرت ام حرامؓ شہید ہو چکی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پیشینگوئی

(۹۴)

مسلمانوں کو دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں

البخاری عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بعثت بجوامع الکلم ونصرت بالرعب فبینا انا نائم اوتیت مفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی۔

بخاری نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مبعوث کیا گیا میں ساتھ جوامع کلم کے اور مدد دیا گیا میں ساتھ ہیبت کے تو جب کہ میں سو رہا تھا مجکو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں پھر اُن کو میرے ہاتھ میں رکھدیا گیا۔

ف

یہ پیشینگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں پوری ہونے شروع ہو گئی

حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے عہد معدلت مہد میں اچھی طرح پوری ہوگئی۔ اور خلفائے بنی امیہ اور ائمہ آل عباس کے عہدوں میں تو گویا واقعی دنیا بھر کے خزانوں کی کنجیاں مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی تھیں کہ ہر طرف سے خزانہ برسا پڑتا تھا۔ اور اس کے بعد بھی ایک زمانہ تک اس کا زبردست اثر باقی رہا۔

پیشینگوئی

(۹۵)

فتح مکہ کے بعد اب کوئی ہجرت نہیں ہوگی

البخاری عن ابن عباسؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ لا ھجرۃ ولکن جھاد ونیّۃ۔

امام بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ کہا انہوں نے کہ مکہ فتح ہونے کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب کوئی ہجرت نہیں ہے لیکن (اپنے بچاؤ کے لئے کفار سے) مذہبی جنگ اور نیت ہے۔

ف

ممکن ہے کہ یہ پیشینگوئی عام اور تمام دنیا کے مسلمانوں سے متعلق ہو لیکن میں ایسا سمجھتا ہوں کہ صرف مکہ والوں سے اس کو تعلق ہے اور مطلب یہ ہے کہ اب مکہ والوں کو ہجرت کی ضرورت نہیں ہوگی جو اپنا دیس چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔

پیشینگوئی

(۹۶)

مسجدوں میں دنیاداری کی باتیں ہونگی

بیہقی عن الحسنؓ مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ	بیہقی نے حسنؓ سے بہ طریق ارسال روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ ان کی باتیں جو محض دنیاوی معاملات سے متعلق ہونگی مسجدوں میں ہونگی تو تم اُن کے ساتھ نہ بیٹھنا کیونکہ اُن میں اللہ کیلئے کوئی حاجت نہیں ہے۔

ف

اس پیشینگوئی کے پورا اترنے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوستان میں ہر طرف یہ امر مشاہد ہے کہ عبادت خانے اور مساجد ہی دنیا داری کی باتیں کرنے اور لڑائی جھگڑے کے محل و مقام قرار پا گئے ہیں۔

پیشینگوئی

(۹۷)

مجکو امت میں لواطت پھیل جانے کا خوف ہے

الترمذی عن جابرؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اخوف ما اخاف علی امتی عمل قوم لوطٍ	ترمذی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ جو مجھے اپنی امت کی نسبت خوف ہے وہ اس بات کا ہے کو وہ لوط کی قوم کا سا فعل نکرنے لگیں۔

ف

آپ کا خوف بالکل بجا تھا۔ آپ کی یہ پیشینگوئی بھی صحیح اُتری۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے یہ بیمایئ خراسان میں نمودار ہوی ایران تو اسلام سے پہلے ہی اس کا مرکز رہ چکا تھا جب ایران کے لوگ ہندوستان میں آئے تو وہی نحوست یہاں بھی لائے چنانچہ ہندوستان کے بعض شہروں کو اس بارہ میں خاص شہرت ہے آیت قرآنی فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ میں جو فرقہ اَنّٰی کو مکان کے معنی میں لیتا ہے وہ ازواج کے ساتھ اس (اغلام) کو جائز قرار دیتا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ قرآن مجید کی صریح آیتیں اس کو حرام مطلق قرار دیتی ہیں۔ قوم لوط کی بربادی کا سبب قرآن میں اسی بدفعلی کو بتایا گیا ہے اور طبعاً ایسا فعل اولاد میں مورث لواطت ہے اور مشاہدہ بھی ایسا ہی ہے ایران میں یہ ناشائستہ فعل اکثر

نامعلوم زمانہ سے ہے۔ پھر بعد اسلام یہ قوم دوسرے ممالک میں جہاں جہاں گئی اور جہاں زیادہ قوت ملی یا عرصہ تک رہی۔ وہاں اس مرض کو پھیلایا تو یہ فعل اسی قوم کا ٹھیرا۔ عرب۔ شام۔ افریقہ۔ ترک۔ ترکمان اور بہت سے اقطاع اس سے قطعاً ناآشنا ہیں۔

پیشینگوئی

(۹۸)

ثقیف کی قوم میں ایک جھوٹا اور ایک خونریز ہوگا

الترمذی عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثقیف کذاب و مبیر	ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قبیلہ ثقیف میں ایک بڑا جھوٹا اور ایک ظالم خونریز ہوگا۔

ف

مختار بن ابو عبید جھوٹے اور حجاج ظالم خونریز نے اس پیشینگوئی کو صحیح کر دیا اور یہ دونوں بنی ثقیف کے قبیلہ سے تھے۔ عام شراح حدیث کا یہی مسلک ہے بیان کیا جاتا ہے کہ لاکھ سے زیادہ آدمی بلا کسی جرم کے حجاج نے قتل کئے اور جو مقابلہ کر کے یا جرم کے بدلے قتل ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔

نوٹ

حدیث صحیح ہے مگر اس کا کیا ثبوت کہ جھوٹے اور خونریز سے مختار و حجاج ہی مراد

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پیشینگوئی کے ساتھ کوئی ایسی خصوصیات بیان نہیں فرمائیں جو صرف مختار و حجاج پر ہی منطبق ہو سکیں فقط اتنا فرمایا کہ قبیلۂ ثقیف میں ایک جھوٹا ہوگا ایک ظالم و خونریز ہوگا پس اتنی خبر سے مختار و حجاج کو پیشینگوئی کا مصداق قرار دے لینا بلا بینہ اور بلا شاہد ہے ممکن ہے کہ آئندہ اس صفت کے دو شخص پیدا ہوں۔

علاوہ اس کے حجاج کا لاکھ سے زیادہ نفوس کا بلا جرم و سبب قتل کر دینا ہی پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچتا حجاج کے ظلم و ستم کے داستان اور ان جیسے خونریزی کے واقعات محض افسانے ہیں جن کو دشمنان خلافت بنی امیہ نے تصنیف کیا یا اُن کے خوشامدی نادان دوستوں نے۔ جن کو بھولے مورخین نے بلا سوچے سمجھے لکھ مارا ہے۔

ہمکو حجاج ثقفی کے جابرانہ اور اعتدال سے گذری ہوئی زیادتیوں سے بالکل انکار نہیں ہے مگر ان بے سروپا داستانوں میں کلام ضرور ہے جن کو نہ فہم سلیم باور کرتی نہ اہل تحقیق مورخین ایسے داستان گویوں کے ہمزبان ہوتے۔

پیشینگوئی

(۹۹)

عمار بن یاسر کو خطاکار گروہ قتل کریگا

الشیخان عن عکرمۃ رض قال قال لی ابن عباس ولابنہ	بخاری و مسلم نے عکرمہ رض سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابن عباس رض

علی انطلقا الی ابی سعید فاسمعا من حدیثہ فانطلقنا فسمعناہ یحدث حتی انتہی الی ذکر بناء المسجد فقال کنا نحمل لبنۃ و عمار یحمل لبنتین فرآہ النبی صلعم فجعل ینفض التراب عنہ ویقول ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ

نے مجھے اور اپنے بیٹے علی سے کہا کہ چلو ابو سعید کے پاس اور ان سے حدیث سنو پس ہم گئے اور ان سے سنا کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے یہانتک کہ مسجد بنانے کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ ہم ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار دو دو اینٹیں لاتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا پس ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ افسوس ہے عمار پر کہ اسکو ایک خطاکار گروہ قتل کریگا

ف

یہ پیشینگوئی جنگ صفین میں پوری ہوی جب حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں جنگ برپا تھی اور امیر معاویہؓ کے لشکریوں نے عمار بن یاسر[1] کو قتل کر دیا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں امیر معاویہ کو دعوی خلافت کسی طرح سزاوار نہ تھا اور وہ باتفاق مورخین و اہل مذاہب خطا پر تھے۔

---

[1] ابن اثیر و الاصابہ ۱۲

پیشینگوئی

(۱۰۰)

خلافت کے متعلق فساد پر فساد ہونگے

مسلم عن سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما وعن عرفجہؓ قال سمعت النبی صلعم سیکون ہنات ہنات فمن اراد ان یفرق امر ہذہ الامۃ وہی جمیعٌ فاضربوہ بالسیف کائنا من کان۔

مسلم نے ابوسعیدؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جب ایک وقت میں دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو اُن میں سے آخر والے کو قتل کردو اور مسلم نے عرفجہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے ہوے سنا ہے کہ عنقریب فساد پر فساد ہوگا تو جو شخص اس امت کے کام میں تفریق ڈالنا چاہے درحالیکہ اس میں جمعیت ہے تو اس کو تلوار سے مار دو چاہے وہ کوئی ہو فقط

ف

اس حدیث میں یہ پیشینگوئی کی گئی ہے کہ فساد پر فساد ہوں گے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عہد شیخین تک امن رہا۔ ان کے بعد اس حدیث کے موافق فسادات کا سلسلہ چلا جسکی تفصیل تاریخوں میں موجود ہے اور یہ

اتنے زیادہ اور مشہور ہیں جن کی تفصیل ایک ایک کرکے غیر ضروری ہے الفاظ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد متعلق امارت مقصود ہے کیونکہ آخر میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو امت کے کام کو پراگندہ کرنا چاہے اس کی گردن مارو اور اسلام میں بڑا فساد خلافت ہی کے لئے ہوتا رہا ہے جسکی ابتدا خیر القرون ہی میں شروع ہوئی۔

نوٹ

اس حدیث سے بصراحت ثابت ہوا کہ بنی امیہ کی خلافت کے خلاف جن لوگوں نے سازشیں کی اور ان پر خروج کیا وہ عاصی تھے اور اسی طرح جن نفوس نے خلافت عباسیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا انہوں نے بھی رسول خدا اور شریعت غرا کی مخالفت کی اور وہ یقیناً گورنمنٹ کے باضابطہ مجرم اور خدا اور رسول کے نافرمان و عاصی بندے تھے جب حکومت قائم ہوجائے تو ہر شخص پر اطاعت لازم ہے پس جو اطاعت نہیں کرتا وہ گویا امن عام میں خلل انداز ہونا اور ملک میں فساد پھیلانا چاہتا ہے اور حکومت پر ایسے لوگوں کا قمع قمع کرنا واجب ہے۔ یہی حکمت تھی کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کرلی تاملک میں قائم شدہ امن باقی رہے اور اہل ملک میں بدامنی نہ پھیلے فقط والسلام علی سید الانام الی یوم القیام۔

کاتب

مرزا گوہر علی عفی عنہ

سلسلۂ اشاعت العلوم حیدرآباد دکن نمبر ۳۱

لقد جاءهم من الانباء ما فيه مزدجر

جلد ستوم

حکمۃ بالغۃ

فما تغن النذر

مولفہ

فاضل جلیل عالم نبیل عالیجناب مولانا مولوی ابوالجمال احمد مکرم صاحب عباسی چریاکوٹی

مصنف و مؤلف

اسمع الاسمع۔ رسالہ شطرنج۔ رحل الغنا۔ پارہ امام۔ کرامت اللطائف۔ الاخلاق

چراغ حکمت وغیرہ ملازم دفتر نظامت تعمیرات دولت آصفیہ و رکن مجلس اشاعۃ العلوم

حسب منظوری مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن

باہتمام

جناب ابوالدرجات مولانا مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب فاروقی مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم

مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی

(۱۰۰۰) ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

بشارت

اہل اسلام کو بشارت دیجاتی ہے کہ حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ کی تصانیف جنکی بسبب اقتضائے زمانہ نہایت سخت ضرورت ہے مندرجہ ذیل پتہ سے شائقین کی طلب پر روانہ کیجا سکتی ہیں۔

انوار احمدی - اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابۂ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل پر نہایت محققانہ بیان کیا گیا ہے جنکی عموماً اہل اسلام کو ضرورت ہے جو اپنی خوبی و پسندیدگی کے باعث ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہو چکی تھی۔ اب پھر شائقین کے تقاضہ پر مکرر طبع کی گئی ہے قیمت ۱؎

کتاب العقل - اس میں عقل کی حقیقت کھولدی گئی ہے کہ کہاں تک چل سکتی ہے اور حکمت قدیمہ اور فلسفۂ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑا تھا ان کے جوابات عقلی نہایت محققانہ انداز سے دیے گئے ہیں قیمت کاغذ چکنا ۱؎ کاغذ کھرا ۱؎

افادۃ الافہام ہر دو حصہ یہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ازالۃ الاوہام کا جواب ہے نہایت ہی محققانہ اور مہذبانہ طرز سے جوابات دیے گئے ہیں جن کے ضمن میں کئی دینی ضروری مسائل کی تحقیقات اور غیر مبدل تاریخی حالات مندرج ہیں اس کتاب کو دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے کاغذ چکنا کھرا ۱؎

مقاصد الاسلام ہر پنج حصہ جن میں اخلاق تمدن فقہ کلام فلسفہ اسلام اور تصوف وغیرہ وغیرہ مضامین پر نہایت محققانہ اور دلکش طرز پر بحث کی گئی ہے قیمت عہ

حقیقۃ الفقہ ہر دو حصہ اس میں محققین و محدثین کے فرائض منصبی ان کے کارنامہ اور حدیث و فقہ و اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کی گئی ہے خصوصاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شانیاں اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہیں نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے ہیں قیمت عہ

انوار الحق مولوی حسن علی صاحب لکچرار کی تائید الحق جو مرزا صاحب قادیانی کی تائید میں لکھی گئی ہے اسکے جواب میں یہ محققانہ رسالہ لکھا گیا ہے اسکا انداز بیان دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ کسقدر دلچسپ ہے قیمت ۲؎

فہرست مضامین کتاب حکمۃ بالغہ جلد سوم

مضمون	صفحہ
مقدمہ کتاب۔	
محمد رسول اللہ صلعم امی محض تھے۔	۱
محمد مصطفےٰ کے امی ہونیکی پہلی دلیل	
قرآن۔	۲
پہلی آیت۔	″
اعتراض معترض مع جواب (حاشیہ)	″
دوسری آیت۔	۴
تیسری آیت۔	۵
امی کے لغوی معنی۔	″
چوتھی آیت۔	″
پانچویں آیت۔	۶
چھٹویں آیت۔	۷
دوسری دلیل بخاری کی ایک حدیث	″
ورقہ بن نوفل کے پڑھنیکا شبہ	۱۱
اس شبہ کے پانچ جواب۔	″
قرآن وحدیث کی خبر ہر ایک کیلئے معتبر ہے۔	۱۲

مضمون	صفحہ
قرآن وحدیث کا شمار تاریخ میں کبھی ہے	۱۳
دوسری حدیث وتیسری حدیث۔	۱۴
چوتھی حدیث	۱۵
تیسری دلیل الہیت	″
چوتھی دلیل۔	۱۶
پانچویں اور چھٹویں دلیل۔	۱۷
اسلام کی تواریخ پر اعتراض مع جواب	۱۸
ساتویں دلیل۔	۱۹
آٹھویں دلیل۔	۲۰
نویں دلیل۔	۲۱
ڈاکٹر لی بان کی رائے۔	۲۲
آپ کے امی ہونیکے متعلق لی بان	
فرانسیسی کا فیصلہ۔	۲۳
انسائیکلوپیڈیا کی سچی رائے۔	۲۴
بان فنڈل کی رائے۔	″
علامہ گبن باوصف تعصب کے کیا کہتے ہیں	″
علامہ کارلائل جیسا متعصب سچ کہنے پر مجبور ہوا	۲۵

مضمون	صفحہ
دسویں دلیل۔	۲۷
آپ کے خواندہ ہونے پر عیسائیوں کا پہلا دا ہمہ۔	۲۸
ڈاکٹر ولیم کی ایک روایت۔	۲۹
بحیرا راہب سے پیغمبر کی ملاقات اور اسپر شبہ۔	//
راڈویل صاحب کا فیصلہ۔	۳۳
علامہ کارلائل کیا سچ لکھتا ہے۔	۳۴
ڈاکٹر اسپرنگر کا عجیب و غریب استدلال	۳۶
ترمذی کی ایک غریب حدیث۔	۴۰
مولف کتاب کی ایک نئی تحقیق	۴۵
ابن اسحاق کی روایت۔	۴۸
دوسرا دا ہمہ نسطورا سے پیمبر کا ملنا۔	۵۲
توریت کی تعلیم مع جواب۔	۵۳
تیسرا دا ہمہ۔ زبیر کیساتھ پیمبر کا یمن کو جانا۔	۵۴
مورخین یورپ کا کمال ابلہ فریبی	//
واقدی و ابن السعد کی روایت	۵۵
چوتھا دا ہمہ کہ پیغمبر نے بحیرا راہب سے مکہ میں پڑھا اور وہ وہاں موجود تھا۔	۵۹
ابی سفیان سے پیمبر کے مضور میں وفد کا جانا۔	۵۹
یہ ایک جھوٹ ہے۔	//
بحیرا راہب زمرۂ صحابہ میں لکھا گیا۔	۶۰
عیسیٰ بن مریم صحابہ رسول کی فہرست میں۔	۶۱
معراج میں اختلاف علماء صحابہ۔	۶۲
پانچواں دا ہمہ بخاری کی حدیث	//
رسول اللہ نے عہد نامہ لکھا۔	۶۴
پہلا جواب۔	۶۵
دوسرا جواب۔	۶۷
ابو الولید نے اس لکھنے کو معجزہ قرار دیا۔	//
تیسرا جواب۔	۶۹
چوتھا جواب۔	۷۳
خود براء کا قول اور حدیث کا غیر معتبر ہونا۔	۷۴
پانچواں جواب جو مولف نے دیا۔	//
چھٹواں جواب۔	۷۵

مضمون	صفحہ
اشعار شاہنامہ	۷۶
چھٹواں واہمہ کہ پیغمبر نے سلمان فارسی سے پڑھا۔	۷۷
پہلا اور دوسرا جواب۔	۷۸
علامہ دہیری کی پوردہیں کا اعتراض مع جواب۔	۸۰
تیسرا اور چوتھا جواب۔	۸۲
ساتواں واہمہ۔	۸۵
ماریہ قبطیہ کے لونڈی ہونے پر دو شبہ۔	۸۶
واہمہ کا پہلا جواب۔	//
دوسرا جواب۔	۸۷
تیسرا جواب۔	۸۸
آٹھواں واہمہ کہ پیغمبر نے عبداللہ بن سلام سے پڑھا۔	//
پہلا اور دوسرا جواب۔	۸۹
نواں واہمہ کہ صہیب وعمار سے علم حاصل کیا۔	۹۰
جواب۔	//
ابن سعد کا غلط حوالہ۔	۹۰
دوسرا جواب۔	۹۲
صہیب کا نام و نسب۔	۹۳
دسواں واہمہ کہ بارہ اشخاص پیغمبر کے استاد تھے۔	۹۴
پہلا جواب۔	//
دوسرا جواب۔	۹۷
تیسرا جواب۔	۹۹
چوتھا جواب۔	۱۰۰
گیارھواں واہمہ پادری ٹسڈل کا	۱۰۱
جواب	۱۰۲
بارھواں واہمہ پادری ٹسڈل کا۔	۱۰۳
پہلا جواب۔	//
دوسرا جواب۔	۱۰۴
تیسرا جواب۔	۱۰۵
انجیل کا ایک عجیب نہ چلنے والا حکم	//
چوتھا جواب	۱۰۶
پانچواں اور چھٹواں جواب۔	۱۰۷
ساتواں جواب۔	۱۱۱

مضمون	صفحہ
آٹھواں جواب ۔	۱۱۲
نواں جواب ۔	۱۱۳
دسواں جواب ۔	۱۱۵
گیارہواں جواب ۔	۱۱۶
بارہواں جواب ۔	۱۱۷
تیرہواں واہمہ مع جواب ۔	۱۱۸
چودہواں واہمہ مع جواب ۔	۱۱۹
مولف کتاب کا تحقیقی جواب ۔	۱۲۳
پہلا اور دوسرا مقدمہ	۱۲۴
تیسرا مقدمہ	۱۲۵
چوتھا مقدمہ	۱۲۶
پانچواں مقدمہ	۱۲۷

مضمون	صفحہ
گیارہویں دلیل پیغمبر کی امیت کی ۔	۱۳۱
بارہویں دلیل امیت ۔	۱۳۴
قرآن کے کلام اللہ ہونیکا دوسرا ثبوت	۱۳۸
قرآن کے کلام اللہ ہونیکا تیسرا ثبوت	۱۴۲
عہد رسالت کے (۲۵) نامی شعراء	۱۴۵
چوتھا ثبوت ۔	۱۴۷
پانچواں ثبوت ۔	۱۴۸
چھٹواں ثبوت ۔	۱۴۹
ساتواں ثبوت ۔	۱۵۲
آٹھواں ثبوت ۔	۱۵۵
اعتراض مع جواب ۔	۱۵۶
نواں ثبوت ۔	۱۵۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کا

دوسرا ثبوت

مقدمہ کتاب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی محض (یعنی کچھ لکھے پڑھے نہیں) تھے

معزز ناظرین اس مقدمہ کتاب کو غور اور اطمینان قلب سے مطالعہ فرمائیں اس کے تمام رسالہ و ما علیہ کو خوب ذہن نشین فرمالیں کیونکہ قرآن شریف کے کلام اللہ ہونے کے ثبوت میں اب ہم جتنے براہین و دلائل پیش کریں گے ان میں کے اکثر دلائل کو اس مقدمہ سے خاص تعلق ہے اگر یہ مقدمہ حافظہ میں محفوظ نہ ہوگا تو بعض دلائل بالکل وزنی ثابت نہ ہوں گے اور محض روی نظر آئیں گے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امی محض ہونے پر ہم عقلی و نقلی تاریخی

بارہ دلیلیں پیش کرتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ ایسی مضبوط دلیلیں ثابت ہوں گی کہ موافق تو موافق انصاف پژوہ مخالفین کو بھی سوائے تسلیم کر لینے کے چارہ کار نہ ہوگا البتہ جن کے قلوب انصاف کی صفت سے خالی ہیں انہیں کوئی فائدہ نہیں اور میں تمنا کرتا ہوں کہ ایسے انصاف کے خون کرنے والے ہٹ دھرم لوگ میری کتاب کے ناظرین میں سے نہ ہوں تو اچھا ہے۔ ؎

کل العداوۃ قد یرجی اماتتھا الا عداوۃ من عاداک من حسد

پہلی دلیل

قرآن مجید

قرآن مجید میں چھ آیتیں ہیں جن سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امی محض ہونا بصراحت ثابت ہوتا ہے۔

پہلی آیت۔ سورۃ الجمعہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ف ایک مخالف اعتراض کر سکتا ہے کہ قرآن صرف اپنے پیروؤں کے لئے معتبر و مستند ہے مگر جو لوگ سرے سے نہ قرآن ہی کو کتاب اللہ تسلیم کرتے نہ پیغمبر اسلام کی ذات کو مانتے ان کے حق میں اس کا بیان کوئی سند نہیں ہو سکتا۔ قرآن کو کتاب اللہ ثابت کرنے کے لئے قرآن ہی کے بیان کو ثبوت میں پیش کرنا مصادرہ علی المطلوب ہے۔" بلاشبہ یہ اعتراض صحیح ہے لیکن ناظرین گھبرائیں نہیں ہم اس کا شافی جواب اس دلیل کے خاتمہ پر خود دیں گے ۱۲ منہ

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

وہ (خدا) ہی تو ہے جس نے (عرب کے) جاہلوں میں ان ہی میں سے (محمد کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا (کہ وہ) انکو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک صاف کرتے اور ان کو کتاب اور عقل (کی باتیں) سکھاتے ہیں ورنہ (اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا تھے

ف

اس آیت میں ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم ان پڑھ لوگوں میں پیدا ہوئے انھیں میں آپ کا نشوونما ہوا اور آخر انہیں جاہلوں میں سے آپ کو پیغمبر بنا کر کھڑا کر دیا گیا۔

جاہلوں میں رہ کر اور جاہلوں میں نشوونما پا کر کوئی شخص عالم و فاضل اور ادیب و منشی نہیں ہو سکتا تاریخ ایسی ایک نظیر بھی پیش نہیں کر سکتی کہ کوئی انسان ان پڑھ لوگوں میں پیدا ہوا ہو۔ ان پڑھ لوگوں میں پلا ہو۔ ان پڑھ لوگوں میں نشوونما پا کر ساری عمر انہیں جاہلوں میں رہا ہو اور پھر عالم و فاضل ہو گیا ہو۔ کیونکہ علم و فضل حاصل کرنے کے لئے ارباب علم و فضل کی صحبت واجب ہے۔

دوسری آیت سورۃ الشوریٰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ

اور (اے پیغمبر!) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے (دین کی) جان (یعنی یہ کتاب) تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان (کس کو کہتے ہیں) مگر ہم نے قرآن کو ایک نور

مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔	بنا دیا ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اس کے ذریعہ سے رستہ دکھا دیتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ تم سیدھا ہی رستہ سب کو دکھاتے ہو۔

ف

آیت میں اس امر کی صراحت ہے کہ جب تک قرآن مجید نازل نہیں ہوا، جناب پیغمبر خدا کتاب و ایمان سے کچھ واقف نہ تھے۔ آپ کو منصب نبوت چالیس برس کی عمر میں عطا کیا گیا۔ اور اسی وقت سے نزول قرآن کا آغاز ہوا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ چالیس برس کی عمر تک آپ کو لکھنا پڑھنا کچھ نہیں آتا تھا حالانکہ لکھنے پڑھنے کا زمانہ چالیس سال کے اندر ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد انحطاط اور بڑھاپے کا زمانہ شروع ہوتا ہے اور آدمی لکھنے پڑھنے سیکھنے کے کام کا نہیں رہتا۔

اس کے علاوہ چالیس برس کی عمر میں آپ کو نبوت سے مشرف فرمایا گیا۔ قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور آپ تبلیغ احکام الٰہی کی سخت ترین مہم سر انجام دینے لگ گئے۔

تاریخ و سیر ہمارے سامنے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں کہ چالیس برس کے بعد آپ کی عمر مبارک کا تمام حصہ تبلیغ احکام، دشمنوں کی ایذا دہی، جنگ و قتال، جلاوطنی اور فتوحات میں صرف ہوا۔ یہاں تک کہ تریسٹھ برس کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا۔

یہ تیئیس برس کا زمانہ ایسا نہیں تھا کہ اس میں آپ کوئی حصہ بھی پڑھنے یا سیکھنے میں صرف کر سکتے حالانکہ قرآن مجید اسی مدت میں نازل ہوتا رہا۔

تیسری آیت سورۃ الاعراف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ	تو (اے لوگو!) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی امی (محمد) پر (بھی) کہ وہ خود بھی اللہ اور اُسکی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان ہی کی پیروی کرو تاکہ تم سیدھے رستے پر آجاؤ

ف

اس آیت میں بھی لفظ امی نے رسول خدا کے ان پڑھ ہونے کی صراحت کر دی کیونکہ امی لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کچھ پڑھا لکھا نہ ہو۔ درحقیقت امی وہ شخص ہے جس کے ماں باپ بچپنے میں مر گئے ہوں اور چونکہ بچپنے میں ماں باپ کے مر جانے سے تعلیم کا کوئی وسیلہ باقی نہیں رہتا اور علی اکثر الاحوال یتیم ناخواندہ ہو گئے اور یہی وجہ ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلعم کا لقب بھی امی ہو گیا اور آپ ہر طرح اس لقب کے سزاوار بھی ٹھیرے کیونکہ بچپنے میں آپ کے والدین کا سایہ آپ کے سر سے اٹھا اور آپ بالکل ان پڑھ ہی رہے۔

چوتھی آیت سورۃ الزخرف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ	اور کفار کہتے ہیں کہ (ان) دو بستیوں (یعنی مکہ و طائف) کے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

ف

جناب رسول خدا صلعم کے وقت میں مکہ اور طائف ہی عرب میں اور سارے

شہر تھے اور ان شہروں کے باشندے بڑے لایق و فائق سمجھے جاتے تھے جیسے ہمارے ہندوستان میں دہلی و لکھنؤ زبان اردو کے دو مرکز سمجھے جاتے ہیں۔ کفار نے اعتراض کا اور کوئی سچا موقع نہ پایا تو کھسیانی بلی کھمبا نوچی۔ ایک یہی بھدا اعتراض کر دیا کہ اچھا اگر قرآن واقعی خدا کی کتاب ہے تو محمد جیسے امی شخص پر کیوں نازل ہوا، اس کو تو چاہیئے تھا کہ مکہ و طائف کے کسی بڑے عالم و فاضل پر نازل کیا جاتا۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ کفار عرب پر محمد عربی صلعم کا مطلق ان پڑھ ہونا خوب روشن تھا اور یہ باور کرنا تو بہت دشوار ہے کہ آپ پڑھے لکھے رہے ہوں اور آپ کے ملک والے بلکہ خود شہر و قبیلہ والے بھی نہ جانتے ہوں۔

پانچویں آیت سورۂ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ	(اے پیغمبر ان سے) کہو کہ اگر خدا چاہتا تو میں (قرآن) تمکو پڑھ کر سناتا ہی نہیں اور نہ خدا تم کو اس سے آگاہ کرتا۔ اس سے پہلے میں مدتوں تم میں رہ چکا ہوں کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے ہو۔

ف

مطلب یہ کہ اگر میں پڑھا لکھا ہوتا تو وہ تم لوگوں پر چھپنے والی بات نہیں تھی میری اتنی عمر تم لوگوں میں گذر گئی کچھ تو سن گن تم کو معلوم ہوتی لیکن تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میں کچھ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں تو پھر ان کے کلام اللہ ماننے میں کونسا امر مزاحم ہے کیونکہ ایک ان پڑھ آدمی جس نے اپنی عمر بھر میں پڑھنے کے نام تک کو نہ جانا ہو قرآن جیسی بہتر [illegible] کتاب نہیں بنا سکتا۔

چھٹویں آیت - سورۃ العنکبوت میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ	اور (اے پیغمبر!) قرآن سے پہلے نہ تو تم کوئی کتاب ہی پڑھتے تھے اور نہ تم کو اپنے ہاتھ سے لکھنا ہی آتا تھا کہ ایسا ہوتا تو یہ بیدین خواہی نخواہی شبہ کرتے۔

ف

آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ جناب رسول خدا پڑھے لکھے تھے نہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ مصلحت رکھی تھی کہ اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے تو کفار و منکرین ضرور شبہ کرتے کہ یہ باتیں جو یہ شخص سمجھاتا ہے اسکی دیکھی بھالی ہوئی ہیں اور اگلی باتوں میں سے چن چنا کر ایک قرآن بنا لیا۔ لیکن آپ کے امی ہونے کیوجہ سے یہ شبہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس پر جو انکار کریں تو بڑی ہٹ دھرمی ہے بہرحال اس آیت میں سب سے زیادہ صراحت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم امی محض تھے۔ آپ نے نہ کبھی کچھ تعلیم پائی نہ آپ کو لکھنا پڑھنا کچھ آتا تھا اور نہ آپ لکھے اُمّی ہونے میں کفار کو خود کسی قسم کا شبہ تھا۔

دوسری دلیل

حدیث

امام بخاری اپنی صحیح حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ:-

حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث	حدیث بیان کی ہم سے یحیی بن بکیر نے انھوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے لیث

عن عقیل عن ابن شہاب
عن عروۃ بن الزبیر عن
عائشۃ ام المومنین انھا
قالت اول ما بدأ بہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من الوحی الرویا
الصالحۃ فکان لا یری
رویا الا جاءت مثل فلق
الصبح ثم حبب الیہ
الخلاء وکان یخلو بغار
حراء فیتحنث فیہ ویتزود
لذلک ثم یرجع الی
خدیجۃ فیتزود لمثلھا حتی
جاءہ الحق وھو فی غار
حراء فجاءہ الملک فقال
اقرء قال ما انا بقاری
قال فاخذنی فغطنی حتی
بلغ منی الجھد ثم ارسلنی
فقال اقرء قلت ما انا
بقاری فاخذنی فغطنی
الثانیۃ حتی بلغ منی الجھد

عقیل سے انھوں نے ابن شہاب سے
انھوں نے عروہ ابن زبیر سے انھوں نے
ام المومنین عائشہ رضؓ سے البتہ کہا عائشہ رضؓ
نے کہ وحی کے قسم سے پہلے پہل
جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شروع
ہوئی وہ رویائے صالحہ تھا تو جو کچھ آپ
خواب میں دیکھتے وہ صبح کو پو پھٹنے کی طرح
ظاہر ہو جاتا۔ اس کے بعد آپکو تنہائی پسند
آئی اور غار حرا میں اکیلے بیٹھے عبادت
کیا کرتے تھے پھر توشہ اپنے ساتھ
لے جاتے اور جب کھانا ختم ہو جاتا
تو خدیجہ کے پاس واپس آتے اور
پہلے کی طرح توشہ لیکر پھر چلے جاتے یہاں تک
آپکے پاس حق آگیا اور انحالیکہ آپ
غار حرا ہی میں تھے پھر فرشتہ آپکے
پاس آیا تو کہا کہ پڑھو آپنے جواب دیا
کہ میں پڑھا نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ میرے اس کہنے پر اس فرشتہ
نے مجھکو پکڑا پھر مجھکو لپٹایا اور خوب بھینچکر
اپنی سی لگا لیا پھر مجھکو چھوڑ دیا پھر کہا کہ پڑھو میں نے
جواب دیا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نے
مجھکو پکڑا پھر دوسری مرتبہ اپنے سے لپٹایا اور خوب

ثم ارسلنی فقال اقرء
قلت ما انا بقارئ
فاخذنی فغطنی الثالثة
ثم ارسلنی فقال اقرء
باسم ربک الذی
خلق خلق الانسان
من علق اقرء وربک
الاکرم۔ فرجع بها رسول
اللہ صلعم یرجف فؤادہ
فدخل علی خدیجة بنت
خویلد فقال زملونی
زملونی فزملوہ حتی
ذهب عنه الروع
فقال لخدیجة واخبرها
الخبر لقد خشیت علی
نفسی فقالت خدیجة
کلا واللہ ما یخزیك
اللہ ابدا فانطلقت
به خدیجة حتی اتت
به ورقة بن نوفل بن
اسد بن عبد العزیٰ

زور سے سینہ سے لپٹایا پھر مجھکو چھوڑ دیا
پھر کہا کہ پڑھو میں نے جواب دیا کہ میں تو
پڑھا ہوا نہیں ہوں تو مجھکو پکڑا پھر تیسری مرتبہ
مجھکو لپٹایا اس کے بعد مجھکو چھوڑ دیا پھر کہا
(پڑھو) اقرء باسم ربک الذی
خلق خلق الانسان من علق اقرء
وربک الاکرم۔ پس اس آیت
کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے
درانحالیکہ آپ کا دل لرز رہا تھا پھر آئے
خدیجہ بنت خویلد یعنی اپنی بی بی کے پاس
اور فرمایا کہ مجھکو کمل اڑھاؤ مجھکو کمل اڑھاؤ تو
لوگوں نے آپ کو کمل اڑھا دیا حتی کہ آپ سے
خوف زائل ہو گیا تو آپنے خدیجہ سے سب
ماجرا بیان کر کے فرمایا کہ مجھکو اپنی جان کا
ڈر ہے خدیجہ نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں
خدا کی قسم اللہ آپ کو ہرگز رسوا نکرے گا
پھر چلیں خدیجہ آپ کو لئے ہوئے
یہانتک کہ لیگئیں آپ کو اپنے چچازاد بھائی
ورقہ بن نوفل بن اسد بن
عبد العزیٰ کے پاس
اور یہ ورقہ ایک مرد تھا

بن عم خدیجة وکان امرء
قد تنصر فی الجاهلیة
وکان یکتب الکتاب
العبرانی فیکتب من
الانجیل بالعبرانیة
ما شاء الله ان یکتب
وکان شیخا کبیرا قد عمی
فقالت له خدیجة
یا بن عم اسمع من ابن
اخیك فقال له ورقة
یا بن اخی ماذا ترى
فاخبره رسول الله
صلی الله علیه وسلم
خبر ما رأى فقال
له ورقة هذا الناموس
الذی نزل الله علی
موسی لیتنی اکون حیا
اذ یخرجك قومك
فقال رسول الله
صلی الله علیه وسلم
او مخرجی هم قال نعم

جو جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور عبرانی
کتاب لکھا کرتا تھا پھر جتنا کچھ اللہ کو منظور ہوتا انجیل
کو عبرانی میں لکھتا اور یہ ورقہ بن نوفل بہت بوڑھا
اور اندھا ہو گیا تھا۔ تو خدیجہ نے اس سے
کہا کہ اے میرے ابن عم! ذرا اپنے بھتیجے
کی بات سنو تو ورقہ نے پوچھا کہ اے میرے
بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا بیان
فرمادیا تو ورقہ نے کہا کہ وہ جو تم نے
دیکھا ناموس (یعنی جبرئیل) تھا جس کو
اللہ نے موسیٰ پر نازل فرمایا تھا۔ کاش
میں اسوقت زندہ رہتا جب تمہاری
قوم تم کو جلا وطن کرے گی (تو میں تمہاری
مدد کرتا) رسول اللہ صلعم نے پوچھا
کیا میری قوم مجھ کو جلا وطن کرے
گی ورقہ نے کہا ہاں (مگر اس
واقعہ کے تھوڑے ہی دن کے
بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا۔)

ف

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلعم پر پہلے پہل وحی نازل ہوئی ہے آپ اَن پڑھ تھے اور اسوقت تک کہ آپ کی عمر تیس ۳۰ سے متجاوز ہو چکی تھی بالکل پڑھنا نہیں جانتے تھے رہی یہ بات کہ ممکن ہے کہ اس کے بعد آپ نے ورقہ بن نوفل سے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا ہو۔ محض لغو اور لایعنی اعتراض ہے۔

اولاً۔ تو یہ ایک محض امکانی پہلو ہے اور محض امکان کسی امر کے باور کرنے کے لئے کافی نہیں ہے خصوصاً جب کہ اس کے خلاف میں بہت سے شواہد قویہ اور دلائل جزمیہ قائم ہیں۔

ثانیاً۔ اس وجہ سے کہ ایسے اوہام ضعیفہ سے کوئی دعویٰ اور کوئی واقعہ خالی نہیں ہو سکتا۔ پس اگر ایسے ہی اوہام پر مدار عالم ہو تو تاریخ عالم سے امان اٹھ جائے اور کوئی متواتر سے متواتر واقعہ بھی قابل اطمینان باقی نہ رہے حالانکہ عادت جاریہ اس کے خلاف ہے۔

ثالثاً۔ اسوجہ سے کہ اگر کوئی مخالف اسلام اس بات کا دعویٰ کرے کہ جناب رسول خدا نے ورقہ بن نوفل سے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا تو اس پر مبینہ شواہد کا پیش کرنا واجب ہے۔ کیونکہ دعویٰ بلا دلیل گو مشترک ہے لیکن یہ ایک آن ہونی بات ہے کیونکہ کسی تاریخ میں عام اس سے کہ مخالف اسلام ہو یا موافق اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔

رابعاً۔ اسوجہ سے کہ ورقہ بن نوفل اسوقت شیخ کبیر یعنی بہت بوڑھا اور اندھا تھا وہ خود کسی کو سکھانے پڑھانے کے قابل کہاں تھا؟

خامساً - اسوجہ سے کہ رسول اللہ صلعم نے نزول وحی کے بعد ورقہ بن نوفل سے ملاقات کی ہے اس سے پہلے ورقہ کا آپ سے ملنا ثابت نہیں تو اس صورت میں یہ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نزول قرآن اور آپ کا ورقہ سے علم حاصل کرنا ساتھ ساتھ تھا بلکہ جیسا کہ روایت سے ظاہر ہے زمانۂ نزول قرآن زمانۂ تعلیم سے مقدم ثابت ہوگا اور اس میں جو رکاکت ہے وہ کسی بیان کی محتاج نہیں ہے۔

اس حدیث میں ملک (فرشتے) کے نزول اس کی رسول اللہ صلعم سے گفتگو۔ اس کی تعلیم اور جناب رسول خدا کے خوف و لرزہ وغیرہ کا جو بیان ہے اس پر بھی چند شبہے وارد ہوتے ہیں لیکن یہ محل اس بحث کا نہیں ہے۔

قرآن و حدیث سے یہ امر تو اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل اَن پڑھ تھے آپ نہ پڑھنا جانتے تھے نہ آپ کو لکھنا ہی آتا تھا۔ رہی یہ بات کہ قرآن و حدیث سے آپ کے امّی ہونیکا ثبوت مخالفین اسلام کے لئے قابل قبول نہیں ہے اس کے چار جواب ہیں۔

اول - یہ کہ قرآن کی خبر متواتر خبر ہے یعنی ہر دور میں اسکی روایت اور حفاظت کرنے والے اتنے لوگ رہے ہیں جن پر جھوٹ کا گمان نہیں ہوسکتا قرآن مجید جس طرح محمد عربی صلعم پر نازل ہوا، ویسا ہی بلا ایک حرف کی کمی بیشی کے اسوقت بھی مسلمانوں کے ہاتھوں اور حفاظ کے سینوں میں موجود ہے حالانکہ نزول قرآن کو تیرہ سو برس کا طول طویل زمانہ گذر چکا اور اس وصف (صحت) میں دنیا کی کوئی آسمانی غیر آسمانی کتاب قرآن کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور ایسی صورت میں قرآن مجید جس بات کی خبر دے

اس پر کوئی صاحب انصاف سمجھدار خلاف واقعہ ہونیکا واہمہ نہیں کرسکتا۔

دوم ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث عام اس سے کہ وہ درحقیقت حدیث رسول ہو یا کسی کذاب نے رسول پر افترا کیا ہو، سلسلہ رُواۃ کے ساتھ بیان کیجاتی ہے۔ راویوں کی جانچ پرتال کے لئے رجال و تراجم کے دفاتر الگ مدون ہیں جن سے صحیح حدیثوں کو جھوٹی حدیثوں سے نہایت آسانی کے ساتھ الگ کرلے سکتے ہیں دور اولیں کی تاریخ بھی اسی طریقہ پر مرتب کیجاتی تھی مگر متاخرین نے اس طریقہ کو ترک کردیا جو اچھا نہیں ہوا اور روز بروز تاریخ کا چہرہ گرد آلود ہوتا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ روایت و صحت میں کسی آسمانی کتاب کا وہ درجہ بھی نہیں ہے جو اسلام میں موضوع و نامعتبر حدیثوں کا ہے۔ اور جب یہ صورت ہے تو فن حدیث میں جو خبر بیان کی گئی ہو اس سے انکار کرنے اور جھوٹ باور کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

سوم ۔ قرآن و حدیث اگرچہ مذہبی کتابیں ہیں لیکن ان کا شمار تاریخ میں بھی ہے اگر مخالفین اسلام قرآن و حدیث کی دی ہوئی خبروں کو تسلیم نہ کریں تو تاریخی دنیا سے امان اٹھ جائے اور ان کی باتیں بھی قابل اعتبار نہ رہیں۔

چہارم ۔ اسلام کے سخت ترین دشمن بھی کوئی امر خلاف اسلام لکھتے ہیں تو اسلام ہی کی تاریخ سے مدد لیکر لکھتے ہیں غیر اسلامی اقوام میں اسلامی تاریخ کے متعلق کوئی صحیح مواد نہیں ملتا۔ تو ضرور ہے کہ تاریخ اسلام جو خبر دے اور وہ خبر اصول تاریخ اور اصول درایت کے موافق ہو اس کو باور کیا جائے۔

دین الٰہی ثابت کرنے کے لئے پیغمبر کو اُمّی قرار دیا تو غیر اقوام خصوص کفار عرب اور دشمنان اسلام کے اقوال و بیانات تو اس کے خلاف میں ضرور ہوں گے اور ہونے چاہئیں حالانکہ آپ کے اُمّی ہونے کے متعلق قرآن و حدیث میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کے خلاف ایک حرف بھی نہیں ملتا اور جو علمائے مخالفین آپ کے غیر اُمّی ثابت کرنیکی بیفائدہ کوشش کرتے ہیں ان کو مجبوراً اسلام ہی کی تاریخ پر جھکنا پڑتا ہے اور اس میں بھی اصول روایت و درایت سے قطع نظر کرکے اور بہت تحریف و تبدیل کے بعد چند الٹی سیدھی باتیں گھڑ کر دلوں کو خوش کر لیتے ہیں کیا یہ امر پیغمبر اسلام کے اُمّی ہونیکی کافی دلیل نہیں ہے؟ ضرور ہے۔

چوتھی دلیل

جب تک جناب رسول اللہ علیہ التحیۃ والثنا نے دعوی نبوت نہیں کیا اہل عرب آپ کے ثناخواں دوست رہے اور آپ کو امین و راست باز اور بہترین انسان سمجھتے رہے آپ کا دعوئے نبوت کرنا تھا کہ ساری دوستی مبدل بہ دشمنی ہوگئی یہانتک کہ خود آپ کے خاندان کے لوگ اور حقیقی چچا تک جان کے لاگو ہو گئے پھر آپ کے جھٹلانے میں ذلیل خوار کرنے میں نیچا دکھانے میں اور اسلام کو بیخ و بنیاد سے مٹا دینے میں جو سر توڑ کوششیں کرتے رہے ان سے تاریخی اوراق بھرے پڑے ہیں اور جن کا مخالفین تک کو اعتراف ہے۔ اتنی سخت مخالفت و عداوت میں جب کہ کفار عرب ذرا ذرا سی بات میں جھٹلاتے رہتے تھے قرآن کا اس دعوے کیساتھ نازل ہونا

کہ محمد نبی امی (اَن پڑھ) ہیں اور کفار کا اس دعوی کو خاموشی کے ساتھ سننا اور اس پر جرح نکرنا، اس امر کی بین دلیل ہے کہ کفار عرب پر آپ کا امی ہونا خوب روشن تھا اور ایسا روشن تھا کہ باوجود عداوت اور تکذیب کی کوششوں کے اس امر سے انکار کرنے اور آپ کو جھٹلانے کی جرأت نہ کر سکے۔

پانچویں دلیل

مخالفین تک تسلیم کرتے ہیں کہ محمد عربی صلعم امین، دور اندیش، عقلمند اور بڑے مدبر انسان تھے پس مدبر اور پیغمبر اسلام جیسے سمجھدار آدمی کی شان سے یہ بہت مستبعد تھا کہ پڑھے لکھے ہو کر علی الاعلان اَن پڑھ ہونیکا دعوی کرتے اور بجزو اور اپنے نبی ہونیکے ثبوت میں قرآن کو کلام الٰہی کہکر پیش کرتے۔ اور اس بات کو ضرور سمجھتے کہ میں پڑھا لکھا ہو کر اگر امی ہونیکا دعوی اور قرآن کو کلام الٰہی کہکر [illegible] کے ثبوت میں پیش کروں گا تو اہل عرب [illegible] اس کی تکذیب کر بیٹھیں گے جو ایک لاجواب اعتراض اور میری سخت رسوائی کا موجب ہوگا بلکہ بجائے اس کے کہ نبوت ثابت ہو تمام پاکبازیوں اور دیانت پر پانی پھر جائے گا۔ اور میرا دعوی خود ہی اپنے باطل ہونیکا ثبوت رہ جائے گا یہ ایک بہت موٹی بات ہے جو عامی سے عامی آدمی بھی نہیں کر سکتا محمد عربی صلعم جیسے حکیم کی شان تو بہت ارفع و اعلی ہے۔

چھٹویں دلیل

کھلی بات ہے کہ ہر شخص کے حالات سے عقلی واقفیت اُس کے گھر

قبیلہ۔ برادری گاؤں اور اپنے ملکی لوگوں کو ہو سکتی ہے دوسروں کو ہرگز نہیں ہو سکتی تو اگر جناب رسول خدا تعلیم یافتہ ہوتے تو سب سے پہلے خود کفار عرب اور آپ کے قبیلہ والے آیت وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ وغیرہ پر نہ اٹھنے والا اعتراض کرتے کہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود یہ امیت کا انوکھا دعویٰ کیا؟ اور امیوں کے مقابلہ میں ایک سچے تعلیم یافتہ کا دعوائے فصاحت و بلاغت کرنا کوئی حیرت انگیز بات ہے جو دلیل معجزہ و نبوت ہو سکے۔

حالانکہ پیغمبر اسلام کی امیت کے خلاف ایک لفظ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا

اعتراض

اگر معترض پھر بھی یہ شبہ پیش کرے کہ قرآن و حدیث تو رسول اسلام کی امیت ثابت کرنے کے لئے غیر معتبر ہے رہیں تواریخ تو ان کو بھی مسلمانوں نے مرتب کیا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر محمد رسول اللہ صلعم امی نہیں تھے بلکہ پڑھے لکھے تھے تو غیر، قرآن نے تو غلط کہا اور مسلمانوں نے قرآن کو منجانب اللہ اور کلام باری ثابت کرنے کیلئے اپنے پیغمبر کو امی محض لکھ دیا مگر یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کو کیا ہوا تھا کہ باوصف اتنی سخت مخالفت اور تکذیب رسالت کے اپنے مکتوبات میں اس کے متعلق ایک حرف نہ لکھا اگر رسول خدا امی نہ ہوتے تو یہ مخالفین تو ضرور لکھتے کہ قرآن حدیث اور مسلمان سب جھوٹے ہیں اور محمد (صلعم) ہرگز امی نہیں ہیں بلکہ انہوں نے فلاں فلاں اہل علم سے علم حاصل کیا۔ حالانکہ قرآن کے اس دعوے کے خلاف گروہ مخالفین کا ایک لفظ ایک حرف بھی نہیں ملتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ کفار عرب نے پیغمبر اسلام کے امی ہونے کی تکذیب کی مگر وہ تکذیب زبانوں ہی پر رہی ضبط تحریر نہیں ہوئی یا نہیں لائی گئی تو ؟

اولاً - تو یہ اعتراض اپنی کمزوری سے خود اپنا جواب ہے -

دوسرے - یہ کہ جب کفار عرب نے پیغمبر کی امیت کے متعلق زبان ہی سے سب کچھ کہا اور لکھا کچھ نہیں تو اب معترض کس منہ سے اور کس دلیل و سند سے آپ کے امی ہونے کا انکار کرتا ہے اور اس کے پاس اس امر کا بھی کیا ثبوت ہے کہ کفار عرب نے زبان ہی سے آپ کے امی ہونے کی تکذیب کی -

تیسرے - یہ کہ یہ ایک عظیم الشان واقعہ تھا کہ پیغمبر اسلام نے تعلیم یافتہ ہو کر ان پڑھ ہونے کا ادعا کیا اور اپنے نبی ہونے کی دلیل میں قرآن کو کلام الٰہی گردان کر سامنے کیا کہ اگر اس کے کلام اللہ ہونے میں شبہ ہو تو دنیا بھر کے جن و انس ملکر متفقہ کوشش سے ایسی فصیح و بلیغ ایک سورت ہی بنا دیں -

ایسے عظیم الشان دعوے پر تمام عرب میں ہل کا پڑنا اور صرف زبانوں ہی پر خلاف واقعہ دعوے کا رہنا اور کفار عرب کا رسول کی تکذیب میں کوئی نوشتہ نہ رکھنا جس سے کبھی ان کے صدق نبوت میں کوئی شبہ کر سکے کوئی سمجھ میں آنیوالی [illegible] ہے اور یہ ایک ایسا دعوی ہے جس کو مجنون و مجذوب کے سوا کوئی سمجھدار باور نہیں کر سکتا بلکہ جس شخص میں ذرا بھی عقل ہو وہ خصم کے اتنے ہی بیان کو ہمارے دعوی امیت کی کافی دلیل تسلیم کرے گا -

ساتویں دلیل

ملوک عرب قبل الاسلام کی مفصل تاریخ موجود ہے۔ شعرائے جاہلیت کی سوانح عمریاں* مشتہر ہیں جو حکما و مشاہیر رسول خدا صلعم سے سیکڑوں ہزاروں برس پہلے گذرے ان کے حالات میں چھان بان کر کے کتابیں لکھی گئیں پھر رسول اللہ صلعم کے تعلیم یافتہ ہونیکے متعلق مواد کا نہ ملنا، اس کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔

جب عرب میں لکھنے والے موجود تھے اور دشمنان اسلام، اس بات کے دل سے خواہاں تھے کہ پیغمبر کو جھوٹا ثابت کریں اور ان کو پنپنے نہ دیں یا کم از کم جھوٹ سچ باتیں کہکر ذلیل و رسوا ہی کر دیں، تو آپ کو غیر امی و خواندہ لکھنے سے انہیں کونسا امر مزاحم ہو سکتا تھا اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا امی اور نا تعلیم یافتہ ہونا ایسا روشن اور بدیہی امر تھا کہ کفار عرب کی اتنی سخت عداوت بھی اس کے جھٹلانے کی جرأت نہ کر سکی۔

آٹھویں دلیل

جناب رسولخدا صلعم عرب میں ایسے وقت پیدا ہوئے جب شائستگی نام کو نہ تھی ہر طرف جہالت کی گرم بازاری تھی اور تمام ملک عرب میں ناقابل بیان تاریکی چھائی ہوئی تھی جس سے تاریخ کی کتابیں لبریز ہیں جب ملک میں علم و فن کا چرچا ہی نہیں تھا اور سب امی صفت تھے اور حضرت سرور کائنات سوا، چند روزہ تجارت کے کبھی اپنے وطن سے باہر تشریف ہی نہیں لے گئے تو آپ کا تعلیم پانا کیونکر

---

* حال ہی میں ایک کتاب "روضۃ الادب فی طبقات شعراء العرب" مولفہ علامہ اسکندر آغا البکاریوس مسیحی بیروت سے شایع ہوئی ہے جو اس خصوص میں نہایت معتبر ہے۔

قیاس میں آسکتا ہے؟ تعلیم تو ایسی چیز نہیں ہے جو اپنی قوم اور اپنے خاندان سے چھپی رہے اور پھر تعلیم بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی جو قرآن جیسی کتاب دنیا کی رہنمائی کے لئے دنیا کے سامنے رکھدے اور دعویٰ یہ کرے کہ دنیا کی کوئی طاقت ایسی جامع اوصاف و بہترین کتاب نہیں بنا سکتی۔

نویں دلیل

قرآن مجید نے صراحت کر دی اور حدیث ناطق ہے کہ محمد عربی علیہ السلام امی محض تھے۔ تاریخ اس تصریح کی ہمزبان ہے عہد رسالت کے سخت ترین کفار و مشرکین کا اپنی تحریرات میں آپ کو تعلیم یافتہ یا خواندہ نہ لکھنا اس امر کی بین دلیل ہے کہ آپ ناخواندہ ہی تھے اور آپ کا ناخواندہ ہونا کفار و مشرکین پر ایسے بدیہی طور پر روشن تھا کہ وہ بدیہی امر سمجھکر آپ کی امیت کی تکذیب نہ کر سکے پھر دلائل عقلیہ بھی آپ کے امی محض ہونے پر ہی قایم ہیں۔

تاریخی روایتیں ہم نے قصداً اس لئے نظر انداز کر دیں کہ مسلمان مورخین کی روایتوں کو مخالفین اسلام قبول نہیں کریں گے۔ اگرچہ ایسی حالت میں کہ خود ان کے پاس رسول کے امی ہونیکے خلاف میں کوئی تاریخی وثیقہ موجود نہیں ہے ہماری روایتوں کو جھٹلانا بڑی ہٹ دھرمی ہے۔

دلیل ہمیشہ وجود شئی پر ہوا کرتی ہے۔ منع کیلئے دلیل ضروری نہیں ہے پس جب تک وجود شئی پر دلیل مذکور ہے نقیض ثابت ہے ہم کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام پڑھے لکھے نہیں تھے مخالفین اسلام دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ تھے۔ اب دلیل کا لانا مخالفین کے ذمہ ضروری ہے

اور جب تک وہ اپنے اس دعوے پر صحیح دلیل پیش نہ کریں، ہمارا انکار باطل نہیں ہو سکتا درحالیکہ ہم اپنے انکار پر عمدہ شواہد اور مضبوط اسناد بھی رکھتے ہیں۔

عرب کے کفار اور مشرکین اور علمائے اہل کتاب کہ آپ کے تعلیم یافتہ ہونے کے متعلق کچھ نہ لکھنا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ لوگ آپ کو امی محض تسلیم کرتے تھے۔

علمائے یورپ عموماً آپ کو امی محض نا تعلیم یافتہ ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض مستند اور محققین علمائے یورپ کے اقوال کو ہم اپنی سند میں پیش کرتے ہیں جو مخالفین پر ہماری عمدہ دلیل اور قوی حجت ہے

(۱)

ڈاکٹر گستاولی بان۔ فرانس کا مشہور مورخ اور مستند محقق[ع] لکھتا ہے

"اس پیغمبر اسلام۔ اس **نبی امی** کی بھی ایک حیرت انگیز سرگزشت"
"ہے جس کی آواز نے ایک قوم نابکار کو جو اسوقت تک کسی ملک گیر"
"کے زیر حکومت نہیں آئی تھی۔ رام کیا اور اس درجہ پر پہنچایا کہ اس نے"
عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر و زبر کر دیا"

اس جملہ میں نبی امی کے الفاظ ہمارے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں یہی ڈاکٹر پھر آگے چلکر اور زیادہ صاف الفاظ میں[ع] لکھتا ہے۔

"کہتے ہیں کہ آپ نبی امی تھے اور یہ قرین قیاس بھی ہے کیونکہ"

ع کتاب تمدن عرب (مترجمہ مولوی سید علی بلگرامی) صفحہ ۴۔ ع تمدن عرب صفحہ ۱۰۳

"(۱) اگر آپ عالم ہوتے تو شاید قرآن میں مضامین کا سلسلہ"
کسی قدر بہتر ہوتا۔
"(۲) اس کے ساتھ ہی یہ بھی نہایت قرین قیاس ہے کہ اگر آپ"
"ایک شخص فاضل ہوتے تو نئے مذہب کی اشاعت نہ کر سکتے"
"کیونکہ ان پڑھ" ہی کچھ ان پڑھوں کی ضرورتوں کو زیادہ"
"جانتے ہیں اور انہیں راہ پر لا سکتے ہیں۔ امی ہوں یا"
"غیر امی حضرت میں اعلیٰ درجہ کی عقلمندی تھی جو ہمیں حضرت سلیمان کی"
"اس فہم و ادراک کو یاد دلاتی ہے جس کا ذکر کتب یہود میں ہے"

ڈاکٹر ٹی بان نے مضامین قرآن کی ترتیب پر جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب ہم انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور ثبوت میں دیں گے اور ثابت کر دیں گے کہ جس بے ترتیبی کو ڈاکٹر صاحب محل طعن خیال کرتے ہیں وہی قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے۔

جناب رسول خدا کے امی ہونے پر ڈاکٹر صاحب نے جو دوسری دلیل قرین قیاس بتائی ہے وہ بلاشبہ عجیب دلیل ہے مخالفین اسلام کو اس پر غور کرنا چاہیئے بہرکیف ان عبارات سے ہمارا اتنا مدعا ثابت ہو گیا کہ ڈاکٹر ٹی بان بھی ہمارے پیغمبر اسلام کو امی اور بڑا عاقل تسلیم کرتے ہیں۔

(۲)

اگرچہ محمد کی طبیعت[1] میں ہر شے کی تہ کو پہنچ جانیکا ایک قدرتی وصف تھا مگر تعلیم اس کی بہت ناقص تھی اور اس میں بھی شبہہ ہے کہ وہ پڑھ لکھ بھی سکتا تھا یا نہیں؟ بلکہ زبان عربی کے قواعد نظم و قوافی سے وہ اس قدر ناواقف تھا کہ ایک شعر بھی بغیر کچھ نہ کچھ غلطی کے نہیں لکھ سکتا تھا۔

(۳)

ریورنڈ جان فنڈر صاحب نے کھلے الفاظ میں تصریح کی ہے کہ محمدؐ[2] تورات و انجیل نہیں پڑھے ہے تھے۔

(۴)

Mohammad was an illiterate barbarian his youth had never been instructed in the arts of reading and writing.	مشہور محقق علامہ گبن[3] آنحضرتؐ کی تعلیم کے متعلق یوں رقمطراز ہے کہ "محمدؐ ایک مطلق ناخواندہ وحشی تھا اس نے جوانی میں لکھنے پڑھنے کے فنون کو مطلق نہیں سیکھا تھا ناظرین "جوانی" کے لفظ سے یہ دھوکا نہ کھائیں کہ آنحضرتؐ نے جوانی کے بعد بڑھاپے میں علم حاصل کیا ہوگا اور نہ گبن صاحب کا یہ مطلب ہے موصوف نے

[1] انسائکلوپیڈیا برٹانیکا۔ [2] کتاب میزان الحق باب سوم [3] تاریخ زوال سلطنت روم ص۲۷

جوانی کا لفظ صرف اس لئے لکھا ہے کہ جوانی ہی تعلیم کا زمانہ ہے بڑھاپے میں نئے سرے سے نہ کوئی پڑھتا نہ پڑھ سکتا ہے اور ہمارے رسول مقبول کے حالات سے جو شخص کچھ بھی واقف ہے وہ جانتا ہے کہ آپ کو جوانی کے بعد تعلیم کا موقع ہی نہیں ملا اور چالیس برس کی عمر میں تو نزول قرآن شروع ہو گیا آپ کی جوانی آپ کیلئے امن کا زمانہ تھا اور وہی وقت آپ کو تعلیم حاصل کر سکنے کا تھا اس کے بعد تو آپ کو چین سے بیٹھنا محال ہو گیا علم کا حاصل کرنا تو بڑی بات تھی۔

(۵)

علامہ تھامس کارلائل ایک مشہور یورپین مورخ اور نہایت درجہ کا منصف ہے۔ محمد علیہ التحیۃ والثنا کی نبوت اور آپ کے سچے مذاہب اسلام کی تکذیب میں اس نے کوئی بات اٹھا نہیں رکھی ہے یہانتک کہ آخر مسیحی تعصب کے جوش میں آکر آپے سے باہر ہو گیا اور مذہب اسلام کے بارہ میں صاف صاف لکھدیا کہ اس محمد کا مذہب حماقتوں اور جھوٹی باتوں کا مجموعہ ہے۔*

(History of the decline and fall of the Roman Empire) by Edward Gibbon Page 220 Vol II His religion is a mere mass of quackery & fatuity. In other circumstances we must not forget that he had no school learning at all. The art of writing was but just introduced into Arabia it seems to be the true opinion That Mohamed

* کتاب ہیرو ورشپ صفحہ ۱۲۴ علامہ کارلائل

پھر آگے چلکر پیغمبر اسلام کی تعلیم کے متعلق یوں زہر اگلتا ہے کہ :-

بہرحالت[1] ہم کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اس (محمدؐ) نے بطور کوئی مدرسہ کی تعلیم نہیں پائی تھی جن کتابات ملک عرب میں تھیں اسی وقت لایا گیا تھا۔ بلاشبہ یہ صحیح رائے ہے کہ محمدؐ ہرگز لکھ نہیں سکتا تھا صحرا کی زندگی اور صحرا کی تجربے اس کی ساری تعلیم تھی (اس کے سوا اس کو کچھ نہیں آتا تھا۔ فقط

اعدد شو وسبب خیر گر خداخواہد جناب کارلائل صاحب نے تو پیغمبر اسلام کو ناتعلیم یافتہ کہکر خوب دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں اور اس ناخواندگی کو سخت ترین معائب میں داخل کیا ہے اور اسی امر کو دلیل ناشائستگی اور عدم نبوت کی قرار دی ہے لیکن انہیں معلوم نہیں کہ امی ہونا تمام عالم کے انسان کے لئے عیب اور پیغمبر اسلام کیلئے اعلیٰ درجہ کا کمال ہو گیا ہے چنانچہ اسی کمال کے اظہار کے لئے میور صاحب جیسے بعض متعصب مسیحی مورخین نے آپکو تعلیم یافتہ ثابت کرنے کی

never could write. Life in the desert with its experiences was all his education, so much and no more of it was he to know Heroes and Hero-ship and the Heroice in the History by Thomas Carlyle Page 1840

[1] ہیرو (اپنا) ہیرو اور ہیرو شپ ۱۲

کوشش کی ہے جس کی بحث اختیار اللہ تعالیٰ عنقریب آتی ہے۔

بہرکیف اس مقام پر ہمارا مقصود صرف اتنا ہی ثابت کرنا تھا کہ پیغمبر اسلام امی محض تھے نہ آپ کو پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا آتا تھا اور اس مدعا کے علاوہ عقلی دلائل کے خود دشمنان اسلام کی زبان سے بھی ہم نے اپنے دعوے کو ثابت کر دکھایا۔

ان علمائے مورخین کے علاوہ علامہ ڈیون پورٹ علامہ باسورتھ اور علامہ ریورنڈ راڈویل نے اپنی اپنی کتابوں اور دیباچہ ترجمہ قرآن مجید میں پیغمبر اسلام کے امی ہونے کی صراحت کی ہے۔ یہ سب کتابیں مطبوع و مشتہر ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لے ہم نے جتنے اقاویل نقل کر دیے ہیں وہ ہمارے سند کے لئے کافی ہیں۔

دسویں دلیل

مخالفان اسلام خصوصاً متعصب علمائے یورپ اور پادریوں نے نہایت سر توڑ کوششیں کیں کہ محمد عربی کا تعلیم یافتہ ہونا ثابت کریں مگر جب کہیں سے کوئی

راہ نہ ملی۔ تاریخی اوراق میں کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی دستیاب نہیں ہوئی اور اپنی تمام ایڑی چوٹی کا زور لگا کر تھک گئے تو مجبور ہو کر اور آنکھوں پر تعصب و بے انصافی کی دوہری پٹیاں باندھ کر مسلمانوں ہی کے علم حدیث و روایت کی طرف متوجہ ہوئے۔ کہیں تو بے سروپا روایتوں کو اپنا ثبوت بنایا کہیں صحیح روایتوں میں لفظی یا معنوی تحریف کر دی پھر ان ناحق کوششوں پر بھی جو کچھ کامیابی ان کو نصیب ہوئی وہ ہمارے ذیل کے بیانات مدلہ سے ناظرین پر روشن ہو جائے گا۔

پہلا واہمہ

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب جرمنی اپنی مشہور تصنیف "الف آف محمدؐ" میں ثابت کرتے ہیں کہ محمد عربی کے دادا عبد المطلب کے انتقال بعد جب آپ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آئے اور وہ بدستور سابق تجارت کی غرض سے شام کو جانے لگے تو محمدؐ کو بھی جن کی عمر اسوقت بارہ برس کی تھی اپنے ساتھ لے گئے جب ابو طالب شام کے ایک قصبہ بصریٰ میں پہونچے تو یہاں ایک صومعہ میں بحیرہ نامی مسیحی راہب سے ملاقات ہوئی جو توریت و انجیل کا بڑا عالم تھا۔ ابو طالب چند مہینے[1] یہاں مقیم رہے اور اس مدت میں پیغمبر اسلام اس سے توریت پڑھتے رہے پھر جب واپس ہونے لگے تو راہب کو پیغمبر کے ساتھ مکہ کو روانہ کیا اور آپ نے اس سے تمام کمال علم حاصل کیا۔

---

[1] جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ ۔ یعنی چند مہینے Several months

اسی کے قریب قریب ڈاکٹر گستاولی بان نے بھی ایک روایت لکھی ہے[1] کہ

روایت ہے کہ حضرت کے چچا آپ کو ایک مرتبہ اپنے ہمراہ شام کے سفر میں لے گئے اور حضرت بُصریٰ کے ایک نصرانی خانقاہ میں ایک راہب سے ملے جس نے آپ کو تورات کی تعلیم دی،،

ہم اس سے پہلے کے صفحات میں ڈاکٹر لی بان کے قول کو نقل کر چکے ہیں جس میں انھوں نے کافی طور پر صراحت کی ہے پیغمبر اسلام امی و ناتعلیم یافتہ تھے اور صرف صراحت ہی نہیں بلکہ اسپر دلیل بھی قایم کی ہے۔ اس کلام میں لفظ روایت ہے نہ ہوتا تو ہم ان دونوں متضاد و متناقض بیانات کو ایک جگہ لکھکر ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں کچھ عرض کرنے پر مجبور ہو جاتے لیکن، روایت ہے کے لفظ نے بھرم رکھ لیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر موصوف نے صرف ایک روایت کو نقل کر دیا ہے۔ نہ ان کے نزدیک یہ روایت معتبر ہے نہ خود ان کا یہ مسلک ہے۔ جیسا کہ آپ انھوں نے آگے چلکر صراحت کر دی ہے اور جس کو ہم نے کسی گذشتہ صفحہ میں نقل بھی کر دیا ہے۔

البتہ ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کی تحریر میں چار امور غور طلب اور قابل تنقیح و بحث ہیں۔

(۱) بُصریٰ میں پیغمبر اسلام کا ابوطالب کے ساتھ چند مہینے قیام کرنا۔

(۲) اس مدت قیام میں بحیرا راہب سے توریت پڑھنا۔

(۳) ابوطالب کا بحیرا کو آپ کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ کرنا۔

(۴) مکہ معظمہ میں آپ کا بحیرا سے تعلیم پانا۔

---

[1] تمدن عرب مترجمہ مولوی سید علی بلگرامی صفحہ ۹۱

ان امور پر بحث کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم کے اس سفر شام کا اتنا حال جو تمام مورخین کے نزدیک مسلم ہے ملخصاً بیان کر دیں

پیغمبر اسلام علیہ التحیتہ والسلام کل بارہ برس[1] کے تھے کہ ابوطالب آپ کو ساتھ لیکر تجارت کی غرض سے شام کی طرف گئے اور شام کے ایک شہر بصریٰ میں پہونچکر بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی۔ یہ بحیرہ، ایک نصرانی مسیحی عالم تھا توریت و انجیل اور زبان عربی کا بڑا فاضل۔ نہایت متورع، عابد و زاہد، اور راہب عزلت گزین تھا۔ شہر بصریٰ کے قریب ایک صومعہ میں دن رات عبادت کیا کرتا تھا۔

جب ابوطالب کے ساتھ پیغمبر اسلام یہاں وارد ہوئے اور اس نے چند عجیب و غریب کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کو بحیرہ نے اپنی آنکھوں دیکھا پھر خاص کر آپ سے ملاقات کی۔ آپ کے اخلاق، اوصاف اور بشرے پر غور کیا۔ باتیں سنیں۔ جمال ظاہری اور کمال باطنی کو ماوق العادت پایا تو حیران رہ گیا اور پھر بہت محظوظ و مسرور ہو کر ابوطالب سے کہا کہ تمہارے آپ کے اس بھتیجے کے اوصاف عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں اور مجھکو یقین ہے کہ یہ وہی شخص مبشر ہے جسکی نسبت توریت و انجیل اور صحف انبیاء میں پیشینگوئی کی گئی ہے۔ اس میں تمام آثار نبوت کے پائے جاتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ عنقریب خلعت نبوت سے سرفراز فرمائے گا اس پر نبوت ختم ہو جائیگی اور اسکی مکمل شریعت کل شرائع سابقہ کو منسوخ و ناقابل کر دے گی۔ لہذا آپ اس کو آگے کہیں شام میں نہ لے جائیے کیونکہ یہود وغیرہ اس کے دشمن ہیں وہ ایذا پہونچانا چاہیں گے بہتر ہے کہ آپ یہیں سے مکہ کو واپس چلے جائیے

[1] سر ولیم میور نے بھی چارہ کار نہ دیکھکر اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں تسلیم کیا ہے کہ اس سفر کے وقت آپ بارہ ہی برس کے تھے۔

ابو طالب کو بھی راہب کی بات پسند آگئی جلد جلد سامان تجارت کو فروخت کیا جو کچھ خریدنا تھا خرید لیا۔ بحیرہ راہب نے مہمانی کے بعد اشتہ ساتھ کیا اور ابو طالب پیغمبر کو ساتھ لیکر جلد مکہ معظمہ کو واپس ہو گئے اس کے بعد پھر کسی سفر میں آپ کو ساتھ نہیں لے گئے اور جب تک زندہ رہے بحیرہ کی وصیت کے مطابق آپ کی حفاظت و نگرانی کرتے رہے۔

اس مبارک قافلہ کی روانگی کے بعد زیریا تمام اور ادریس وغیرہ چند اہل کتاب جنھوں نے بحیرہ کی طرح پیغمبر اسلام کے خلاف عادت عجیب امور دیکھے اور سنے تھے بحیرہ کے پاس آپ کو ڈھونڈتے ہوئے پہونچے بحیرہ نے کہا کہ توریت و صحف انبیاء میں ایک خاتم الانبیاء کی بشارت دی گئی ہے اور جو صفتیں اس کی بیان کی گئی ہیں وہ اس آنیوالے نبی میں موجود ہیں تم اس کے پیچھے نہ پڑو۔ شاید کہ یہ وہی شخص ہو یہ سنکر وہ سب لوگ بحیرہ سے رخصت ہو کر چلے گئے یہ واقعہ ابن اسحاق اور ابن ہشام وغیرہ معتبر و مستند کتب سیر میں موجود و مصرح ہے اس تلخیص کے بعد اب ہم ڈاکٹر اسپرنگر صاحب کے چاروں امور کی تنقیح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

(۱)

ڈاکٹر صاحب ممدوح لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام اپنے چچا ابو طالب کیساتھ بصرہ میں چند مہینے (Several months) مقیم رہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ پیغمبر اسلام کا چند مہینے بصری میں قیام کرنا کس تاریخ یا کس نوشتہ میں ہے اور ڈاکٹر صاحب نے اس مضمون کو کہاں سے لیا اسلامی و غیر اسلامی کسی معتبر تاریخ میں تو اس مدت کا پتہ نہیں ہے۔

واقعات سے تو اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ آپ نے زیادہ سے زیادہ بصریٰ میں ایک مہینہ قیام کیا ہو۔ اس لئے کہ بصریٰ پہونچتے ہی بحیرہ راہب سے ملاقات ہوئی ملاقات کے بعد ہی راہب نے ابو طالب کو محمد مصطفےٰ کی حفاظت اور مکہ کو واپس جانے کی ہدایت دی اور جیسا کہ ابن ہشام لکھتا ہے۔

فخرج به عمه ابو طالب سريعا حتى قدم مكة حين فرغ من تجارته۔	پیغمبر خدا کے چچا ابو طالب اپنی تجارت سے فارغ ہوتے ہی آپ کو لیکر جلدی چل کھڑے ہوئے یہانتک کہ آپ کو مکہ پہنچا دیا۔

اور ظاہر ہے کہ جب آنحضرت کو مکہ میں جلد پہنچا دینا منظور تھا تو چند مہینوں کے قیام کا کیا کام تھا؟ پس اتنی قلیل مدت جو کاروبار کے جلد ختم کرنے اور مشقت اور وطن کو جلدی پہونچنے کی دُھن میں صرف ہوتی ہو ادنیٰ درجہ کی تعلیم کے لئے بھی کافی نہیں ہے نہ کہ ایسی تعلیم جو قرآن جیسی کتاب تصنیف کرا دے۔

(۲)

اتنی مدت قیام میں توریت کا پڑھنا۔

ڈاکٹر اسپرنگر اور علامہ سر ولیم میور کا یہ دعویٰ کہ سفر شام جیسی قلیل مدت میں جناب رسول خدا صلعم نے بحیرہ راہب سے توریت شریف پڑھ لی بالکل غیر صحیح ہے اور کسی سمجھدار کو ایسی بھونڈی بات کہنی لائق نہیں ہے۔

اولاً:- اسوجہ سے کہ یہ خود ایک بے سند بات ہے جسکی بنا محض واہمہ اور قیاس فاسد ہے۔ فقط ملاقات کا ہونا دلیل نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ نے تعلیم بھی پائی ہو جب تک کوئی صاف وصریح روایت نہ ہو اتنا بڑا دعویٰ کہ پیغمبر اسلام

نے بحیرا راہب سے تورات پڑھی اور دلیل میں صرف ملاقات کو پیش کرنا اسقدر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

ثانیاً۔ اسوجہ سے کہ توریت عربی زبان میں تھی اور آنحضرتؐ عربی سے محض نا واقف تھے۔ جیسا کہ مورخین اور علماء یورپ کو بھی تسلیم ہے اگر یہ کہا جائے کہ اتنی ہی مدت اور حالت سفر میں جب کہ وطن کو جلدی پہونچنے کی دُھن بھی تھی، پیغمبر خدا نے عربی زبان سیکھی اور سیکھنے کے بعد توریت پڑھی تو اچھا لیکن کیا کوئی ذی فہم ایسی لاطائل بات کہنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ اور اگر اس کہنے کی جرأت کرے تو کوئی سمجھدار باور کر سکتا ہے۔

اگر معترض کہے کہ توریت عربی میں نہ تھی عربی میں پڑھی ہوگی تو یہ بھی خلاف مسلمات ہے کیونکہ تواریخ اور علماء یورپ کے بیانات سے بخوبی ثابت ہے کہ عہد رسول اللہ صلعم تک توریت و انجیل کا ترجمہ عربی میں نہیں ہوا تھا چنانچہ علامہ ریورنڈ راڈویل صاحب اپنے ترجمہ قرآن مجید کے دیباچہ میں صاف صاف لکھتے ہیں کہ :-

ہمارے پاس اس امر کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ ہماری کتب مقدسہ کبھی محمدؐ کو دستیاب ہوگئی ہوں گو یہ صرف ممکن ہے کہ عہد عتیق یا عہد جدید کے ٹکڑے خدیجہ یا ورقہ یا مکہ کے اور عیسائیوں کے ذریعہ جن کے پاس ہماری مقدس کتاب کے قلمی نسخے موجود ہوں گے ان (محمدؐ) کے پاس

پہنچ گئے ہوں اور یہ امر بھی ذہن نشین
کرنے کے قابل ہے کہ ہم کو کوئی صاف
سراغ اس امر کا نہیں ملتا کہ کوئی عربی
ترجمہ عہد عتیق یا عہد جدید کا محمدؐ کے
زمانہ سے پہلے موجود تھا۔
علامہ کارلائل جیسا متعصب عیسائی
اپنی مشہور کتاب میں لکھتا ہے ؎
میں نہیں سمجھتا کہ اس نسطوریہ راہب
(بحیرا) کی نسبت کیا کہوں ؟ جس کے
پاس ابو طالب اور اُس (محمدؐ) کا ٹھیرنا
بیان کیا جاتا ہے۔ کوئی درویش محمدؐ
ایسے نوخیز کو کیا سکھا سکتا تھا فالباً
اس نسطوریہ راہب کے متعلق بہت
مبالغہ سے کام لیا گیا ہے (کیونکہ)
محمدؐ صرف چودہ برس کے تھے
اور سوائے اپنی زبان (عربی) کے
کچھ نہیں جانتے تھے وہ شام میں
صرف ایک ناسمجھ اجنبی کی حیثیت
رکھتے تھے۔ ۱۲

I know not what to
make of that Sergius
the Nestorian Monk
whom Abu Talib and
he are said to have
lodged with, or
how much any
Monk could have
taught one still
so young. Probably
it is greatly exaggerated
this of the Nestorian
Monk. Mohammed
was a lusty fourteen
had no language
but his own much
in Syria must have
been a strange unin
telligeable. *

؎ بیوز اینڈ بیرو ورشپ ۱۲۰ حاشیہ پر ہم نے کتاب مذکور کی انگریزی عبارت بھی بلفظہ نقل کر دی ہے ۱۲

* From Heroes, Hero worship & the
Heroic in the History by Thomas Carlyle

علامہ کارلائل نے اس مقام پر تین باتوں کی صراحت کی ہے جن میں ایک غلط اور دو صحیح ہیں۔

اول :- یہ کہ آنحضرت عربی کے سوا، جو ان کی مادری زبان تھی دوسری کوئی زبان نہیں جانتے تھے۔ اور یہ توریت نہ پڑھنے کی ایک زبردست شد ہے کیونکہ جب تک زبان نہ معلوم ہو اس زبان کی کوئی کتاب نہیں پڑھی جا سکتی۔

دوسرے :- یہ کہ آپ نے بحیرا راہب سے کچھ سیکھا پڑھا نہیں۔

تیسرے :- علامہ کارلائل نے یہ بیان کیا کہ اسوقت آپ کی عمر چودہ سال کی تھی حالانکہ تاریخی شہادتیں اس کو غلط ثابت کرتی ہیں طبقات[1] ابن سعد اور خصائص[2] الکبریٰ میں جو صحیح روایت کی گئی ہے اس میں صاف ہے کہ سفر شام کیوقت رسولخدا کل بارہ برس کے تھے اور یہ ایسی صحیح تاریخی روایت ہے کہ سر ولیم میور نے بھی اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں اس کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیا ہے اور اسی کو ڈاکٹر اسپرنگر نے اپنی لائف آف محمد میں اختیار کیا ہے بہرکیف شام کے سفر کے وقت آپ بارہ برس کے رہے ہوں یا چودہ برس کے بحیرا راہب سے آپ کا توریت پڑھنا کسی تاریخی روایت سے ثابت ہے نہ عقل اس کو باور کرتی جیسا کہ یورپ کے علمائے محققین کا خیال بھی ہے۔

تالثاً :- اسوجہ سے کہ بقول اسپرنگر صاحب اگر آنحضرت کا بصریٰ میں چند مہینے قیام کرنا مان بھی لیا جائے تو اتنی قلیل مدت ایسی اعلیٰ تعلیم کے لئے

---

[1] مطبوعہ لندن جرمن صفحہ ۶۷ - جلد اول -

[2] مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن صفحہ ۸۵ -

جو دنیا بھر کی ہدایت اور اصلاح معاش و معاد کیلئے قرآن جیسی کتاب تصنیف کر سکے، ہرگز کافی نہیں ہو سکتی۔

رابعاً۔ اسوجہ سے کہ یہ ایک دعویٰ ہے کہ آنحضرت نے بصریٰ میں بحیرا راہب سے توریت پڑھی اور ہم اہل اسلام اس سے منکر ہیں پس جب تک ڈاکٹر اسپرنگر اور ان کے ہم خیال اپنے دعوے پر کوئی بینہ پیش نہ کریں اور کوئی صاف روایت گو وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اس مضمون کی نہ دکھلا دیں کہ آنحضرت نے راہب سے توریت پڑھی مسلمانوں کا انکار حق بجانب ہوگا اور مسیحیوں کا دعویٰ بلا دلیل غیر مستند۔

(۳)

بحیرا راہب کا پیغمبر اسلام کے ہمراہ مکہ معظمہ کو جانا۔

(۴)

مکہ معظمہ میں آنحضرت کا اس سے تعلیم حاصل کرنا۔

ڈاکٹر اسپرنگر اور ان کے دوست مسٹر ولیم میور نے اسلامی تاریخ کی جس روایت سے اپنے ان دو دعووں کو مدلل کیا ہے ہم اس کو بعینہ یہاں نقل کرتے ہیں اور من بعد جو بحث ہم کریں گے اس سے ان صاحبین کے فخریہ اور بیجا افتخار دعویٰ و دلیل کی ساری قلعی کھل گئی۔

اخبرنا محمد بن عمر[1]	خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے

[1] طبقات ابن سعد صفحہ ۔ واقدی

حدثنی محمد بن صالح وعبد اللہ بن جعفر وابراھیم بن اسمعیل ابن ابی حبیبۃ عن داؤد بن الحصین قالوا لما بلغ رسول اللہ اثنی عشر سنۃ خرج ابوطالب الی الشام فی العیر التی خرج فیھا للتجارۃ فنزلوا بالراھب بحیرا فقال یا ابیطالب فی النبی ما قال واوصاہ بحفظہ

فردہ ابوطالب معہ

الی مکۃ وشب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی طالب یحفظہ ویکلوہ من امور الجاھلیۃ

حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن صالح اور عبد اللہ بن جعفر اور ابراہیم بن اسمعیل بن ابی حبیبہ نے داؤد بن حصین سے کہ کہا انھوں نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ برس کی عمر کو پہونچے تو نکلے ابوطالب شام کی طرف اس قافلہ میں جس میں تجارت کے لئے نکلے تھے۔ اور (بصری میں) بحیرا راہب کے پاس فروکش ہوئے۔ پس کہا بحیرا راہب نے ابوطالب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جو کچھ کہ کہا اور وصیت کی ان کو کہ محمد کی نگرانی کرتے رہیں تو واپس لے گئے آنحضرت کو ابوطالب اپنے ساتھ مکہ تک اور جوان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے ساتھ اور اس لئے کہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور امور جاہلیت سے بچاتے تھے۔

اس تمام روایت میں صرف جملہ فردہ ابوطالب معہ الی مکۃ اپنے ظاہر معنی اور مدعیٰ کے ثبوت کی پہونچی ہے سو اس کے معنی یوں کہتے ہیں کہ پس واپس کیا محمد کو ابوطالب نے اس (بحیرا راہب) کے ساتھ مکہ کی طرف"

حالانکہ یہ معنی محض غلط ہیں اور اس کے صحیح معنی وہی ہیں جس کو ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے کہ" پس واپس لے گئے محمد کو ابوطالب اپنے ساتھ مکہ تک یا مکہ کی طرف"

اولاً:۔ اسوجہ سے کہ معہ کے پہلے ابوطالب اور بحیرا دو اسم ظاہر ہیں ابوطالب معہ کے متصل ہے اور بحیرا اس سے بہت دور ہے ڈاکٹر اسپرنگر صاحب اور ان کے ہم خیال معہ میں جو ضمیر واحد مذکر ہے اس کا مرجع بحیرا کو قرار دیتے ہیں یعنی ابوطالب نے محمدؐ کو بحیرا کے ساتھ مکہ واپس کیا حالانکہ یہ بالکل غلط اور اصول نحو و عربیت کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ضمیر ہمیشہ اپنے سے اقرب اسم ظاہر کی طرف پھرتی ہے جب ایک اسم ظاہر ابوطالب ضمیر معہ کے متصل ہی واقع ہے۔ اور وہ اس کا نہایت صحیح مرجع ہوتا ہے تو کیا ضرور ہے کہ ہم خواہ مخواہ بیچ میں سے کود کر بحیرا کو اس کا مرجع قرار دیں جو معہ سے بہت دور بھی واقع ہے اور اصول درایت کے لحاظ سے وہ صحیح مرجع ہو بھی نہیں سکتا۔ درایت۔ عقل۔ اصول نحو اور اصول عربیت ہر اعتبار سے معہ کا مرجع ابوطالب ہی کو قرار دینا صحیح ہے یعنی بحیرا کی باتیں سنکر ابوطالب محمدؐ کو اپنے ساتھ مکہ کی طرف واپس لے گئے نہ اس میں کوئی پیچیدگی ہے نہ فن نحو کی خلاف قاعدگی ہے بلکہ یہ نہایت صاف و سیدھا رستہ ہے۔

ثانیاً:۔ اسوجہ سے کہ ابن اسحاقؒ وغیرہ کی صحیح روایتیں بھی اسپرنگر صاحب کے اس مسلک کی تکذیب کرتی ہیں چنانچہ ابن اسحاق لکھتا ہے کہ

فخرج به عمه ابو طالب سريعا حتى اقدمه مكة	پس نکلے آپ (محمد) کے ساتھ آپ کے چچا ابوطالب جلدی سے یہانتک کہ آپ کو مکہ پہونچا دیا۔

اگر واقدی و ابن سعد رحمہما اللہ کی عبارت فَرَدَّہٗ مَعَہٗ مبہم بھی مانی جائے تو ابن اسحاق رح کی یہ روایت اس ابہام کو بالکل رفع اور واقعہ کو نہایت صاف کر دیتی ہے کہ ابو طالب نے بحیرا کو ساتھ نہیں کیا بلکہ اس کی باتیں سنکر خود اپنے بھتیجے کے ساتھ جلدی سے چل کھڑے ہوئے اور آپ کو مکہ پہونچا دیا۔

ثالثاً :- اسوجہ سے کہ عقل سلیم بھی اسی بات کو تجویز کرتی ہے کہ ابو طالب نے بحیرا کے ساتھ آپ کو روانہ نہیں کیا ہوگا۔ بلکہ خود اپنے ساتھ لے گئے ہوں گے کیونکہ ابو طالب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز رکھتے اور ان کی بہت حفاظت کرتے تھے چنانچہ اس خوف سے کہ کہیں یہود اور اہل کتاب نقصان نہ پہونچائیں آپ کو مکہ معظمہ واپس پہونچا دیا اور شام کی طرف آگے نہیں بڑھنے دیا اور جب اتنی حفاظت مدنظر تھی تو کیسے قیاس میں آسکتا ہے کہ وہ شام ہی میں رہ گئے ہوں اور آنحضرت کو جو کل بارہ برس کے تھے بحیرا ایک غیر شخص کے ساتھ مکہ واپس کر دیا ہو۔

مانا کہ بحیرا ایک مرد پرہیزگار تھا اور اسپر ابو طالب کو بھروسہ اور اعتماد بھی رہا ہوگا۔ لیکن پھر بھی غیر کفو کا، اجنبی ملک کا اور غیر مذہب کا آدمی تھا اور اس پر اتنا بھروسہ کرنا قرین عقل نہیں ہو سکتا۔ بحیرا، عیسائی مذہب کا پیشوا تھا اس نے خود ابو طالب سے کہا کہ اہل کتاب محمد صلعم کے دشمن ہیں اگر ان کو شام و روم میں لیجاؤ گے تو وہ لوگ ان کو ایذا پہونچائیں گے بلکہ قتل بھی کر ڈالیں تو ان سے دور نہیں تو باوجود اس کے کہ بحیرا نے محمد کی جان کو معرض خطر میں بتایا اور اپنے ہی مذہب کے لوگوں کو آپ کا دشمن خالص قرار دیا، کیونکر ابو طالب آپ کو تنہا بحیرا کی رفاقت میں مکہ واپس کر سکتے تھے یہ احتیاط کو بالکل خلاف اور شان دین کے بالکل منافی تھا

یہ ضرور سمجھنے اور سوچنے کی بات تھی کہ آخر بحیرا بھی عیسائی مذہب کا پابند ہے اسوقت ناصح بنا ہے شاید آئندہ اسی کی نیت بدل جائے یا کوئی حادثہ ہی ایسا پیش آجائے جس سے مجبور ہو کر وہ خود محمدؐ کو قتل کرنے پر یا قتل کرانے پر آمادہ ہو جائے تو غریب الوطنی میں کون حمایت کرنے آئے گا ؎

تو از چنگال گرگم در ربودے ۔ چہ دیدم عاقبت خود گرگ بودے

غرض یہ بالکل خلاف عقل ہے کہ ابو طالب نے محمد کو بحیرا کے ساتھ واپس کیا اور خود شام میں رہ گئے بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔

رابعاً اسوجہ سے کہ ترمذی[1] کی حدیث جسپر ڈاکٹر اسپرنگر نے بہت کچھ تکیہ کیا ہے[2]۔ وہ بھی ڈاکٹر صاحب کے دعوے کی کھلے الفاظ میں تکذیب کرتی ہے۔

حدثنا الفضل بن سھل ابو العباس الاعرج البغدادی نا عبد الرحمن بن غزوان نا یونس بن ابی اسحٰق عن ابی بکر بن ابی موسیٰ الاشعری عن ابیہ قال خرج ابو طالب الی الشام وخرج معہ النبی فی اشیاخ من قریش۔

حدیث بیان کی ہم سے فضل بن سہل ابو العباس اعرج بغدادی نے کہ خبر دی ہم کو عبد الرحمن بن غزوان نے کہا خبر دی ہم کو یونس بن ابی اسحاق نے ابو بکر بن ابو موسیٰ اشعری سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نکلے ابو طالب شام کی طرف اور نکلے ان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درحالیکہ بہت سے شیوخ قریش ساتھ تھے

[1] مطبوعہ دہلی ۱۸۷۵ء [2] مزاق ہی جلد ۲ کلکتہ سوسائٹی آف بنگال ۱۸۵۲ء جلد ۲۱۔

فلما اشرفوا علی الراهب
هبط فحلوا رحالهم فخرج
اليهم الراهب وكانوا
قبل ذالك يمرون به فلا
يخرج اليهم ولا يلتفت
قال فهم يحلون رحالهم
فجعل يتخللهم الراهب
حتى جاء فاخذ بيد رسول
الله فقال هذا سيد
العالمين يبعثه الله
رحمة للعالمين فقال له
اشياخ من قريش ما علمك
فقال انكم حين اشرفتم
من العقبة لم يبق
حجر ولا شجر الا خر ساجدا
ولا يسجدان الا لنبي
وانى اعرفه بخاتم النبوة
اسفل من غضروف
كتفه مثل التفاحة ثم رجع
فصنع لهم طعاما فلما
اتاهم به فكان هو في

توجب یہ لوگ راہب کے پاس پہونچکر نیچے
آیا وہ پھر لوگوں نے اپنے کجاووں کو کھولا پس
راہب ان کی طرف نکلا حالانکہ اس کے پہلے
جب یہ لوگ ادھر سے گذرتے تھے
تو راہب نہ تو ان کی طرف آتا تھا نہ التفات
کرتا تھا (غرض) یہ لوگ اپنے کجاووں
کو کھولتے تھے کہ راہب بیچ میں سے
آنے جانے لگا یہانتک کہ وہ (نزدیک)
آیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
ہاتھ پکڑ لیا پھر کہنے لگا کہ یہہ شخص
عالموں کا سردار ہے۔ (عنقریب) اللہ
اس کو مبعوث کرے گا درحالیکہ وہ عالمونکی
لئے رحمت ہوگا پس شیوخ قریش
نے پوچھا کہ یہہ تجھکو کیسے معلوم ہوا اس نے
کہا کہ جب تم لوگ عقبہ سے نیچے اترے
تو کوئی پتھر اور درخت ایسا نہیں تھا
جو اس کو سجدہ نہ کرتا ہو حالانکہ یہہ دونوں
سجدہ نہیں کرتے مگر نبی کو اور میں اس کو
پہچانتا ہوں اس نبی کو اس مہر نبوت سے
جو اس کے مونڈھے کے نیچے ہے مثل
سیب کے پھر راہب لوٹ گیا اور ان لوگوں

رعیة الابل فقال ارسلوا الیه
فاقبل وعلیه غمامة
تظله فلما دنا من القوم
وجدهم قد سبقوه الی
فی الشجرة فلما جلس
مال فی الشجرة علیه فقال
انظروا الی فی الشجرة
مال علیه فبینما هو قائم
علیهم وهو ینا شدهم
ان لا یذهبوا به الی
الروم فان الروم ان
راوه عرفوه بالصفة فیقتلونه
فالتفت فاذا السبعة قد
اقبلوا من الروم فاستقبلهم
فقال ما جاء بکم قالوا جئنا
ان هذا النبی خارج
فی هذا الشهر فلم یبق
طریق الا بعث الیه
باناس وانا قد اخبرنا
خبره بعثنا الی طریقک
هذا فقال هل خلفکم

کیواسطے کھانا تیار کیا تو جب کھانا ان کے
پاس لایا درانحالیکہ رسول اللہ اونٹوں کے
چرانے میں مصروف تھے تو راہب نے
کہا کہ محمد کو بلاؤ پھر آپ آئے ایسی حالت میں
کہ ابر کا ایک ٹکڑا آپ پر سایہ کئے تھا پس
جب قوم کے نزدیک آگئے تو دیکھا کہ سب
لوگ پہلے ہی درخت کے سایہ میں جا بیٹھے
ہیں پھر جب رسول اللہ بیٹھ گئے تو درخت
کا سایہ بڑھ کر آپ پر جا رہا پھر راہب نے
لوگوں سے کہا کہ دیکھو درخت کا سایہ ان
پر بڑھ گیا ہے پھر وہ ان کے بیچ میں کھڑا
ہوا تھا اور ان کو اللہ کی قسم دیکر کہہ رہا تھا
کہ محمد کو روم کی طرف نہ لیجاؤ کیونکہ رومی لوگ
اگر ان کو دیکھیں گے تو بتائی ہوئی تعریف
سے ان کو پہچان لیں گے پھر ان کو
مار ڈالیں گے پھر پھر راہب اس
درمیان میں سات آدمی آگئے جو
روم سے آئے تھے تو راہب نے آگے
بڑھکر ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو
انھوں نے کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ اس
نبی کے اس شہر میں آنیکی خبر تھی تو کوئی رستہ

احد هو خير منكم قالوا
انما اخبرنا خبر بطريقك
هذا قال افرأيتم امرا اراد
الله ان يقضيه هل
يستطيع احد من الناس
رده قالوا لا قال فبايعوه
واقاموا معه قال انشدكم
بالله ايكم رضيه قالوا ابو طالب
فلم يزل يناشده
حتى رده ابو طالب
وبعث معه ابو بكر بلالا
وزوده الراهب من
الكعك والزيت قال
هذا حديث غريب

ایسا نہیں جہاں لوگ نہ بھیجے گئے ہوں
اور ہمکو ان کی خبر دی گئی کہ وہ نبی اسی راہ
پر آئے گا راہب نے کہا کیا تمہارے
پیچھے کوئی ایسا بھی ہے جو تم سب سے
بہتر ہو انہوں نے کہا ہم کو تو خبر دی گئی
ہے کہ وہ نبی اسی سڑک سے گذریگا
تب راہب نے کہا، کیا تم سمجھتے ہو کہ
اگر اللہ کسی کام کو کرنا چاہے تو کوئی
انسان اس کو روک دینے پر قدرت
رکھتا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں۔ راہب
نے کہا تو پھر اس (محمد) کی بیعت کرو
پھر سب نے بیعت کر لی اور اقامت کی آپکے
کیساتھ اسکے بعد راہب نے پوچھا کہ میں خدا کی قسم دیکر
پوچھتا ہوں (بتاؤ) اس (یعنی محمد) کا ولی
کون ہے لوگوں نے کہا ابو طالب پھر راہب ابو طالب
سے قسم کھا کھا کر بحث ہی کرتا رہا یہانتک کہ ابو طالب
نے آپکو واپس کیا اور ابو بکر نے آپ کیساتھ بلال
کو بھیجا اور راہب نے روٹی اور زیتون کا تیل کا
ناشتہ آپ کیساتھ کیا کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث
غریب ہے۔

کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اسپرنگر صاحب اس حدیث کو جو بالکل اُن کے

دعوے کو ملیا میٹ کر دیتی ہے کیوں پیش کر رہے ہیں اور اس میں کون سی بات انھیں اپنے مطلب کے موافق معلوم ہوتی ہے بلکہ یہ حدیث بارہ وجوہ سے ان کے دعوے کو باطل کرتی ہے۔

(۱)

ایک تو جامع کتاب امام ترمذی خود اس حدیث کو حدیث غریب لکھتے ہیں شاید ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ حدیث غریب کا کیا درجہ ہے! ورنہ وہ اس کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے۔

(۲)

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جب بحیرا راہب نے ابو طالب کو ڈرایا کہ محمد (صلعم) کے شام میں لیجانے سے ان کی جان معرض خطر میں پڑ جائیگی تو وہ ڈر گئے اور آپ کو مکہ واپس کیا اور ابوبکر نے بلال کو آپ کے ساتھ روانہ کیا۔

اب دیکھو کہ ابوبکر جناب رسول خدا صلعم سے دو برس چھوٹے تھے اس سفر میں رسول اللہ خود بارہ برس کے تھے تو ابوبکر دس ہی برس کے ہوئے یہ عمر کہاں اس کام کی تھی؟ اور اس وقت بلال کہاں ان کی غلامی میں آئے تھے کیونکہ حضرت بلال اپنے اور ابوبکرؓ کے اسلام لانے کے بعد ابوبکرؓ کی غلامی میں آئے اور ابوبکر جب مسلمان ہوئے تو پورے جوان ہو چکے تھے۔

اس حدیث کے غیر معتبر ہونے کی یہ صاف دلیل ہے۔

(۳)

حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابو طالب نے پیغمبر کو مکہ واپس کیا، ابوبکر نے بلال کو آپ کے ساتھ کیا اور راہب نے آپ کو راہ کا ناشتہ دیا۔

ناشتہ کے ساتھ کرنے سے بھی صاف ظاہر ہے کہ بحیرا راہب آپ کیساتھ

نہیں گیا بلکہ جب آپ مکہ کو واپس جانے لگے تو اس نے راہ میں کہا سفر کے لیے ناشتہ ساتھ کر دیا۔

(۴)

حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابو طالب پہلی مرتبہ جب رسول اللہ کو لیکر بصریٰ میں وارد ہوئے تو بحیرا راہب تپاک سے ملا اور بہت آؤ بھگت سے پیش آیا اور اس سے پہلے بارہا ابو طالب وغیرہ کا ادھر سے گذر ہوا مگر کسی دفعہ نہ وہ متوجہ ہوا نہ بات پوچھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ بحیرا راہب کی یہ پہلی بار ملاقات ابو طالب کے ساتھ تھی اور اس سے پہلے کوئی عمدہ شناسائی نہ تھی ظاہر ہے کہ جب ابو طالب بارہا ادھر سے گذرے اور بحیرا راہب نے کبھی بات تک نہ پوچھی تو پہلی ہی ملاقات میں گو وہ کیسی ہی بے تکلفی کی ہو۔ اتنا بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا کہ ابو طالب اپنے ایسے عزیز بھتیجے کو تنہا اس کے ساتھ مکہ روانہ کرتے۔

(۵)

اس وقت یکایک میرے ذہن میں ایک اور بات آگئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری ہی جدت ہے جسکو مجھ سے پہلے کسی نے اب تک نہیں لکھا ہے یا ممکن ہے کہ لکھا ہو لیکن میری نظر سے ابتک نہیں گذرا۔

بحیرا راہب مسیحی عالم نہایت دور اندیش اور توریت و انجیل سے خوب واقف تھا جب آنحضرت بصریٰ میں وارد ہوئے اور اس نے آپ کی چند کرامتوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو پہچان گیا کہ یہ وہی شخص ہے جسکی نسبت توریت و انجیل میں پیشینگوئی کیگئی ہے کیونکہ خاتم الانبیاء کی جو صفتیں صحف انبیاء اور کتب مقدسہ میں بتائی گئی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں یہ عنقریب مبعوث ہوگا۔ اس کی ربانی آواز سے تمام کرۂ عالم گونج اٹھیگا یہ کل ادیان سابقہ کو منسوخ

وناقابل عمل کردے گا۔ اس کا دین تمام دینوں پر غالب ہوجائیگا۔ بحیرا ہزار پڑھا لکھا سہی مگر وہ ایک مسیحی شخص تھا اس کو اپنے دین کا منسوخ ومغلوب ہونا کیونکر پسند آسکتا تھا، لہذا اس نے یہ عجیب چال اختیار کی کہ ناصح بنکر ابوطالب پر اپنا اعتبار جمایا اپنے کو محمد (صلعم) کا دلی خیر خواہ ظاہر کیا تاکہ ابوطالب اپنا حرج نکر کے شام میں مصروف تجارت رہیں۔ اور مجھکو محمد (صلعم) کیساتھ مکہ روانہ کریں تو میں راستہ میں کسی طرح اس شخص کا خاتمہ ہی کر ڈالوں کہ "رہے بانس نہ بجے بانسری"

لیکن ابوطالب نہایت دور اندیش تھے۔ وہ راہب کی اس چالبازی کو سمجھ گئے کہ خیر خواہی کے پردہ میں اس کا ضرور کوئی اور منشا رہے ورنہ یہ کہاں سے بڑا ایسا خیر خواہ آیا کہ اپنے دین ومذہب کو مغلوب وباطل کرنیکیلئے محمد (صلعم) کی نگرانی وحفاظت کرے گا۔ انھوں نے خود جلدی جلدی اپنا مال تجارت اونٹ پونے کرکے کنارہ لگایا جو کچھ خریدنا تھا خرید لیا اور محمد (صلعم) کو اپنے ساتھ لیکر مکہ کو روانہ ہوگئے اور راہب اپنا سا منہ لیکر رہگیا۔

تاریخی واقعات کو دیکھتے ہوئے جب ہم اس تہ تک پہونچ جاتے ہیں تو ابوطالب تو تجربے اٹھائے ہوئے تھے واقعات عالم ان کے سامنے تھے وہ کب چپ بیٹھنے والے تھے ان کے دل میں ضرور یہ خیال گذرا ہوگا اور ایسا خیال کرنا مقتضائے وقت وعقل تھا۔ اور اس لئے انھوں نے ہرگز بحیرا جیسے شخص غیر کو آنحضرت کے ساتھ مکہ نہ روانہ کیا ہوگا۔

(۶)

حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سفر میں ابوطالب کیساتھ قریش کے اور بہت سے شیوخ بھی تھے پس اگر یہ واقعات ٹھیک ہیں اور بحیرا راہب آنحضرت کیساتھ مکہ تک گیا اور عرصہ تک رہا تو اُن شیوخ قریش نے

کیوں نہیں بیان کیا اور اگر بیان کیا تو ان بیانات کا ایک لفظ پیش کرنے سے بھی دشمنان اسلام کیوں اسقدر عاجز ہیں۔

(۷)

بحیرا راہب کا مکہ جانا اور خاص مکہ میں آنحضرت کا عرصہ تک اس سے تعلیم حاصل کرتے رہنا ایسی بات ہے جسکو عقل والا انسان کبھی باور نہیں کرسکتا۔

اولاً:۔ تو تعلیم نہ مدتوں چھپ چھپ کر ہو سکتی نہ وہ ایسی چیز ہے کہ ایک شخص پڑھ لکھکر عالم ہو جائے اور کسی کو یہاں تک کہ اس کے خاندان والوں کو بھی کانوں کان خبر نہ ہو۔

دوسرے:۔ یہ کہ بحیرا راہب ایسا کوئی عالمی شخص نہ تھا کہ وہ مکہ معظمہ میں مدتوں رہتا اور کسی کو پتہ نہ چلتا وہ مسیحیوں کا پیشوا مسیحی راہب تھا وہ اگر مکہ معظمہ میں جاتا اور آنحضرت اس سے علم حاصل کرتے تو گھر گھر یہ خبر عام ہو جاتی کہ ابوطالب کے گھر بحیرا راہب فروکش ہے اور محمد صلعم اُس سے پڑھتے ہیں اور نہ صرف مکہ و حجاز میں بلکہ تمام بلاد شام میں یہ بات زبان زد عام و خاص ہو جاتی پھر جو خبر اسقدر مشہور ہو جائے وہ اتنی مخفی نہیں رہ سکتی کہ مخالفوں کو باوجود سر توڑ کوششوں کے اس کے متعلق کمزور سے کمزور روایت کا ملنا بھی محال عقلی ہو گیا۔ اگر مسلمان مورخین نے پہلوتہی کی تو اسلام کے مخالفین کی روایتیں اور نوشتے تو ضرور ہوتے پر ہوتے۔

(۸)

ابن اسحاق کی روایت پر ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ کو بہت تکیہ ہے اور انکی روایت سے صاف صاف ڈاکٹر صاحب کے دعوے کا ابطال ہوتا ہے چنانچہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے۔

فخرج به عمه ابوطالب
سریعا حتی اقدمه
مکة حین فرغ من
تجارته بالشام فزعموا
فیما روی الناس ان
زبیرا و تماما و ادریسا
وهم نفر من اهل
الکتاب فقد کانوا
رأوا من رسول الله
مثل ما رأی بحیرا
فی ذالك السفر
الذی کان فیه مع
عمه ابی طالب فاراده
فردهم عنه بحیرا
و ذکرهم الله وما
یجدون فی الکتاب
من ذکره وصفته وانهم
ان اجمعوا لما اراده
لم یخلصوا الیه حتی
عرفوا ما قال لهم
و صدقوه بما قال

تو رسول اللہ صلعم کے ساتھ آپ کے چچا ابوطالب
جلد نکلے یہانتک کہ آپکو شام میں اپنی
تجارت سے فارغ ہونے کے بعد مکہ
پہنچا دیا۔ پس گمان کیا لوگوں نے اس چیز
میں کہ اوروں نے روایت کی کہ البتہ
زبیر اور تمام اور ادریس کہ یہ سب اہل
کتاب تھے اور البتہ دیکھتے تھے وہ
رسول اللہ سے جو کچھ کہ بحیرا نے
دیکھا اس سفر میں جس میں آپ اپنے
چچا ابوطالب کے ساتھ تھے پھر ان
اہل کتاب میں سے چند لوگوں نے آپکا ارادہ
کیا تو بحیرا نے ان سب کو رسول اللہ کے
ارادہ قتل سے باز رکھا اور انہیں
اللہ کی یاد دلائی اور کتاب میں جو کچھ
آپ کی ذکر و صفت پاتے تھے اسکو
بھی یاد دلایا اور کہا کہ جس امر کا انھوں نے
ارادہ کیا ہے اور اگر اسپر سب اکٹھے
بھی ہو جائیں تو اس رسول تک
نہیں پہونچ سکتے یہانتک کہ بحیرا کے
کہنے سے وہ سمجھ گئے — جو کچھ اس نے
کہا اور اس کے قول کی تصدیق کی۔

فترکوہ وانصرفوا عنہ۔ پھر اس کو چھوڑا اور اس کے پاس سے چلے گئے۔

ف

الفاظ روایت سے ظاہر ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کرامات کو دیکھ کر بحیرا نے پہچان لیا تھا کہ توریت و انجیل میں جس نبی آخر الزماں کی پیشینگوئی ہے وہ یہی شخص ہے اسی طرح زریر و ادریس وغیرہ علمائے اہل کتاب نے بھی آپ کی کرامات و واقعات کو دیکھ دیکھ کر پہچان لیا تھا اور پہچان لینے کے بعد آپ کے قتل کرنے کے ارادہ سے آئے مگر بحیرا نے سمجھا بجھا کر سب کو واپس کر دیا کہ اب تم اُن کو نہیں پا سکتے۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ ترمذی کی حدیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے یہی متحقق ہوتا ہے کہ بحیرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامتوں کو دیکھکر پہچان گیا اور پہچاننے کے بعد ارادہ یہ کیا کہ کسی ترکیب سے خیر خواہ بنکر آپکو قتل کرا دے مگر ابو طالب کی دور اندیشی اس کی اس چال کو تاڑ گئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اس حدیث سے ہمارے اُس بیان کی کھلی تائید ہوتی ہے کیونکہ زریر و ادریس بھی علمائے اہل کتاب تھے اور اگرچہ انھوں نے بھی آپ کو پہچان لیا کہ توریت و انجیل میں جن رسول کی بشارت ہے وہ یہی ہیں پھر بھی آپ کو رسول تسلیم نہیں کیا اپنے مذہب کا منسوخ و باطل ہو جانا گوارا نہیں کیا اور نہایت قساوت قلبی اور ناخدا ترسی سے آپ کے قتل پر آمادہ ہو گئے انہیں لوگوں کی طرح بحیرا بھی آپ کا زندہ رہنا نہیں چاہتا تھا فرق اتنا ہے کہ زریر وغیرہ نا سمجھ

اور ناسمجھی سے فوراً قتل کرنے پر تُل گئے اور بحیرا دور اندیش تھا تدبیر سے کام نکالنا چاہتا تھا کہ سانپ بھی مرے رسّی بھی نہ ٹوٹے بھلا ایسے عیار دشمن کی رفاقت میں ابوطالب تنہا اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کی طرف روانہ کرنیوالے تھے۔

روایت میں یہ بھی صراحت ہے کہ جب ابوطالب نے آنحضرتؐ کو مکہ واپس کر دیا تو زریر و تمام وغیرہ اہل کتاب آپ کو ڈھونڈھتے ہوئے بحیرا کے پاس آئے اور اس نے سمجھا بجھا کر سب کو واپس کر دیا۔ اگر بحیرا آنحضرتؐ کیساتھ مکہ چلا گیا تھا تو زریر وادریس وغیرہ کس کے پاس آئے اور کس نے ان کو ارادۂ قتل سے باز رکھا؟

(۹)

اگر تھوڑی دیر کے لئے بحیرا کا مکہ جانا بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسپرنگر صاحب کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ بحیرا کو ابوطالب نے آنحضرت صلعم کے پڑھانے ہی کیواسطے ساتھ کیا بلکہ بر تسلیم صحت روایات، عقل اس کے خلاف حکم لگاتی ہے وہ یہ کہ جب بحیرا راہب نے ابوطالب کو سمجھایا کہ محمد (صلعم) کو شام کی طرف نہ لیجاؤ ورنہ اہل کتاب پہچان کر ان کو قتل کر ڈالیں گے تو ابوطالب نے بات مان لی۔ اور یہ دیکھکر کہ بحیرا خود محمدؐ کا بڑا خیر خواہ ہے، اسی کیساتھ آپ کو مکہ واپس کر دیا اور خود تجارت کے کام میں لگے رہے اگر اسپرنگر صاحب کی بات صحیح مان لیجائے تو اس وقت بھی بحیرا کے مکہ جانے کی یہ وجہ ہو گی۔ یہ نہیں کہ ابوطالب نے محمدؐ کو پڑھانے کی غرض سے بحیرا کو مکہ تک ساتھ کیا گیا۔

(۱۰)

جب یہ ثابت ہوا کہ بحیرا آنحضرت (صلعم) کو صرف پہنچانے کی غرض سے مکہ تک ساتھ گیا تو مکہ تک پہنچا کر واپس چلا آیا ہوگا اس کا کیا ثبوت کہ وہ رہ گیا اور مدتوں وہیں رہ کر درس دیتا رہا۔

(۱۱)

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے ہرگز کوئی ثبوت نہیں دیا نہ وہ کوئی کمزور شہادت تک پیش کر سکتے کہ اگر بحیرا آنحضرت (صلعم) کے ساتھ مکہ گیا تو آپ کو پڑھایا بھی اور اگر پڑھایا تو کیا پڑھایا۔

واہی تباہی وہم بازیوں اور قیاسات کے تکے اڑانے سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا جب تک بینہ اور عقل کی بات نہ ہو۔

(۱۲)

پھر ان سب کے علاوہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر ابو طالب کو آنحضرت (صلعم) کے پڑھانے کا ایسا ہی شوق تھا کہ بحیرا راہب کو بصریٰ شام سے مکہ معظمہ روانہ کیا تو بارہ برس تک کیوں اسطرف سے غافل اور چپ چاپ بیٹھے رہے کیا مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو محمد (صلعم) کو پڑھا سکتا یا خود آنحضرت (صلعم) نے پیدا ہوتے ہی گھر والوں سے کہدیا تھا کہ میں نبی ہونیوالا ہوں مجھکو تم پڑھانا لکھانا نہیں اور پڑھانا ہو تو یہ کام اس طرح چھپا کر کرنا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو، یا یہ کہ خود ابو طالب کو بصریٰ میں جاکر اور بحیرا راہب سے ملاقات ہونے کے بعد شوق پیدا ہوا کہ محمد (صلعم) کو کچھ پڑھانا چاہیئے اگر یہ کہا جائے کہ بصریٰ میں پہونچکر آپنے بحیرا سے پڑھنا شروع کیا اور جب ابو طالب کو یہ معلوم ہوا تو آپ کی اسی خاطر شوق کو ملحوظ

کھکر آپ کے ساتھ اسے مکہ کی طرف روانہ کیا تو یہ محض ایک واہمہ ہے جس کی کوئی تاریخی شہادت نہیں ہے اور محض واہمہ و قیاس مثبت مدعا نہیں ہوا کرتا علاوہ اس کے جیسا کہ روایتوں میں موجود ہے اس سفر میں آپ کے ساتھ بہت سے شیوخ قریش بھی تھے انھوں نے اس واقعہ کو بیان کیوں نہیں کیا۔ اور کیا۔ تو وہ مشتہر بین الناس کیوں نہیں ہوا، اور مشتہر ہوا تو آج تاریخی دنیا اس بیان کے ایک جملہ ضعیف کے پیش کرنے سے بھی عاجز کیوں ہے۔

بہرحال یہ سب طفلانہ استدلالات ہیں جو مکڑی کے جالے سے زیادہ مضبوط نہیں ہیں مکڑی کی طرح ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور نے بھی بڑی کاوش کے بعد بڑی محنت کر کے اور اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آنحضرت (صلعم) کے امی ہونے کے ابطال میں دلائل قائم کئے مگر ذرا غور کے بعد عقل سلیم نے ان سب دلائل کو ردی ثابت کر دیا اور ہماری تھوڑی سی جنبش نے ان کی ساری عمر کی کمائی اور کی ہوئی محنت کو رائگاں کر دیا سچ ہے کہ حق کے سامنے باطل کبھی فروغ نہیں پا سکتا الحق یعلو ولا یعلیٰ

دوسرا واہمہ

روایت صحیحہ میں مصرح ہے کہ آنحضرت (صلعم) پچیس[1] برس کی عمر میں خدیجہ بنت خویلدؓ کا مال لیکر شام میں گئے اور وہیں مقام بصریٰ میں نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی قیاس صحیح چاہتا ہے کہ آپ نے اسوقت اس راہب سے علم توراۃ کی تکمیل کی ہو گی۔

---

[1] ابن سعد صفحہ ۸۲

جواب

ڈاکٹر اسپرنگر ہی جیسے واہمہ بازوں کا خیال ایسا چاہتا ہوگا ورنہ منصف اور صاحب عقل سلیم لوگوں کا قیاس صحیح ایسے لغو امور کو نہیں چاہا کرتا۔

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب وغیرہ[۱] اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بحیرا راہب آنحضرت (صلعم) کے ساتھ کیا گیا وہاں عرصہ تک رہا اور وہاں آنحضرت (صلعم) نے اس سے تعلیم حاصل کی پھر یہ بھی لکھتے ہیں کہ آنحضرت (صلعم) نے دوسرے سفر میں تکمیل کی ہوگی یہ کیسا اجتماع ضدین ہے جس کو تعصب نے جائز کر رکھا ہے جب بحیرا خاص آنحضرت (صلعم) کو پڑھانے ہی کی غرض سے مکہ تک ساتھ گیا۔ اور عرصہ تک پڑھاتا رہا۔ تو ناقص تعلیم چھوڑ کر چلے آنے کی وجہ کیا؟ کیا سالہا سال کی مدت صرف تعلیم توریت کے لئے کافی نہیں تھی اور پھر یہاں بھی صرف قیاس ہی قیاس ہے کہ شاید آنحضرت (صلعم) نے پڑھا ہوگا۔ نہ کوئی تاریخی روایت ہے نہ کوئی شہادت و بینہ ہے درحالیکہ یہ عمر بھی ابتدائی تعلیم کی نہ تھی بلکہ تکمیل تعلیم کا زمانہ گذر چکا تھا ہم نے ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور کی پہلی دلیل کے جو جوابات دے رہیں وہی اس دلیل کے لئے بھی کافی ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تیسرا واہمہ

کہا جاتا ہے کہ محمد (صلعم) نے سولہ برس کی عمر میں اپنے چچا زبیر کے ساتھ

---

[۱] سر ولیم میور۔

یمن کا سفر کیا لیکن ہمارے پاس اسکی
کوئی عمدہ سند نہیں ہے[1]

جواب

یورپ کے مورخین میں یہ خاص کمال ہے
کہ اپنے اغیار خصوصاً اسلام اور اہل
اسلام کو بدنام کرنیکی غرض سے محض
بے بنیاد اخبار و روایات کو بھی اس
طریقہ سے بیان کر دیتے ہیں کہ پڑھنے والا
خواہ مخواہ دھوکے میں آجائے
اور سادہ لوح جنکی نظر تاریخ پر وسیع نہیں ہے
یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے کہ آخر کچھ تو
اس کی اصلیت ہوگی حالانکہ اصلیت
خاک نہیں ہوتی۔

اسی مقام پر دیکھو کہ اسپرنگر صاحب
کس چالاکی سے تحریر کر گئے ہیں کہ "
کہا جاتا ہے کہ محمد (صلعم) نے سولہ برس کی عمر
میں اپنے چچا زبیر کے ساتھ یمن کا سفر
کیا لیکن ہمارے پاس اسکی عمدہ سند
نہیں ہے۔

اس تحریر سے سادہ لوح ناظرین خواہ مخواہ

Mohammad
it is said in his
sixteenth year
accompanied by
his uncle Zobair
on a journey to
Yaman, but I
have no good
authority for
this statement.

[1] لائف آف محمدؐ مصنفہ ڈاکٹر اسپرنگر صفحہ (۷۹) دیکھو انگریزی عبارت

اس دھوکے میں پڑیں گے کہ آخر اسپرنگر صاحب نے آپ کے سفرمین کی کوئی روایت تو ضرور دیکھی ہوگی اور ضرور مورخین میں ایسا خیال ہوگا عمدہ روایت نہ سہی کمزور ہی سہی الفاظ ،، کہا جاتا ہے ،، اور الفاظ ،، عمدہ سند ،، کے لکھنے میں یہ چالاکی اور لوگوں کو اسی دھوکے میں ڈالنا مقصود ہے اگر ناظرین کو مغالطہ میں ڈالنا مقصود نہیں تھا بلکہ تحقیق حق منظور تھی تو اسپرنگر صاحب پر فرض عین تھا کہ وہ روایت مذکورہ کا ماخذ بتاتے اور صاف لکھتے کہ انھوں نے یہ روایت کس کتاب میں دیکھی، کہاں سے لیا تا دوسروں کو بھی تحقیق کا موقع ملتا اور ذرا ہم بھی دیکھتے کہ اس کی سند واقعی غیر معتبر ہے یا کیا ؟ لیکن افسوس کہ اسپرنگر صاحب نے کسی قسم کا حوالہ نہ دیا، اور دہ حوالہ دیتے کہاں سے کیونکہ روایت تو فقط ان کی جولانی طبع کا نتیجہ ہے۔

بہر حال اسپرنگر صاحب کی اتنی مہربانی بھی غنیمت ہے کہ وہ اس روایت کو غیر مستند قرار دیتے ہیں لیکن یہ مہربانی بھی سر ولیم میور کو نہایت ناگوار گذری کہ کیسی ہی بے بنیاد روایت ہو مگر جب اسلام کے خلاف ہے تو اس کو اپنی زبان سے ہم غیر مستند کیوں کہیں اور اس کے بعد اس روایت کو صحیح ثابت کرنے میں میور صاحب اپنا عجیب وغریب کمال دکھاتے ہیں۔

وہ حضرت واقدی اور ابن سعد رحمہا اللہ کی روایت ذیل سے روایت مذکورہ کو مضبوط اور اپنے دعوے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں

اخبرنا خالد بن خداس نا	خبر دی ہم کو خالد بن خداس نے کہ خبر دی ہمکو
معتمر بن سلیمان سمعت ابی	معتمر بن سلیمان نے کہ سنا میں نے اپنے
یحدث عن ابی مجلز ان	باپ سے کہ حدیث بیان کرتے تھے
عبد المطلب او اباطالب	ابی مجلز سے البتہ عبد المطلب یا ابو طالب

لما مات عبد اللہ عطف علی محمد فکان لا یسافر الا کان معہ فیہ	(راوی بھولتا ہے) جب عبداللہ کا انتقال ہو گیا تو محمد (صلعم) پر زیادہ مہربان ہو گئے پھر جب کوئی سفر کرتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر میں انکے ساتھ ہوتے تھے۔

میور صاحب کا استدلال یہ ہے کہ وفات عبداللہ کے بعد آنحضرت کا اپنے چچا ابو طالب کیساتھ ہر سفر میں ساتھ رہنا ثابت ہے اور تواریخ سے یہ بھی متحقق ہے کہ ابو طالب شام و یمن وغیرہ میں تجارت کی غرض سے جایا کرتے تھے پس تمام مقامات شام و یمن میں جہاں جہاں ابو طالب نے سفر کیا آنحضرت (صلعم) کا سفر کرنا بھی بدیہی طور پر روشن ہو گیا"۔

واقعی دلیل تو بڑی زبردست تھی اگر اس میں کچھ جان ہوتی) ناظرین کو ضبط سے کام لینا چاہیئے ورنہ ہمارے وجود الابطال کو پڑھ کر میور صاحب کے طفلانہ استدلال پر ضرور ہنسی آجائے گی۔

(۱۰۹)

ایک تو صاف بات یہ ہے کہ روایت میں عبدالمطلب یا ابو طالب ہے جس سے ظاہر ہے کہ راوی سہو کرتا ہے۔ پھر میور صاحب نے کس دلیل سے عبدالمطلب کو چھوڑ کر ابو طالب کو اختیار کیا؟ شائد اس لئے کہ ناظرین کے ذہن کو اس طرف منتقل کر کے آنحضرت (صلعم) کے سفر یمن کا ثبوت دیں مگر یہ ایک دیانت دار محقق کی شان نہیں ہے۔

(۲)

قیاس عبدالمطلب ہی کو چاہتا ہے۔ کیونکہ راوی کا بیان یہ ہے کہ عبدالمطلب

یا ابو طالب، عبد اللہ کے انتقال کے بعد آنحضرت (صلعم) پر زیادہ شفیق ہو گئے عبد اللہ کی وفات کے بعد آنحضرت (صلعم) عبد المطلب کی کفالت میں آئے تھے اور ابو طالب نے آپ کو عبد المطلب کی وفات کے بعد اپنی نگرانی میں لیا تھا نہ عبد اللہ کے بعد۔ پس روایت صاف ہو گئی کہ عبد المطلب ہی عبد اللہ کے انتقال کے بعد آنحضرت (صلعم) کو زیادہ پیار کرنے لگے اور جہاں جاتے اپنے ساتھ لیجاتے تھے تاریخ سے عبد المطلب کا شام و یمن میں کہیں سفر کرنا ثابت نہیں نہ کوئی موضوع روایت ہی اس بارہ میں پیش کیجا سکتی پس آپکا یمن کے سفر کو جانا کھلے طور پر غلط ثابت ہو گیا۔

(۳) اگر راوی کے سہو کو قطع نظر کیا جائے قیاس سے کام نہ لیا جائے اور میور صاحب کے دعوٰی محض کو مان لیا جائے کہ عبد اللہ کے بعد ابو طالب محمد (صلعم) کو زیادہ عزیز رکھنے لگے اور جس سفر میں جاتے آپ کو ساتھ لیجاتے تھے تو بھی مدعا غیر ثابت رہتا ہے۔

اولاً :- اسوجہ سے کہ کسی مدعا کے ثابت کرنے کے لئے ہمکو تمام واقعات پر نظر ڈالنی چاہیئے اور واقعات میں تسلسل قائم کرتے ہوئے ہر پہلو کو دیکھنا چاہیئے عاقل کو لائق نہیں ہے کہ پہلے دعوٰی قائم کرکے تب اس کے لئے دلیل کی جستجو کرتا پھرے اور جب دلیل صحیح نہ ملے تو کسی واقعہ کا ایک ٹکڑا لیکر مخالف پر حجت قائم کر دے واقدی بن سعد۔ ابن ہشام اور ابن اسحاق سب نے بالاتفاق روایت کی ہے اور اس روایت کو خود میور صاحب اور اسپرنگر صاحب نے بھی چار و ناچار تسلیم کیا ہے کہ بصری میں بحیرا کی باتیں جب سنیں تو۔

ورجع به ابو طالب فمانخرج به سفرا	ابو طالب آنحضرت (صلعم) کے ساتھ واپس (مکہ) کر ہوئے پھر آپ کیساتھ اس کے بعد کسی سفر میں

بعد ذالک خوفا علیہ | نہیں نکلے (اپکی جان) کا خوف کرکے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابو طالب اپنے یتیم بھتیجے (محمدؐ) کو بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے اور چونکہ ماں باپ دونوں وفات پا چکے تھے اس لئے تنہا چھوڑنا مقتضائے شفقت و احتیاط کے خلاف سمجھکر ہمیشہ اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔ اور جہاں جاتے ساتھ لیجاتے تھے مگر بصری میں جب بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی اور اس نے ڈرایا کہ محمدؐ کو شام میں نہ لیجاؤ ورنہ اہل کتاب ان کو پہچان کر قتل کر ڈالیں گے تو ابو طالب اس کے آگے بڑھنے کی جرات نہیں کی وہیں سے مکہ واپس آ گئے اور آپ کی حفاظت کے خیال سے پھر آپ کو لیکر کہیں سفر میں نہیں نکلے۔

اب میور صاحب بتائیں کہ انکا استدلال صحیح ہے یا واقعات پر نظر کرتے ہوئے ہمارا استدلال صحیح اور قرین عقل ہے؟

(۴)

دلیل فرضا، ہم مان بھی لیں کہ ابو طالب ہمیشہ ہر سفر میں آپ کو ساتھ لیجاتے تھے اور آپ کی حفاظت کا کچھ خیال نہ کرتے تھے جو مقتضائے شفقت و عقل تھا تو بھی آپ کا یمن میں جانا ثابت نہیں کیونکہ میور صاحب نے کوئی روایت پیش نہیں کی کہ ابو طالب آنحضرت (صلعم) کو لیکر یمن گئے یا آپکی نوجوانی کے عہد میں یا بچپنے کے زمانہ میں انھوں نے شام و یمن کا سفر کیا۔ رہا یہ قیاس کہ ابو طالب تجارت پیشہ تھے اور شام و یمن کو جایا کرتے تھے تو آنحضرت (صلعم) کو بھی ساتھ لیکر تجارت کرنے گئے ہوں گے بالکل بچوں کی سی باتیں ہیں۔

(۵)

سب سے بڑے تماشے کی بات یہ ہے کہ اسپرنگر صاحب تو لکھتے ہیں کہ

کہا جاتا ہے کہ محمد (صلعم) سولہ برس کی عمر میں اپنے چچا زبیر کے ساتھ یمن کے سفر کو گئے۔"

اور میور صاحب روایت سے ابوطالب کے ساتھ یمن کا جانا ثابت کر رہے ہیں

من چہ می سرایم و طنبورۂ من چہ می سراید" اس مغالطہ کا کیا کہنا؟

چوتھا واہمہ

ڈاکٹر اسپرنگر صاحب اور سر ولیم میور صاحب لکھتے ہیں[1] کہ:۔

بحیرا راہب نہ صرف محمدؐ کے ساتھ مکہ کو گیا بلکہ وہاں ان کے ساتھ اور نیز مدینہ میں بھی برابر تک رہا اور محمدؐ اس سے مستفید ہوتے رہے چنانچہ محمدؐ کے پہلے سفر شام کے چالیس برس کے بعد جب ابی سفیانؓ سے مدینہ میں محمدؐ کے پاس وفد گیا ہے تو اسوقت بحیرا مدینہ میں موجود تھا اور اسی کی تائید ہوتی ہے جب ہم صحابہ کی فہرست میں بحیرا راہب کا نام لکھا ہوا پاتے ہیں فقط

اس تحریر میں دو باتیں ہیں۔

(۱) چالیس برس کے بعد ابی سفیانؓ سے محمدؐ کے پاس وفد کا جانا اور اس وقت بحیرا راہب کا مدینہ میں موجود رہنا۔

(۲) صحابہ کی فہرست (رجال) میں بحیرا راہب کا نام پایا جانا۔

امر اول کی نسبت ہم سخت حیران ہیں کہ کیا لکھیں! کیونکہ ایک ایسا سفید جھوٹ ہے جسکی نظیر دنیائی تاریخ میں نہیں مل سکتی اور اس سفید جھوٹ بلکہ اس کے کذب سیاہ

---

[1] سلکٹشنس فرام دی کلکتہ ریویو جلد ششم صفحہ ۴۹۷

ہونے کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ تو ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے ہی اپنا کوئی ماخذ بتایا نہ اُن کے عزیز یار موید سر ولیم میور نے کسی کتاب کا حوالہ دیا کہ یہ روایت فلاں کتاب سے لی گئی ہے ایسی بے سروپا اور بے بنیاد روایت کو مسلمانوں کے مقابلہ میں سند لانا نہایت شرمناک امر ہے اور ایسی پُھسپُھسی بنیاد پر اتنے بڑے زبردست دعوے کی عمارت قائم کرنی یورپ والوں ہی کا کام ہے اور اس فریب میں وہی لوگ آسکتے ہیں جو یورپین مورخین کی چالبازیوں اور اصول تاریخ سے واقف نہیں ہیں ؎

ہر دو بیناد بر سرِ دو گرہ ۔۔۔ کہ غفار را بلند است آشیانہ

احقر عباد کی خدمت میں گذارش ہے کہ رجال کی کتابوں میں ضرور بحیرا راہب کو صحابہ کے زمرہ میں لکھا ہے لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ بحیرا راہب پیغمبر کے ساتھ مکہ میں اور پھر مدینہ میں سالہا سال بلکہ بیسیوں برس تک رہا اور آپ کو تعلیم دیتا رہا۔ کیونکہ صحابی ہونے کیلئے صرف ایک مرتبہ رسول کو ایمان کے ساتھ دیکھنا شرط ہے جس نے ایک مرتبہ بھی آپ کو ایمان کی حالت میں دیکھا وہ صحابی ہو گیا اگر ڈاکٹر اسپرنگر اور ان کے دوست سر ولیم میور کے دل میں کچھ بھی انصاف و حق جوئی کا گذر ہوتا اور کتب حدیث و رجال کا مطالعہ بلا تعصب فرماتے تو انہیں صاف طور پر معلوم ہو جاتا کہ مسیحیوں کا دعویٰ بلا دلیل محض غلط ہے اور اسلام کی جن روایتوں نے وہ بحیرا راہب کا محمدؐ کے ساتھ مدتوں رہنا ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ ان کے دعوے کو بجائے ثابت کرنے کے باطل کرتی ہیں۔

رجال کی کتابوں میں جہاں بحیرا راہب کو صحابہ کے زمرہ میں لکھا ہے

ع دیکھو کتاب اسد الغابہ جلد اول صفحہ ۱۶۶ چاپ کلکتہ

وہاں کھلے الفاظ میں صراحت کر دی ہے کہ :-

رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل مبعثہ وآمن بہ۔	بحیرا راہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نبی ہونے سے پہلے دیکھا اور آپ پر ایمان لایا۔

آنحضرت (صلعم) کے پہلے سفر شام اور بحیرا راہب کی ملاقات کا قصہ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں چونکہ بحیرا راہب نے آنحضرت (صلعم) کو دیکھا تھا اور اس امر کی تصدیق کی تھی کہ توریت و انجیل میں جس آنیوالے پیغمبر آخر الزماں کی بشارت دی گئی ہے اور جسکی صفات بیان کی گئی ہیں وہ یہی ہیں اس لئے بحیرا راہب کے نام کا صحابۂ رسول اللہ کی فہرست میں لکھنا بہت صحیح ہے اور اتنا لکھنے سے یہ دلیل پکڑنی کہ بحیرا بیسیوں سال پیغمبر کے ساتھ رہکر آپ کو درس دیتا رہا میں نہیں سمجھتا کہ کسی سمجھدار کا کام ہو سکتا ہے علماے فن رجال نے جناب عیسی بن مریم کو بھی صحابہ رسول مدنی کی فہرست میں لکھا ہے۔

عیسی بن مریم علیہ السلام صحابی و نبی فانہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء وسلم علیہ فھو آخر الصحابۃ موتا۔	عیسی بن مریم علیہ السلام صحابی ہیں اور نبی بھی ہیں اس لئے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات میں دیکھا اور آپ کو سلام کیا تھا پس وہ موت کے لحاظ سے آخری صحابی ہیں (کہ دنیا میں نزول فرما کر پھر مریں گے)

معراج کی رات میں رسول اللہ صلعم نے چوتھے آسمان پر حضرت عیسی سے ملاقات کی اور جیسا کہ روایت میں بیان کیا گیا ہے جناب عیسی بن مریم نے

عہ دیکھو تجرید اسماء الصحابۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد جلد اول صہ ۴۶۳

آپ کو دیکھا اور آپ کو سلام کیا اتنی سی بنا پر ایسے جلیل القدر نبی کو علماے رجال[1] نے فہرست صحابہ محمد صلعم عربی میں لکھدیا کیا ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور یہ دعوی کرنے کی جرأت کر سکے کہ محمد عربی صلعم نے جناب عیسی بن مریم سے علم نبوت حاصل کیا اور قرآن و احادیث میں جو کچھ ذخیرۂ علم ہے وہ حضرت مسیح کی تعلیم کا نتیجہ ہے ؟ وہ یقیناً ایسی جرأت نہیں کر سکتے اور جب ایسا نہیں کہہ سکتے تو پھر بحیرا راہب کو صرف صحابہ رسول کی فہرست میں لکھدینے سے رسول کا معلم کیوں قرار دیں ۔ کتب رجال میں تو صاف لکھتے ہیں کہ بحیرا راہب نے شام میں آنحضرت (صلعم) کو دیکھا اور آپ پر نبی ہونے سے پہلے ایمان لایا اس لئے وہ صحابی رسول شمار کیا گیا

پانچواں واہمہ

حدثنی عبید اللہ بن موسی عن اسرائیل	حدیث بیان کی ہم سے عبید اللہ بن موسی نے اسرائیل سے ۔

[1] علماے فن رجال نے حضرت عیسی کے صحابی محمد عربی صلعم ہونیکی جو وجہ بتائی ہے وہ کیا ک دو ہے ۔

اولاً :- اس وجہ سے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں یہ قطعی صراحت نہیں ہے کہ آنحضرت کو جسد عنصری کے ساتھ معراج ہوئی چنانچہ حضرت عائشہ اور دوسرے بہت سارے صحابہ کبار معراج روحانی کے قائل ہیں لیکن چونکہ پیغمبر کا خواب سچا واقعہ کے مطابق ہوتا ہے اس لئے آنحضرت نے جو کچھ دیکھا وہ سب صحیح اور مطابق واقعہ تھا ۔ اور جب معراج خواب میں ہوئی تو خواب میں اگر عیسی بن مریم نے آپ کو دیکھا تو اس سے وہ صحابی نہیں بن سکتے ۔

عن ابی اسحاق عن البراء قال اعتمر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی ذی القعدۃ فابی اھل مکۃ ان یدعوہ یدخل مکۃ حتی قاضاھم علی ان یقیمہ بھا ثلاثۃ ایام فلما کتبوا الکتب کتبوا ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ فقالوا لو نعلم انک رسول اللہ ما منعناک لکن انت محمد بن عبد اللہ قال انا رسول اللہ وانا محمد بن عبد اللہ ثم قال

انھوں نے ابو اسحاق سے انھوں نے براء سے کہ عمرہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ کے مہینہ میں تو مکہ والوں نے آپ کے مکہ میں داخل ہونے دینے سے انکار کیا یہانتک کہ آپ نے صلح کی ان سے اس بات پر کہ تین دن وہاں اقامت کریں پھر جب صلحنامہ لکھا تو (مسلمانوں نے) لکھا کہ، یہ صلحنامہ ہے جسپر محمد رسول اللہ نے مصالحت کی" ان الفاظ پر مکہ والوں نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپکو رسول اللہ تسلیم کرتے تو آپ کو روکتے کیوں لیکن آپ محمد بن عبداللہ ہیں (تو محمد بن عبداللہ ہی لکھوائیے) آپ نے فرمایا میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

دوسرے:۔ اسپر کہ آنحضرت کا حالت بیداری میں اسی جسد خاکی کیساتھ آسمانوں پر جانا ممکن ہے اس میں کوئی استبعاد نہیں اور اسی سبب سے قرآن کے ظاہر الفاظ اور احادیث مرویہ پر اعتماد کرکے جمہور علمائے اسلام معراج جسمانی کے قائل ہوئے اور یہی مذہب جمہور علمائے اسلام کا ہے رہی یہ بات کہ انسان کا اپنے اس جسم کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرنی عقل کے خلاف ہے اور فلسفہ کی رو سے باطل ہے بالکل لغو اعتراض ہے ہم نے اس کتاب کے جلد اول میں اس امر کا عقلی ثبوت دیا ہے کہ معراج فی نفسہ ممکن ہے اور انسان کا اسی جسد خاکی کے ساتھ آسمانوں پر جانا کچھ مستبعد یا محال نہیں ہے یہ بحث انشاء اللہ تعالیٰ کسی جلد میں آیندہ بھی لکھی جائیگی

لعلی امح رسول اللہ قال لا واللہ لا امحوک ابدا فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتب فکتب ھذا ما قاضی محمد بن عبد اللہ ۔

پھر علی سے فرمایا کہ (اچھا) رسول اللہ کے الفاظ کو مٹاؤ علیؓ نے (جو صلحنامہ لکھنے والا تھا) کہا کہ نہیں خدا کی قسم میں آپ کے نام کو محو نہیں کرنیکا کبھی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ کو لیلیا پھر لکھا کہ "یہ صلحنامہ ہے جسپر محمد بن عبداللہ نے مصالحت کی۔

یہ روایت صحیح بخاری میں ہے۔

الفاظ روایت یہ ہیں کہ (فاخذ رسول اللہ الکتب فکتب) علیؓ کے انکار پر رسول اللہ (صلعم) نے کاغذ ان کے ہاتھ سے لیلیا پھر لکھا آپ نے،،

یہی ڈاکٹر اسپرنگر صاحب اور سر ولیم میور صاحب کی سند ہے کہ رسول اللہ صلعم لکھنا پڑھنا جانتے تھے کیونکہ اگر آپ امی محض تھے اور لکھنا نہیں جانتے تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

بہرحال معراج جسمانی ہو یا روحانی ہو کسی حالت میں حضرت عیسیٰ کا صحابی رسول ہونا درست نہیں ٹھہرتا کیونکہ معراج کی رات میں آنحضرت نے حضرت عیسیٰ کے سوا، آدم، نوح، موسیٰ اور ابراہیم خلیل اللہ وغیرہم علیہم السلام بہت سے انبیاء اولوالعزم سے ملاقات کی ان سب نے آپکو دیکھا اور آپکو سلام کیا پھر حضرت عیسیٰ کی خصوصیت کیا رہی۔ تمام پیغمبروں کو صحابی رسول ہونا چاہیئے اور سب کو صحابہ کی فہرست میں درج ہونا چاہیئے تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے حضرت عیسیٰ کے سوا ہم کسی نبی کو صحابہ رسول اللہ کے زمرہ میں نہیں پاتے اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ اپنے جسد عنصری کیساتھ زندہ آسمان پر موجود تھے (اور ہیں) اس لئے آپ صحابی ہوئے اور دوسرے انبیاء کی ارواح سے ملاقات ہوئی تھی اس لئے وہ صحابہ میں شمار نہیں کئے جا سکتے تو یہ محض ایک مغالطہ ہے کیونکہ:-

اولاً۔ تو حدیثوں میں نزول کے ایک شان سے بیان کیا گیا ہے نہ یہ صراحت ہے نہ کہیں اس امر کا اشارہ ہے کہ دوسرے انبیاء کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور حضرت عیسیٰ بن مریم فی اپنے دنیاوی جسد عنصری کے ساتھ ملاقات کی یہ استنباط بالکل بلا دلیل ہے۔

تو پھر حضرت علی کے ہاتھ سے کاغذ لیکر رسول اللہ کے لفظ کو مٹایا کیونکر اور خود لکھا کیسے ؟ اور جب حدیث میں صاف صراحت ہے کہ آنحضرت نے کاغذ لیکر خود لکھا تو اب انکار کی کون سی گنجایش ہے اور آپ کے خواندہ ہونے کا اس سے اچھا ثبوت کیا ہو سکتا ہے ؟

پہلا جواب

لفظ رسول اللہ کے مٹا دینے سے لازم نہیں آتا کہ آپ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے اور اس امر کو بخاری ہی کی دوسری روایت جو اس کے متصل ہے واضح کر دیتی ہے۔

حدثنا محمد بن بشار حدثنا غندر حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال سمعت البراء بن عاذب قال لما صالح	حدیث بیان کی ہم سے محمد بن بشار نے (کہا) حدیث بیان کی ہم سے غندر نے کہ حدیث بیان کی ہم سے شعبہ نے ابو اسحاق سے کہا انھوں نے کہ سنا میں نے براء بن عاذب کو کہ کہا اس نے کہ جب صلح کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

ثانیاً۔ یہ کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ کے جسد خاکی کیساتھ آسمان پر زندہ رہنے کے قائل ہیں ان کے نزدیک چار نبی جسد خاکی کے ساتھ قیامت تک زندہ رہیں گے جن میں سے دو نبی خضر و الیاس زمین پر اور دو نبی ادریس و عیسیٰ آسمان پر ہیں حدیث معراج میں عیسیٰ وغیرہ کے کیساتھ ادریس کا آپ سے ملاقات کرنا بھی مروی ہے تو اس بنا پر چاہیئے تھا کہ ادریس علیہ السلام کو بھی صحابہ رسول میں شمار کیا جاتا حالانکہ ادریس کو کسی نے بھی صحابی رسول نہیں لکھا ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ کا صحابی رسول اللہ صلعم ہونا محض متاخرین کا واہمہ ہے۔

رسول اللہ صلعم اھل الحدیبیۃ کتب علی بن ابیطالب رضوان اللہ علیہ بینھم کتابا فکتب محمد رسول اللہ فقال المشرکون لا تکتب محمد رسول اللہ لو کنت رسولا لم نقاتلك فقال لعلی امحہ قال علی ما انا بالذی امحاہ فمحاہ رسول اللہ

کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ والوں سے (تو) لکھا علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان میں ایک صلحنامہ تو (پھر اس صلحنامہ میں جب) محمد رسول اللہ لکھا تو مشرکین نے کہا کہ محمد رسول مت لکھو۔ اگر (ہم) تم (کو) رسول (جانتے) ہوتے تو تم سے لڑائی کیوں کرتے پس فرمایا رسول اللہ نے علی سے کہ اس (رسول اللہ) کو مٹا دو علی نے کہا کہ میں رسول اللہ کو مٹانے والا آدمی نہیں ہوں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس لفظ کو مٹا دیا۔

بات یہ ہے کہ صلحنامہ میں جوں ہی محمد رسول اللہ لکھا گیا، مشرکین معترض ہوئے کہ ہم رسول اللہ نہ لکھنے دیں گے آنحضرت نے دفع شر کیلئے حکم دیا کہ اچھا اس لفظ کو مٹا دو۔ علی نے کہا کہ میں محمد رسول اللہ کو اپنے ہاتھ سے لکھکر اپنی ہی ہاتھ سے تو نہیں مٹاؤں گا چونکہ صلحنامہ میں محمد رسول اللہ تک ہی لکھنے کی نوبت آئی تھی اس لئے آنحضرت نے خود آخر کے دو لفظ مٹا دئے یہ کون سی ایسی مشکل بات تھی جو بلا پڑا ہوا آدمی نہیں کر سکتا تھا اور کسی مکتوب کے آخر کے دو لفظوں کا مٹا دینا پڑھے لکھے ہونے کی دلیل کیونکر ہو سکتی ہے ذرا سوچو اور عقل و انصاف سے کام لو۔

صحیح بخاری جلد ثانی کتاب الصلح مطبوعہ کلکتہ صفحہ (۳۷۰)

دوسرا جواب

سو سے قاضی ابوالولید باجی کے کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابیطالب کے ہاتھ سے صلحنامہ لیکر خود لکھا اور قاضی باجی کا بھی کچھ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو لکھنا آتا تھا بلکہ ظاہر الفاظ حدیث پر نظر کرکے انھوں نے اس لکھنے کو آپ کا معجزہ قرار دیا کہ باوجود امی محض ہونے کے آپ لکھنے پر قادر ہو گئے باایں ہمہ قاضی صاحب کا دعوی روایت و درایت کے بالکل خلاف تھا اس لئے تمام فقہاے مشرق و مغرب نے ان کی تکذیب کی چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں ۔

ومن زعم من متاخری الفقہاء کالقاضی ابی الولید الباجی انہ علیہ السلام کتب یوم الحدیبیۃ ھذا ما قاضی علیہ محمد بن عبداللہ فانما حملہ علی ذلک روایۃ فی صحیح البخاری ثم اخذ فکتب وھذہ محمولۃ علی الدرایۃ

اور متاخرین فقہا میں سے جس شخص (جیسے قاضی ابوالولید باجی) نے یہ گمان کیا کہ آنحضرت نے حدیبیہ کے دن خود لکھا کہ "یہ صلحنامہ ہے جسپر محمد بن عبداللہ نے مصالحت کی" تو یہ گمان اسکا صحیح بخاری کی اس روایت کی بنا پر ہے کہ "پھر لیا آپ نے صلحنامہ کو پس لکھا" حالانکہ یہ الفاظ (مجازی ہیں اور) محمول ہیں اس دوسری روایت پر (جس میں صراحت ہے) کہ

ؒ تفسیر حافظ ابن کثیر جلد ہفتم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۹۸

الاخری ثم امر فکتب ولھذا اشتد النکیر من فقھاء المشرق والمغرب وتبرؤا منہ وانما اراد الرجل اعنی الباجی انہ کتب ذالک علی وجہ المعجزۃ لا انہ کان یحسن الکتابۃ۔	پھر حکم دیا آپ نے تو لکھا لکھنے والے نے اور اسی لئے انکار میں سختی کی مشرق و مغرب کے فقہا نے اور قاضی باجی کے قول سے راضی نہیں ہوئے اور قاضی باجی کا بھی اس کے سوا کوئی مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت نے بہ طریق معجزہ لکھا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو لکھنا اچھا آتا تھا۔

امام ابوالعباس احمد بن محمد مقری لکھتے ہیں۔[1]

ولما تکلم ابو الولید فی حدیث الکتابۃ یوم الحدیبیۃ الذی فی البخاری قال بظاھر لفظہ فانکرہ علیہ الفقیہ ابوبکر الصائغ وکفرہ باجازۃ الکتب علی تکذیب للقرآن۔	اور جب ابوالولید نے کلام کیا یوم حدیبیہ والی اس حدیث کتابت میں جو صحیح بخاری میں ہے درانحالیکہ انھوں نے ظاہر لفظ کی بنا پر کہا تھا تو انکار کیا اس پر فقیہہ ابوبکر صائغ نے اور تکفیر کی ان کی بہ سبب اجازت کتابت کے رسول امی پر اور بلاشبہہ یہ قرآن کی تکذیب ہے (اور اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا)

[1] کتاب النفح الطیب جلد اول صفحہ ۵۵۸

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ قاضی ابوالولید باجی جو اس بارہ میں ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور کے استاد ہیں معتمد علیہ نہیں ہیں اور ان کا یہ مسلک بھی ان کے شاگردوں ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ کو کچھ مفید نہیں ہو سکتا ان لوگوں نے خواہ مخواہ کو انہیں اپنا پیشوا و استاد بنا لیا۔

اولاً۔ تو یہ روایت جو خبر آحاد ہے قرآن مجید کی خبر متواتر کے منافی ہے اور خبر آحاد جو اخبار متواترہ کی تکذیب کرتی ہو خود غلط ہو جاتی ہے اور اسی پر تمام اہل عالم کا اتفاق ہے۔

دوسرے۔ یہ کہ قاضی نے صرف ظاہر الفاظ پر عقل سے کام نہ لیکر اعتماد کیا اور غلطی میں پڑ گئے ورنہ درحقیقت روایت کا یہ مطلب ہی نہیں ہے جیسا کہ ہم متعاقب بیان کریں گے۔

تیسرے۔ یہ کہ باوصف یہ مطلب نکالنے کے قاضی باجی اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت کو ہرگز لکھنا نہیں آتا تھا حدیبیہ کے روز جو آپ نے لکھدیا وہ معجزہ کے طور پر روحانی قوت کے اثر سے تھا جیسا کہ اور معجزات کا حال ہے۔

تیسرا جواب

صحیح بخاری میں اسی کتاب الصلح کے باب الشروط میں ایک دوسری روایت ہے کہ۔

حدثنی عبد اللہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر قال اخبرنی	حدیث بیان کی مجھ سے عبد اللہ بن محمد نے کہ حدیث بیان کی ہم سے عبد الرزاق نے کہا خبر دی ہمکو معمر نے کہا انھوں نے خبر دی مجھکو

الزهری فجاء سهیل
ابن عمرو فقال هات
اکتب بیننا و بینکم کتابا
فدعا النبی صلی الله علیه
وسلم الکاتب فقال
النبی صلعم اکتب
بسم الله الرحمن الرحیم
قال سهیل اما الرحمن
فوالله ما ادری ماهو
ولکن اکتب باسمک
اللهم کما کنت تکتب
فقال المسلمون والله
لا نکتبها الا
بسم الله الرحمن الرحیم
فقال النبی صلعم
اکتب باسمک اللهم
ثم قال هذا ما
قاضی علیه محمد
رسول الله فقال
سهیل والله لو کنا
نعلم انک رسول الله

زہری نے کہ پس آئے (حدیبیہ کے دن)
سہیل بن عمرو پھر کہا کہ لائیے اپنے اور آپ کے
درمیان ایک صلحنامہ لکھیں سو بلایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے کاتب کو پھر فرمایا آپ نے
کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم (اس پر) سہیل
نے اعتراض کیا کہ مگر رحمن کو تو واللہ ہم نہیں
جانتے کہ وہ کیا لفظ ہے لیکن لکھوائیے
باسمک اللہم جیسا کہ آپ پہلے لکھواتے
تھے تب مسلمانوں نے کہا کہ خدا
کی قسم ہم سوائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے
اس کو تو نہ لکھیں گے تب نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا (اچھا) لکھو
باسمک اللہم پھر فرمایا کہ (لکھو کہ)
یہ عہدنامہ ہے جس پر صلح
کی محمد رسول اللہ نے تب
سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ خدا
کی قسم اگر ہم سمجھتے کہ آپ
رسول اللہ ہیں۔

ما صدوناك عن البيت ولا قاتلناك ولكن اكتب محمد بن عبد الله فقال النبي صلى الله عليه وسلم والله اني لرسول الله وان كذبتموني اكتب محمد بن عبد الله قال الزهري وذلك لقوله۔

تو آپ کو کعبہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے ولیکن لکھوائیے محمد بن عبد اللہ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں بلا شبہہ اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم جھٹلاؤ (تو اس سے کیا ہوتا ہے) لکھو محمد رسول اللہ کی جگہ پر محمد بن عبد اللہ زہری کہتے ہیں یہ بہ سبب آپ کے قول۔

ف

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حدیبیہ کے روز جب مصالحت ٹھیر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو بلا کر صلحنامہ لکھوانا شروع کیا جس میں سہیل نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پر اعتراض کیا اور اس کی عوض میں باسمك اللھم لکھوایا اس کے بعد محمد رسول اللہ لکھنے پر معترض ہوا کہ عہد نامہ پر یہ لفظ نہ لکھا جائے کیونکہ ہم اگر آپ کو رسول سمجھتے تو لڑائی کیوں ٹھنتی آپ نے فرمایا تمہارے جھٹلانے سے میری نبوت میں فرق نہیں آتا اور کاتب کو حکم دیا کہ محمد رسول اللہ مٹا کر اسکی جگہ پر محمد بن عبد اللہ لکھو چنانچہ اس نے لکھدیا اور عہد نامہ مکمل کیا گیا۔

اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لکھے پڑھے ہوتے یا آپ کو لکھنا آتا تو دوسرے کاتب سے کیوں لکھواتے؟ اگر تم یہ جواب دو کہ

دوسرے سے لکھوانا اس امر کا مستلزم نہیں ہے کہ خود اس کو لکھنے نہیں آتا کیونکہ سلاطین عالم کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے کہ ان کے حکم سے دوسرے ملازمین و کاتبین عہدنامے اور صلحنامے لکھا کرتے تھے حالانکہ ان میں کے اکثر سلاطین پڑھے لکھے ہوتے تھے۔

یہ جواب درست ہے اور اسی سے ہمارے دعوے کی تائید ہوتی ہے جب تم نے تسلیم کیا کہ سلاطین عالم کے دستور کے مطابق آنحضرت نے کاتب سے لکھوایا تو اب ہم پہلی روایت کے متعلق بلا کھٹکے کہتے ہیں کہ جب حضرت علی کاتب عہدنامہ نے رسول کے فرمان کے مطابق محمد رسول اللہ لکھا اور سہیل فریق مخالف نے اصرار کیا کہ ہم محمد رسول نہ لکھنے دیں گے اسکی جگہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے تو آنحضرت نے حکم دیا کہ اچھا محمد رسول مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھدو لیکن حضرت علی نے حمیت اسلامی کے جوش میں آکر فرمایا کہ میں تو محمد رسول اللہ کے الفاظ کو نہیں مٹاؤں گا۔ اس پر آنحضرت نے حضرت علی کے ہاتھ سے عہدنامہ لے لیا اور دوسرے کاتب سے محمد بن عبداللہ لکھوا دیا۔

اب بتاؤ کہ تمہارا جواب مان لینے کے بعد بھی ہمارا دعوی بدیہی طور پر ثابت رہا یا نہیں؟ اور اس سے آپ کا خواندہ ہونا باطل ہوا یا نہیں؟ اگر یہ لکھا جائے کہ آنحضرت کو لکھنے آتا تھا مگر صلحنامہ قصداً اس لئے نہیں لکھا تا اپنے پڑھے ہونے کا راز فاش نہ ہو جائے تو یہ وہم بھی درست نہیں ہے۔

اولاً وہ اسوجہ سے کہ لکھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ عہدنامہ یا صلحنامہ جیسی تحریروں کا دوسرے کاتبوں سے لکھوانا بادشاہوں کا دستور رہا ہے بادشاہ و سلاطین یہ چیزیں خود نہیں لکھا کرتے۔

ثانیاً:- اسوجہ سے کہ آنحضرت اگر لکھے پڑھے تھے تو اپنے اس راز کے فاش ہوجانے کے خیال سے خود لکھنا پسند نہیں کیا۔ تو پھر اسی مجلس میں رسول اللہ کے لفظ کو مٹا کر ابن عبد اللہ کیوں اور کیسے لکھا ؟

چوتھا جواب

کسی تاریخی روایت پر بحث کرنے سے پہلے اصول روایت پر اس کو جانچ لینا ضروری ہے۔ اگر معیار اصول صحت پر ٹھیک اتر جائے تو قابل بحث ہے ورنہ غیر صحیح اور لاطائل روایات پر بحث کرنی وقت عزیز کا ضائع کرنا ہے حدیث زیر بحث کا راوی براء (بن عاذب) ہے اور وہ خود بیان کرتا ہے کہ

روی احمد بن طریق الثوری عن ابی اسحاق عن البراء قال ماکل مانحدثکموہ عن رسول اللہ سمعناہ منہ حدثناہ اصحابنا وکان لیشغلنا رعیۃ الابل۔	(روایت کی احمد نے بطریق ثوری ابو اسحاق سے انھوں نے براء سے کہ) ہم جو کچھ حدیث تم لوگوں سے بیان کرتے ہیں وہ سب رسول اللہ سے نہیں سنے ہیں (بلکہ) ہمارے لوگوں نے ہم سے بیان اور ہم کو تو اونٹ کے چرانے ہی سے فرصت نہیں ملتی تھی۔

جب براءؓ نے خود علانیہ کہدیا کہ میں نے اکثر حدیثیں رسول اللہ سے

ف الاصابہ فی تمیز الصحابہ مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۸۹۔

نہیں سنیں کیونکہ مجھکو اونٹوں کے چرانے سے فرصت نہیں ملتی تھی تو اسکی تمام مرویات غیر معتبر ہوگئیں اور روایت زیر بحث سے استناد ہی درست نہیں رہا۔

معلوم نہیں کہ یہ روایت براء نے کس سے سنی اور جس سے سنی وہ مرد ثقہ بھی تھا یا نہیں۔

واقعہ حدیبیہ کے متعلق اور بھی روایتیں ہیں جن کو براء کے سوا دوسرے صحابہ نے بیان کیا ہے اور جن میں کی دو روایتوں کو ہم نے اوپر نقل کیا ہے کسی روایت میں یہ مضمون نہیں ہے کہ "علی نے رسول اللہ کے مٹانے سے انکار کیا تو آنحضرت نے کاغذ ان سے لیلیا اور مٹا کر خود محمد بن عبد اللہ لکھدیا" پس اس بارہ میں براء بن عازب کی روایت کا متفرد ہونا اس کے عدم صحت کی کافی دلیل ہے۔

پانچواں جواب

حدیث زیر بحث کو صحیح باور کر لینے کے بعد ہی ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ کا مطلب اسوقت حاصل ہو سکتا ہے جب عبارت روایت فاخذ رسول اللہ الکتاب فکتب۔ میں "فکتب" کو صیغہ ماضی معروف پڑھا جائے یعنی رسول اللہ صلعم نے عہد نامہ کو لیکر خود لکھا لیکن اس کے معروف ہی پڑھنے کے لئے کوئی بین وجہ نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ فَکُتِبَ ماضی مجہول کا صیغہ ہے یعنی فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الْکِتَابَ فَکُتِبَ ھٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ پس

رسول اللہ نے عہد نامہ کو لے لیا پھر لکھا گیا کہ یہ عہد نامہ ہے جس پر عہد کیا محمد بن عبداللہ نے فقط اور کتب کو صیغہ مجہول پڑھنے سے کسی قسم کی پیچیدگی واقع نہیں ہوتی مطلب صاف ہو جاتا ہے کہ جب علی نے لکھنے سے انکار کیا تو رسول اللہ نے کاغذ ان کے ہاتھ سے لیلیا اور پھر لکھا گیا

هذا ما قاضى عليه محمد بن عبد الله

اگر معترض کو کتب کے صیغہ مجہول پڑھنے میں کلام ہے اس کی وجہ پیش کرنی چاہیئے اور بتانا چاہیئے کہ اس کے مجہول پڑھنے میں کونسا امر مانع ہے۔ اب وہ ڈاکٹر اسپرنگر اور ان کے مقلدین بتائیں کہ روایت زیر بحث سے وہ اپنا لایعنی دعوے کیونکر ثابت کر سکتے ہیں۔

چھٹواں جواب

لکھنا بمعنی لکھوانا بھی مستعمل ہے اور یہ محاورہ دنیا کی ہر قوم و ہر زبان میں دائر و سائر ہے۔ ایک جاہل گنوارہ جو حرف سے بھی آشنا نہیں اور صحیح لفظ تک ادا نہیں کر سکتا کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو آج ایک خط لکھا ہے یا فلاں کو کل ایک خط لکھنے کا ارادہ ہے یا کسی کے خط جواب دینا ہے پس ان جیسے سب صورتوں میں لکھنا لکھوانے کے معنی میں آتا ہے سلاطین اور والیان ملک اور بڑے بڑے لوگوں میں جو خط و کتابت ہوتی ہے وہ ان کے ملازمین ہی لکھتے ہیں جو اس کام کے لئے مقرر ہوتے ہیں لیکن خط لکھنے کی اسناد اصل ہی کی طرف ہوتی ہے اور کہنے میں یہی آتا ہے کہ فلاں بادشاہ نے فلاں رئیس یا بادشاہ کو اس

مضمون کا مراسلہ لکھا ہے حالانکہ لکھنے والا کوئی دوسرا ہوتا ہے، بادشاہ صرف مضمون کے لکھنے کا حکم دیتا ہے اور اسی حکم کی وجہ سے اسکی طرف کتابت کی اسناد کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم یہاں شاہنامہ فردوسی کے چند اشعار پیش کرتے ہیں۔

ازاں پس خبر با فریدوں رسید — کہ گرشاسپ شد از جہاں ناپدید
یکے نامہ نزد نریماں نوشت — کہ ای پہلواں گرد نیکو سرشت

(۲)

یکے نامہ بنوشت شاہ زمیں — بخاور خدا وبہ سالار چیں

(۳)

سپہدار توراں دو دیدہ پر آب — شگفتے فرو ماندہ زا فراسیاب
یکے نامہ بنوشت ارژنگ وار — برو کرد صد گونہ رنگ ونگار

اشعار میں لکھنے کی نسبت بادشاہوں کی طرف کیگئی ہے حالانکہ معلوم ہے کہ ان میں سے کسی بادشاہ نے بھی اپنے ہاتھ سے کسی کو خط نہیں لکھا نہ بادشاہوں کا یہ کام ہے چنانچہ اس کی توضیح وتائید دوسرے مقامات سے ہوتی ہے۔

(۱)

سپہبد نویسندہ رامش خواند — دل آگندہ بودش ہمہ بر فشاند
یکے نامہ فرمود نزدیک سام — سراسر درود ونوید وخرام

(۲)

یکے نامہ بر حریر سپید — بدو اندروں بیم جنگ وامید
دبیر خردمند بنوشت خوب — پدید آورید اندر و زشت خوب

(۲)

دبیر جہاندیدہ را پیش خواند زباں برکشاد و سخن برفشاند

(۳)

دبیر نویسندہ را پیش خواند سخن ہرچہ بایست با او براند
بفرمانش بر نامۂ خسروی زعنبر نوشتند خط پہلوی

غرض کہ یہ محاورہ ہر زبان میں اس کثرت سے شایع و ذائع ہے جس کا احصار محال ہے اور یہ ایک ایسی معلوم و مشہور اصلاح ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا اور جب یہ امر متحقق ہے تو روایت زیر بحث مخالفین اسلام کیلئے کچھ مفید نہ رہی۔ ہم روایت کو بھی صحیح باور کریں۔ کَتَبَ کو صیغہ معروف بھی پڑھیں تو بھی مخالف کا یہ دعوی کہ رسول اللہ نے اپنے ہاتھ سے خود لکھا باطل ہو جاتا ہے کیونکہ لکھنا لکھوانے اور حکم کرنے کے معنی میں ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میری اتنی تحریر مخالف کو خاموش و لاجواب کرنے اور اپنے مدعا کے ثابت کرنے کے لئے کافی سے بہت زیادہ ہے

چھٹواں واہمہ

واہمہ پرست علمائے مسیحی فرماتے ہیں کہ محمد مصطفےٰؐ نے سلمان فارسی سے بہت کچھ علمی فائدے اٹھائے۔ سلمان فارسی مجوسی عالم اور مذہب مجوس کی متبرک کتاب ژند پاژند سے خوب واقف تھے وہ آخر مسلمان ہوئے اور ان کے مسلمان ہونے کے بعد محمد صلعم نے ان سے علمی استفادہ

کیا چنانچہ قرآن مجید میں جنت و دوزخ کے متعلق جسقدر رغبتیں ترغیب و ترہیب ہیں وہ سب، سلمان فارسی کی تعلیم ہے کیونکہ زند پاژند میں بھی ترغیب و ترہیب اور جنت و دوزخ کے بیانات اسی طرح واقع ہوئے ہیں

پہلا جواب

ہم پوچھتے ہیں کہ محمد مصطفےٰؐ نے تو سلمان فارسی سے ان کے مسلمان ہوچکنے بعد تعلیم حاصل کی ہوگی لیکن سلمان فارسی کے مسلمان ہونے کی کیا وجہ ہوئی۔ جب آپ کی ساری نبوت کی کائنات یہ تھی کہ قرآن کا ایک اچھا جزو، سلمان فارسی کے معلومات زند و پاژند پر مدوّن و مولف ہوا، اور انہیں کی زبان سے جو کچھ سُنا، اس کو اپنی زبان میں ترجمہ کرکے وحی الٰہی قرار دیدیا تو سلمان فارسی محمد مسلم کی نبوت کے قائل کیسے ہوگئے۔ اور جو دھوکے دھڑی میں مسلمان ہوگئے تو ایسا سمجھدار عالم بعد کو اسلام پر قائم کیونکر رہا۔ پس سلمان فارسی کا مسلمان ہونا اور آخر دم تک اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا، واہمہ بازعلمائے مسیحی کی تمام بندیوں کا رد شافی جواب ہے۔

دوسرا جواب

ترغیب و ترہیب اور جنت و دوزخ کی قریباً تمام آیات ذیل کی باون ۵۲ سورتوں میں وارد ہیں۔

(۱) الاعراف	(۲) یونس	(۳) ہود	(۴) رعد	(۵) ابراہیم	(۶) الحجر
(۷) بنی اسرائیل	(۸) الکہف	(۹) مریم	(۱۰) طٰہٰ	(۱۱) الانبیاء	(۱۲) الحج
(۱۳) المؤمنون	(۱۴) الفرقان	(۱۵) العنکبوت	(۱۶) السجدہ	(۱۷) الفاطر	(۱۸) السبا
(۱۹) الصافات	(۲۰) ص	(۲۱) الزمر	(۲۲) حم السجدہ	(۲۳) الزخرف	(۲۴) الدخان
(۲۵) الجاثیہ	(۲۶) حٰمٓ	(۲۷) ق	(۲۸) القمر	(۲۹) الرحمٰن	(۳۰) الواقعہ
(۳۱) الملک	(۳۲) الحاقہ	(۳۳) المعارج	(۳۴) المزمل	(۳۵) المدثر	(۳۶) الدہر
(۳۷) المرسلات	(۳۸) النبأ	(۳۹) الغاشیہ	(۴۰) البلد	(۴۱) اللیل	(۴۲) القارعہ
(۴۳) النحل	(۴۴) الروم	(۴۵) الشوریٰ	(۴۶) الذاریات	(۴۷) الطور	(۴۸) الحدید
(۴۹) الصف	(۵۰)		(۵۱) الطفیف		(۵۲) یٰسٓ

ان سورتوں کے علاوہ جو چند آیتیں دوسری سورتوں میں جنت و دوزخ کے متعلق آگئی ہیں وہ کوئی نئے مضامین کی آیتیں نہیں ہیں بلکہ ان کو مکررات سمجھنا چاہیئے۔

بہر حال جنت و دوزخ کے متعلق جتنی آیتیں قرآن مجید میں ہیں وہ تمام انہیں (۵۲) سورتوں میں ہیں اور یہ سب سورتیں مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں۔

سلمان فارسی مدینہ میں ہجرت کی بعد[ع] مسلمان ہوئے اور ۳۶ھ میں فوت ہوئے اس حساب سے تمام آیات جنت و دوزخ سلمان فارسی کے مسلمان ہونے سے پہلے ہی نازل ہو چکی تھیں پس واہمہ باز مخالفین اسلام کا یہ کہنا کہ قرآن مجید کی آیات ترغیبی و ترہیبی سلمان فارسی کی تعلیم کا نتیجہ ہیں کتنا بڑا مغالطہ اور کیسا صاف و صریح کذب و افترا ہے تعجب ہے کہ علامہ ریورنڈ راڈویل صاحب اپنے انگریزی ترجمۂ قرآن مجید میں مذکورۂ بالا باون (۵۲) سورتوں کو مکی تسلیم کرتے ہیں اور پھر بھی ترغیبات و ترہیبات کو سلمان فارسی کی تعلیم بتلاتے ہیں۔ حالانکہ ان کو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ سلمان فارسی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلام لائے جبکہ آیات جنت و دوزخ بتمامہا اتر چکی تھیں اور یہ امور ایسے مشہور و معلوم ہیں جن کو تاریخی دنیا کا بچہ بچہ جانتا ہے اگر اسلام پر نکتہ چینی کرنے والے مسیحی علماء نہ جاننے کا عذر کریں تو اس مبلغ علم پر یہ نکتہ چینیاں؟ نہایت شرمناک بات ہے ؎

بت کریں آرزو خدائی کی شان ہی تیری کبریائی کی

علامہ ای۔ یم۔ وہیری۔ ایم۔ اے۔ اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ سلمان فارسی نے ہجرت سے بہت پہلے پیغمبر اسلام سے

ع اصابہ فی تمیز الصحابۃ ۱۲۔

ملاقات کی مگر مظہر میں ساتھ رہے اور پیغمبر اسلام ان کے علم و فضل سے مستفید ہوتے رہے پھر جب آنحضرت نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو مدینہ پہونچکر مسلمان ہو گئے۔

جواب

افسوس ہے کہ فخر یورپ علمائے مسیحی بے سند اور صریح جھوٹ بولتے ہیں اور شرم نہیں کرتے۔

اولاً یہ تو دعویٰ کیا اور دلیل ندارد اس کا کیا تاریخی ثبوت ہے کہ سلمان فارسی ہجرت سے پہلے آنحضرت سے ملے کوئی کمزور سے کمزور روایت بھی تو پیش کی ہوتی کہ قسم کھانے کو جگہ رہتی واقعی ان متعصب علمائے مسیحی کو بے سند دعووں کے کرنے اور اسلام پر افترا باندھنے میں کمال حاصل ہے

دوسرے یہ کہ جب سلمان فارسیؓ خود پیغمبرؐ کے استاد تھے اور دیکھتے تھے کہ میری ہی بنائی ہوئی باتوں کو وہ آسمانی وحی قرار دیکر اپنے کو رسول اللہ مشتہر کرتے ہیں تو باوجود اس علم کے انھوں نے پیغمبر کے مذہب مصنوعی کو کیوں اختیار کیا اور مرتے دم تک اسلام پر مضبوطی سے کیوں قایم رہے۔

تیسرے یہ کہ سلمان فارسیؓ نے اگر اپنی استادی کو خود راز میں رکھا تو مسٹر ویری اور سر ولیم میور وغیرہ تک یہ کہانی کس طرح پہونچی؟ اگر انھوں نے راز میں نہیں رکھا بلکہ ظاہر کر دیا کہ محمد کی ساری نبوت میری تعلیم کی بدولت ہے تو یہ راز فاش ہو کر مشہور کیوں نہیں ہوا۔ اور اگر مشہور ہوا تو اسلام کے دشمنوں کے نوشتوں میں اس کا پتہ کیوں نہیں ہے

جو یورپ کے دشمنان اسلام گھبرا گھبرا کر اسلامی تواریخ ٹٹولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کی تاویلات رکیکہ اور تحریفات جلیہ سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تیسرا جواب

اتنا کہدینا کہ زند پاژند میں دوزخ وجنت کی ترغیب وترہیب اسی طرح پر ہے جس طرح قرآن مجید میں وارد ہے اسلیے عظیم الشان دعوے کی کمزور ثبوت بھی نہیں بن سکتا۔ کم از کم ان دونوں کتابوں کے بیس تیس مقامات کو بالمقابلہ نقل کرکے پیش کرنا چاہیے تاکہ دیکھنے والے وزن کرسکیں کہ دعویٰ کیا ہے اور دلیل کیا ہے۔

چوتھا جواب

اگر یہ صحیح بھی ہو کہ قرآن مجید میں جنت ودوزخ کی وہی ترغیبات وترہیبات ہیں جو کتاب زند پاژند میں ہیں (حالانکہ یہ دعویٰ محض غلط ہے) تو اس سے آنحضرت کا سلمان فارسی سے تعلیم پانا یا قرآن مجید کا زند پاژند سے ماخوذ ہونا لازم نہیں آتا۔

اولاً: اسوجہ سے کہ سلمان فارسی مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے جس وقت قرآن کا بیشتر حصہ نازل ہوچکا تھا اور جنت ودوزخ کی قریباً کل آیتیں اُتر چکی تھیں ایسی حالت میں تعلیمات قرآنیہ

تعلیم سلمان فارسی کہنا ابلہ فریبی ہے۔

ثانیاً:- اسوجہ سے کہ دنیا کے ہر مذہب حق کا موضوع ایک ہی ہے یعنی انسان کو بری باتوں سے روکا جائے اور اچھی باتوں کی ہدایت دیجائے پھر اس کو واضح طور پر بتایا جائے کہ اس دنیا کے ماوراء ایک اور عالم ہے جہاں انسان مرنے کے بعد جاتا ہے وہاں نیکی و بدی کی جزاء و سزا پاتا ہے نیکیوں کے بدلے میں عمدہ عمدہ راحت کی چیزیں اور آرام و آسائش کے سامان ہیں اور گناہوں کی پاداش میں سخت ترین عذاب و عقاب پس جس مذہب میں ترغیب بلا ترہیب ہے یا ترہیب ہے مگر ترغیب نہیں ہے یا ترغیب و ترہیب کچھ نہیں ہے وہ مذہب مکمل نہیں ہے اور وہ کبھی فروغ نہیں پا سکتا نہ اس کی اشاعت عام ہو سکتی۔ کیونکہ ترغیب و ترہیب مقتضائے بشریت ہے جب تک ڈرایا نہ جائے کہ فلاں کام کرنے میں یہ خرابیاں ہیں یا اس کے ارتکاب سے یہ یہ سزائیں بھگتنی پڑتی ہیں انسان اس کام سے باز نہیں آتا اس لئے کہ کسی کام سے باز رہنے کے لئے کوئی وجہ ہونی چاہیئے خصوصاً ایسے کام جن کے ارتکاب میں بالفعل لذت یا نفع ہو۔ اسی طرح جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ فلاں فلاں کام اچھے ہیں اور ان کے کرنے سے راحت و آسائش کا ملنا یقینی ہے، انسان ان کے کرنے پر دل سے متوجہ نہیں ہوتا پس جب مذہب نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ تم فلاں فلاں کام کرو اور فلاں فلاں کام نہ کرو تو ساتھ ہی ترغیب و ترہیب بھی واجب ہوئی کہ اطاعت میں اور احکام شریعت کے بجالانے میں یہ فوائد اور آرام و آسائش ہیں اور ارتکاب نواہی و معاصی میں یہ نقصانات

وضرارت ہیں تاکہ نعمتوں کے خیال سے انسان اُن احکام کی بجا آوری میں کوشش کرے اور عذاب وضرارت کے خوف سے اُن کاموں سے باز رہے۔

جب اسقدر ثابت ہوگیا کہ ہر مذہب حق کے لئے لنعیم بعد الموت کی بشارت اور عذاب مابعد الموت کی ترہیب لازمی وضروری ہے تو دنیا کی ناطق مخلوق کو ترغیب وترہیب انہیں چیزوں میں ہوگی جو ان کے گردوپیش ہیں جن سے وہ لذت اٹھاتے ہیں اور جن کو وہ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ جن چیزوں کو ہم نے دیکھا نہیں جن کی لذت معلوم نہیں یا جو چیزیں ہماری سمجھ سے باہر ہیں ان کی رغبت دلانی یا ان سے ڈرانا محض بے فائدہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا کی جن چیزوں سے انسان لذت یا نفع اٹھاتا ہے اور جن چیزوں سے اس کو تکلیف پہنچتی ہے اُن تمام لذائذ وتکالیف میں دنیا کے سارے بنی آدم برابر کے حصہ لینے والے ہیں۔ پھر جب تمام بنی آدم کیلئے لذائذ وتکلیفات ایک ہی ہیں تو تمام مذاہب حقہ کی ترغیب وترہیب کا متحد ہونا بھی ضرور ہے۔

پس اگر قرآن مجید نے انہیں چیزوں کی ترغیب دی اور انہیں چیزوں سے ڈرایا جو زند پاژند یا دوسری آسمانی کتابوں میں مذکور ہیں تو اس میں کون سی قباحت ہے اور اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ آنحضرت نے ان مضامین کو زند پاژند سے اخذ کرلیا؟ بلکہ دوسری آسمانی کتابوں سے قرآن کا مطابق ہونا اُس کے آسمانی کتاب ہونے کی دلیل ہے۔ ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

ساتواں واہمہ

عقل کے دشمن کہتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ ایک پڑھی لکھی سمجھدار اور اپنے مذہب کی بڑی واقف کار عورت تھی۔ وہ لونڈی کی حیثیت سے پیغمبر اسلام کی حرم میں داخل ہوئی چنانچہ اس کے بطن سے آنحضرت کے ایک بیٹا ابراہیمؑ پیدا ہوا جو چند مہینوں کا ہو کر فوت ہو گیا قرآن کی تدوین اور نئے مذہب کے قائم کرنے میں آپ کو اس عورت سے بھی بہت کچھ مدد ملی اور اسلام کے بہت سے مسائل اس کی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ اگرچہ عام مورخین اس کے قائل ہو گئے ہیں کہ ماریہ قبطیہ آنحضرت کی لونڈی تھی جس کو والی اسکندریہ نے تحفہ میں بھیجا تھا اور اس کے بطن سے ابراہیم بن محمدؐ پیدا ہوئے لیکن میرے نزدیک اس کی کچھ اصلیت ہی نہیں ہے ماریہ قبطیہ ہرگز رسول اللہ صلعم کی کوئی لونڈی نہیں تھی نہ ابراہیم بن محمد کسی لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہوئے خود حاطب بن ابی بلتعہ کا والی اسکندریہ کے پاس بطور وفد رسول کے جانا ثابت نہیں ہے۔

اولاً:۔ اس وجہ سے کہ یہ روایت (کہ حاطب بن ابی بلتعہ رسول اللہ کی طرف سے بطور وفد مقوقس والی مصر و اسکندریہ کے پاس گئے۔ اس نے تین لونڈیاں تحفہ کے طور پر پیش کیں جن میں سے ماریہ قبطیہ کو آنحضرت اپنے تصرف میں لائے جس سے ابراہیم پیدا ہوئے) صحاح ستہ کی کسی حدیث میں نہیں ہے بلکہ یہ روایت طبرانی کی ہے جو ایسی واہی تباہی کہانیوں کی روایت کر دینے کا عادی ہے اور بعد والے مورخین نے آنکھ بند کر کے

اس کی تقلید کی اور سب نقل کرتے چلے آئے۔

دوسرے :- اسوجہ سے کہ ماریہ قبطیہ سے ایک حدیث بھی مروی نہیں ہے حالانکہ اگر وہ آنحضرت کے تحت میں ہوتی تو ضرور کچھ نہ کچھ حدیثیں اس سے روایت کی جاتیں۔

ابراہیم بن محمد ماریہ قبطیہ کے نہیں حضرت خدیجۃ الکبرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے یہ محل اس بحث کا نہیں ہے ورنہ ہم اس کو اچھی طرح ثابت کر دکھاتے انشاء اللہ تعالیٰ اس مبحث میں آئندہ بشرط فرصت ایک مستقل رسالہ لکھا جائے گا۔ بہرحال اگر عام مورخین کی تقلید میں اس روایت کو مان لیا جائے تو اس واہمہ کے تین عمدہ جواب ہیں۔

پہلا جواب

سنہ ہجری میں جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان عرب وعجم کے پاس سفارتیں بھیجیں اور سب کو اسلام کی دعوت دی ان سفارتوں میں سے ایک سفارت بادشاہ مقوقس والی مصر و اسکندریہ کے پاس بھیجی گئی جس کے سردار حاطب بن ابی بلتعہ[عہ] تھے۔ مقوقس بادشاہ نے آپ کو نبی اللہ تسلیم کیا۔ و فد رسول اللہ صلعم کو عزت و احترام کے ساتھ مہمان رکھا اور تعظیم و تکریم کے ساتھ جواب دیکر رخصت کیا تو بطور بادشاہی تحائف کے تین چیزیں ساتھ بھیجیں۔ ایک اونٹ جس کا نام دلدل تھا

عہ تہذیب الاسماء للامام النووی مطبوعہ صفحہ ۲۹۲۔

دوسرے خچر تیسرے۔ دو یا تین لونڈیاں جن میں کی ایک ماریہ قبطیہ تھی۔ لونڈیوں میں سے ماریہ قبطیہ کو آنحضرت نے خود لیلیا جس سے ابراہیم پیدا ہوئے اور بقیہ کو دوسرے (صحابہ) کے حوالہ فرما دیا یہ ماریہ قبطیہ آخر کو مسلمان ہوگئی اور سنہ ۱۶ ہجری میں حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت میں اُس نے انتقال کیا۔

تاریخ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ اسلام سے پہلے جن ممالک میں لونڈی غلاموں کا رواج تھا وہاں ان لوگوں کی کیا آؤ بھگت تھی اور کس طرح ان کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا۔ اور کس قسم کی تعلیم ان کو دیجاتی تھی۔ ماریہ قبطیہ لونڈی تھی۔ وہ ہرگز کوئی پڑھی لکھی عورت نہ تھی اور بفرض محال اگر پڑھی لکھی تھی بھی تو اس کی تعلیم اس درجہ کی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ محمد مصطفےٰ جیسے ربانی علم والے کو کچھ سکھا سکتی اور اس کی تعلیم پر اسلام جیسے برتر مذہب کی بنا قائم ہوتی۔

دشمن اسلام کو چاہیئے کہ ماریہ قبطیہ کا علم و فضل ثابت کرے۔ پھر اس بات کا ثبوت دے کہ پیغمبر اسلام نے اس سے پڑھا اور نیز یہ کہ ماریہ کس مذہب کی عورت تھی اور کون سے مسائل اسلام اس کی تعلیم پر قائم کئے گئے۔ اور اگر وہ ان امور پر کمزور سے کمزور دلیل بھی قائم نہیں کر سکتا اور واقعی نہیں کر سکتا۔ تو ایسی واہی تباہی باتیں کرنے سے پہلے اسکو اپنے بیمار دماغ کا علاج کرنا چاہیئے۔

دوسرا جواب

ماریہ، بت پرست قبطی قوم کی ایک بت پرست عورت تھی۔ اگر وہ صاحب علم

اور اپنے مذہب سے واقف تھی بھی تو وہی بت پرستی کے مسائل جانتی ہوگی جن کی قرآن مجید نے تکذیب کی اور جن کی بیخ و بنیاد کو اکھیڑ کر پھینک دیا پس اگر ماریہ قبطیہ کی وجہ سے پیغمبر اسلام کو کچھ معلومات ہوئے تو ان معلومات سے آپ کی نبوت کو کسی قسم کا ہرج نہیں پہونچ سکتا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ اور اس جیسے بت پرست اور باطل مذہب والوں سے آپ کو ان کے جزوی مسائل وضاحت کے ساتھ معلوم ہوئے جن کو کھلے طور پر آپ نے باطل کر دیا۔

تیسرا جواب

ماریہ قبطیہ ۷ھ ہجری میں مدینہ منورہ آئی اور اس کے آنے کے تین ہی سال بعد آنحضرت نے دنیا سے رحلت فرمائی تو ماریہ قبطیہ کے آنے کیوقت مذہب اسلام قریباً مکمل ہو چکا تھا۔

میں نہیں سمجھتا کہ ایسی حالت میں ماریہ کو رسول کی معلمہ قرار دینے سے مخالفین اسلام کیا نفع اٹھا سکتے ہیں۔ اور یہ تعلیم کہاں تک قادح نبوت ہو سکتی ہے۔

آٹھواں واہمہ

جس کا درجہ کذب سیاہ سے بھی زیادہ ہے یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل کے ایک بہت بڑے یہودی عالم تھے

اور ان سے پیغمبر اسلام نے توریت کی تعلیم پائی اور مسائل توریت کو قرآن میں داخل کیا۔

پہلا جواب

اگر دن کو رات ماننا ممکن ہے تو ہم اس واہمہ کو مان کر گزارش کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے اگر توریت کے مسائل کو عبداللہ بن سلام سے معلوم کر لیا تو انہیں مسائل کو معلوم کیا ہوگا جن کو قرآن مجید نے منسوخ و باطل کر دیا۔ پھر تو ایسی تعلیم سے قرآن کے کلام اللہ ہونے اور پیغمبر کی نبوت میں کوئی قدح نہیں ہوئی۔

دوسرا جواب

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں رہے عبداللہ بن سلام سے ملاقات نہیں ہوئی مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد سنہ ہجری میں عبداللہ بن سلام نے خدمت شریف میں حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا[۵] اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آنحضرت کا دعوائے نبوت ہر طرف عام ہو گیا تھا اور قرآن مجید کا بیشتر حصہ (قصص و احکام) مکمل ہو چکا تھا۔ سمجھدار وہ ہے جو بات کرنے سے پہلے سوچ لے کہ ہماری بات کہاں تک قبول کیجا سکتی ہے اور وہ قبول

---

[۵] الاصابہ فی تمییز الصحابہ ۱۲۔

ہونے کے قابل ہے بھی یا نہیں افسوس کہ علمائے مسیحی افراط تعصب میں اس کا ذرا خیال نہیں کرتے۔

نواں واہمہ

مسٹر ڈی۔ ایس مارگولی[1] اوڈھ طبقات ابن سعد (جلد ۳ صفحہ ۱۶۲) کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ جس وقت پیغمبر اسلام مکہ معظمہ میں زید بن ارقم کے مکان میں اپنی خفیہ پارٹی کے ساتھ تشریف فرما تھے صہیب بن سنان اور عمار بن یاسر دو غلام پوشیدہ طور پر آپ کے پاس آتے اور آپ کو تعلیم دیتے تھے۔ قرآن کی تصنیف و تالیف انہیں لوگوں کی مدد سے ہوئی۔

جواب

اتنا سچ ہے کہ صہیب بن سنان اور عمار بن یاسر زید بن ارقم کے مکان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے چنانچہ اسی مکان میں یہ دونوں مسلمان ہوئے رہی یہ بات کہ عمار بن یاسر اور صہیب بن سنان آپ کو تعلیم دیتے تھے اور یہ کہ قرآن کی تصنیف میں شریک تھے ایک نمایاں کذب و افترا اور طبقات ابن سعد کا حوالہ دینا اس سے بڑھ کر بہتان عظیم اور دنیا کی آنکھ میں خاک جھونکنا ہے۔ طبقات ابن سعد جلد (۳) صفحہ (۱۶۲) میں صاف

---

[1] دیکھو کتاب Mohammed and the Rise of Islam (by) D. S. Margoliouth

لکھا ہے کہ :-

اخبرنا محمد بن عمر قال
حدثنی عبد اللہ بن ابی
عبیدۃ عن ابیہ قال
عمار بن یاسر لقیت
صہیب ابن سنان
علی باب دار الارقم
و رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فیہا
فقلت ما تریل فقال
ما تریل انت فقلت
اردت ان ادخل
علی محمد فاسمع
کلامہ قال و انا
اریل ذلک قال
فدخلنا علیہ فعرض
علینا الاسلام فاسلمنا
ثم مکثنا یومنا علی
ذالک حتی امسینا ثم
خرجنا و نحن مستخفون
فکان اسلام عمار

خبر دی ہم کو محمد بن عمر نے کہا انھوں نے
کہ خبر دی مجھکو عبد اللہ بن ابی عبیدہ نے
اپنے باپ سے کہ کہا عمار بن یاسر نے
کہ ملاقات کی میں نے صہیب بن سنان
سے ارقم کے مکان کے دروازہ
پر درانحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم گھر میں موجود تھے تو میں نے
صہیب سے پوچھا کہ تمہارا کیا ارادہ
ہے انھوں نے جواب دیا کہ جو
تمہارا ارادہ ہے میں نے کہا میرا
ارادہ تو یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس جاؤں اور اس کی بات
سنوں صہیب نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے
عمار کا بیان ہے کہ پھر ہم دونوں محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو ہم
پر اسلام پیش کیا گیا پس اسلام قبول کیا
ہم نے پھر دن بھر وہیں ٹھیرے رہے
ہم یہانتک کہ شام کی ہم نے پھر وہاں سے
نکلے ہم درحالیکہ ہم پوشیدہ رہتے
تھے تو عمار اور صہیب کا

وصهيب بعد بضعة وثلاثين رجلا۔	اسلام کتیس یا انتالیس مردوں کے بعد تھا۔

اس کے سوا ابن سعد میں کہیں اس بات کا اشارہ بھی نہیں ہے کہ عمار بن یاسر اور صہیب بن سنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی تعلیم دیتے تھے یا قرآن مجید کی تدوین و تصنیف میں ان کی کسی قسم کی شرکت تھی۔

اللہ اکبر! طبقات ابن سعد چھپی ہوئی کتاب ہے ہر گلی کوچہ کے عربی کتب خانہ میں عام طور پر ملتی ہے دنیا سے عربی جاننے والے مفقود نہیں ہوئے ہیں باوجود ان امور کے سٹرمار گولوٹھ نے کس جرأت کے ساتھ لکھدیا کہ صہیب بن سنان اور عمار بن یاسر دو غلاموں کا رسول خدا کو تعلیم دینا ابن سعد میں مذکور ہے اور تاریخ جاننے والوں سے کچھ شرم نہیں کی جب مطبوعہ کتب پر افترا باندھنے کا یہ حال ہے تو جو کتابیں نایاب و غیر مطبوع ہیں یا جن کی زبانیں مروج نہیں ہیں ان کے حوالوں میں اور انکی تحریف و تغیر میں کیا کچھ آفتیں نہ ڈھاتے ہوں گے پھر ظاہر ہے کہ جس قوم نے توریت و انجیل جیسی آسمانی کتابوں کو محرف کر ڈالا اس کو غیر آسمانی کتابوں کے محرف کرنے میں کونسا امر مانع آسکتا ہے پس عاقل کو چاہئے کہ ایسے مورخین کے حوالوں اور محض بیانات پر اعتماد نہ کرے جبتک خود معلوم نہ کرلے۔

دوسرا جواب

صہیب بن سنان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض صہیب بن سنان

کہتے ہیں۔ بعض خالد بن عمرو بن عقیل کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام طفیل بن عامر بن جندلہ بن سعد بن جدیم بن کعب بن سعد بن اسلم ہے بہرحال درحقیقت نام جو کچھ رہا ہو وہ مشہور صہیب بن سنان کے نام سے ہیں اور وہ رومی الاصل تھے علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کے باپ اور چچا کسریٰ کی طرف سے ایلہ کے عامل تھے دریائے دجلہ کے کنارے موصل کی طرف ان کی بستی تھی۔

غرضکہ صہیب کا نشو و نما روم میں ہوا۔ یہ بچے ہی تھے کہ رومیوں نے لوٹ مار کر ان کو پکڑ لیا۔ ایک زمانہ تک غلامی میں نشو و نما پاتے رہے پھر قبیلہ بنی کلب کے ایک شخص نے ان کو خریدا اور مکہ معظمہ میں لاکر عبداللہ بن جدعان تیمی کے ہاتھ بیچ دیا لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد عبداللہ بن جدعان نے ان کو آزاد کر دیا۔[1] بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ صہیب بن سنان رومیوں کی غلامی سے گھبرا کر جان بچا کے بھاگے اور مکہ معظمہ پہنچے مگر یہ روایت عام مورخین میں معتمد علیہ نہیں ہے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صہیب رومی کا اکثر زمانہ اور خاص کر زمانہ تعلیم و تربیت غلامی میں گزرا پھر جب آزاد ہوئے تو مشرکین مکہ کی صحبت نصیب ہوئی جو سوائے بدمعاشی۔ جہالت۔ زنا۔ بت پرستی کے دوسرا کوئی عمدہ کام جانتے ہی نہیں تھے۔ تو ایسے شخص (صہیب بن سنان) کی نسبت یہ کہنا کہ وہ مذہب مسیحی کا بڑا واقف کار تھا۔ صاحب علم و فضل تھا۔ محمد مصطفےٰ کا استاد اور تصنیف قرآن میں شریک تھا بلکہ اسلام کی بنا

---

[1] کتاب الاصابہ و ترجمہ قرآن از مسٹر ویری ۱۲۔

اسی کی وجہ سے قائم ہوئی ؟ کسی سمجھدار منصف کا کام نہیں ہے۔

اولاً :- تو رومیوں کے غلاموں کو پڑھنا ہی جرم تھا رومی نصاریٰ نہ اپنے غلاموں کو پڑھاتے تھے نہ ان کو پڑھنے کا موقع دیتے تھے

ثانیاً :- یہ کہ ان رومی غلاموں کی تعلیم جرم نہ بھی رہی ہو تو صہیب بن سنان کو علم و فضل حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ دشمنان اسلام کوئی تاریخی روایت پیش نہیں کر سکتے کہ صہیب رومی کا شمار کبھی ذی علم لوگوں میں رہا ہے۔ اور جب ان کی علمی قابلیت اتنی بھی نہ تھی کہ اہل علم میں اُن کا نام لیا جاتا تو ہمارے مسیحی دوستوں کا یہ دعویٰ کہ "محمد مصطفےٰ نے ان سے علم حاصل کیا اور قرآن جیسی جلیل الشان کتاب اُن کی امداد سے مصنّف ہوئی، کسقدر بعید العقل ہے۔

علی ہذا القیاس عمار بن یاسر بھی معمولی اور غلامی سے آزاد کئے ہوئے لوگوں میں سے تھے۔ نہ وہ کوئی صاحب علم شخص تھے نہ کسی آسمانی مذہب کے واقفکار تھے۔ وَمَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ۔

دسواں واہمہ

علامہ راڈویل مترجم قرآن۔ علامہ وپری ایم۔ اے مترجم قرآن علامہ اسپرنگر اور سر ولیم میور وغیرہ مسیحی علماء لکھتے ہیں کہ :-

(۱) بلعام آہنگر (۲) یعیش غلام بنی مغیرہ

(۳) جبر غلام عامر بن الحضرمی (۴) یسار غلام

(۵) عایش غلام خویلد بن عبد العزیٰ (۶) عداس غلام عتبہ بن ربیعہ

(۷) قیس نصرانی (۸) حاطب بن ابی بلتعہ
(۹) صہیب بن سنان (۱۰) عمار بن یاسر
(۱۱) عبد اللہ بن سلام یہودی (۱۲) سلمان فارسی

یہ بارہ شخص جن میں کے اکثر غلام تھے، پیغمبر اسلام کے استاد و معلم تھے۔ یہ سب آپ کی خفیہ پارٹی کے اعلیٰ ترین ممبر تھے جو زید بن ارقم کے گھر میں جمع ہو کر قرآن کی تصنیف و تالیف کرتے تھے۔ قرآن کے تمام مسائل انہیں لوگوں کی طباعیوں کا نتیجہ ہیں اور اسلام ایک نیا مذہب جو مذہب یہود و نصاریٰ وغیرہ کا معجون مرکب ہے انہیں یاروں کی کرامات ہے۔

پہلا جواب

ہمارے ان مسیحی عنایت فرماؤں کی یہ کوئی ذاتی جدید تحقیقات نہیں ہے۔ بعض کفار مکہ بھی عاجز آکر ایسی ہی ہٹ دھرمی کے بلا دلیل دعوے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید نے دو مقامات پر کفار کے ایسے مطاعن کو نقل کر کے ان کی تکذیب فرمائی ہے۔

پہلی آیت سورۃ الفرقان میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۙ وَقَالُوْٓا

اور کافر (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ یہ تو نرا جھوٹ ہے جسکو اس (محمد) نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اسکی مدد کی (ایسی بات کہنے سے) یہ لوگ (بڑے ہی) ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے اور (یہ بھی) کہتے ہیں کہ

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ	(قرآن) اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں جسکو اس
اِکْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰی	(شخص) نے کسی سے لکھوا لیا ہے اور وہی
عَلَیْهِ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا۔	صبح و شام اسکو پڑھ پڑھ کر سنائی (اور یاد کرائی) جاتی ہیں

دوسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ	اور (اے پیغمبر!) ہم کو تحقیق معلوم ہے کہ کفار (قرآن
یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ	کی نسبت) اشتباہ کرتے ہیں کہ جو نہ ہو اس شخص
بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِیْ	(محمد) کو کوئی آدمی سکھا یا کرتا ہے سو جس شخص
یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ	کی طرف (سکھانیکی) نسبت کرتے ہیں
اَعْجَمِیٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ	اس کی بولی تو عجمی ہے اور یہ (قرآن)
عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ	صاف عربی زبان (میں) ہے

مطلب یہ ہے کہ قرآن کی عبارت بڑی فصیح عربی ہے غیر ملک کا آدمی ایسی عمدہ عربی جان نہیں سکتا۔ تو وہ دوسرے کو کیا سکھائے۔ قرآن کے مقابلہ میں جب کفار مکہ کی کوئی دلیل و تدبیر پیش نہ گئی تو "کھسیانی بلی کھمبا نوچی" انھوں نے عاجز آکر یہ انوکھا طعن قرآن پر کر دیا کہ محمد کو کوئی شخص سکھاتا ہے اور اسی آموختہ کو وہ وحی الٰہی اور کلام ربانی کہکر دوسروں کو فریب دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس طعن کے دو جواب دئے ایک یہ کہ محمد صلعم کو جو شخص سکھاتا ہے وہ عربی ہے یا غیر عربی؟ اگر غیر عربی ہے تو عجمی شخص جس کی مادری زبان عربی نہیں ہے نہ خود فصیح عربی بولنے پر قدرت رکھتا وہ دوسرے (محمد) کو فصیح عربی کی تعلیم کیونکر دے سکتا ہے؟ اور بفرض محال اگر عجمی شخص قرآن جیسی عبارت سکھا سکتا ہے تو جس طرح محمد دوسرے سے قرآن لکھوا لیتے ہیں

تم بھی دوسروں سے اس کے جواب میں ویسی ہی فصیح عبارت لکھوا کر قرآن کے دعوے کو باطل کر دو۔

دوسرا جواب

قرآن مجید کی فصاحت ایسے اعلیٰ ترین درجہ پر ہے کہ فصحائے عرب جن کو اپنی فصاحت و بلاغت اور قادر الکلامی کے بڑے بڑے دعوے تھے اپنی مجموعی طاقت سے بھی قرآن جیسی فصیح ایک چھوٹی سی چھوٹی سورت بنا نہ سکے۔ پس اگر محمد کو قرآن سکھانیوالا شخص عربی ہے (درانحالیکہ وہ کوئی مشہور فصیح نہیں ہے) تو دوسرے فصحائے عرب جو فصاحت و قدرت کلام میں اپنی نظیر اسی کو سمجھتے تھے قرآن کے مثل بنانے پر کیوں نہیں قادر ہو سکے؟ کیونکہ اعلیٰ درجہ کا فصیح ادنیٰ درجہ کے فصیح سے بہتر کلام کہہ سکتا ہے نہ یہ کہ اس کے برابر کہنے پر بھی قادر نہ ہو۔

پھر اگر قرآن عجمی لوگوں کا بنایا ہوتا جن کی مادری زبان عربی نہیں تھی تو فصحائے عرب بطریق اولیٰ قرآن جیسی عمدہ عبارت لکھتے تھے حالانکہ تمام موجودہ فصحائے عرب کو خود عجز کا اعتراف تھا اور کسی نے ایک آیت بھی جواب میں بنا کر پیش کرنے کی جرأت نہیں کی۔ یہ اس امر کی بیّن دلیلیں ہیں کہ قرآن نہ تو عجمیوں کا بنایا ہوا ہے۔ نہ عرب کے کسی فصیح کا بلکہ وہ سرے سے بشر ہی کا کلام نہیں ہے وھو کلام المالک الملک العلام۔

تیسرا جواب

قرآن مجید نے کفار کے اتنے ہی اعتراض کو نقل کیا ہے کہ محمدؐ کو کوئی شخص سکھاتا ہے۔ اس بات کی صراحت نہیں کی کہ آخر وہ کون شخص تھا جس کی نسبت کفار کو محمد مصطفےٰ کے معلم ہونیکا گمان فاسد تھا کیوں کہ اس صراحت کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔

مفسرین نے اس شخص کی تعیین میں بہت اختلاف کیا ہے۔

(۱) ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ مکہ میں ایک آہنگر تھا بلعام جس کو آنحضرت کچھ مذہبی باتیں سکھاتے تھے۔ یہ بلعام مذہب کا عیسائی اور عجمی تھا۔ کفار نے اسی کو آپ کا معلم قرار دیدیا۔

(۲) عکرمہ سے روایت ہے کہ بنی مغیرہ کا ایک غلام تھا یعیش جسکو آنحضرت قرآن سکھاتے تھے۔ مشرکین مکہ نے جو آپ کو اس کے مکان پر آتے جاتے دیکھا تو آواز سے کہنے لگے کہ یعیش ہی محمد کو قرآن سکھاتا ہے۔

(۳) محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ بنو حضرمی میں سے کسی کا ایک نصرانی غلام تھا جبر اور وہ کچھ انجیل پڑھا ہوا تھا اس کی نسبت مشرکین کو یہ شبہ گذرا۔

(۴) عبداللہ بن مسلمہ سے روایت کی گئی ہے کہ ہم میں کے دو غلام تھے ابو فکیہہ یسار اور جبر۔ یہ دونوں تلوار بنانے کا پیشہ کرتے تھے اور مکہ میں توریت و انجیل پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت جب ادہر سے گذرتے اور

ان دونوں کو پڑھتے ہوئے دیکھتے تو ٹھیر کر سننے لگتے پھر جب مشرکین مکہ آپ کو بہت ایذا دیتے تو ان دونوں کے پاس آکر کچھ دیر بات چیت میں دل بہلاتے تھے۔ مشرکین کو تو کچھ نہ کچھ بات شگوفہ چھوڑنے کیلئے درکار ہی رہتی تھی یہ دیکھکر بکواس کرنے لگے کہ ہو نہ ہو محمد (صلعم) ان دونوں سے توریت و انجیل پڑھتے ہیں۔

(۵) فراء سے روایت ہے کہ خویطب بن عبد العزیٰ کا ایک نصرانی اور عجمی غلام عایش تھا۔ اس کو مشرکین محمد مصطفےٰ کا معلم قرار دیتے تھے۔

(۶) بعض مفسرین نے عداس غلام عتبہ بن ربیعہ کے کو لکھا ہے۔

(۷) بعض جبار بن یاسر کو کہتے ہیں۔

(۸) بعض کہتے ہیں کہ قیس ایک نصرانی تھا جو آپ کو انجیل پڑھایا کرتا تھا۔

(۹) بعض سلمان فارسی کو لکھتے ہیں۔

(۱۰) بعض نے حاطب بن ابی بلتعہ کو لکھا ہے۔

مسٹر وری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک نہیں بلکہ سب کے سب آنحضرت کو سکھاتے اور آپ کی مضیہ پارٹی کے جانباز ممبر تھے۔ نمبر ۲ سے نمبر ۱۰ تک جن پانچ نفوس کا مذکور ہے یعیش، جبر، یسار، عایش اور عداس وہ سب غلام تھے۔ وہ کوئی مشہور لوگوں میں نہیں تھے نہ مسٹر وری اور سر ولیم میور وغیرہ نے کہیں اس امر کا ثبوت دیا ہے کہ وہ توریت و انجیل کے بڑے واقف تھے بلکہ اگر وہ لوگ کچھ مذہب مسیحی سے واقف بھی تھے تو غلامی نے ان کو کسی کام کا نہ رکھا ہوگا۔

لہ ترجمہ قرآن از مسٹر وری ۱۲ سہ انگریزی ترجمہ قرآن از مسٹر وری ۱۲۔

سر ولیم میور وغیرہ کی عقلوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ جن لوگوں کو وہ غلام تسلیم کرتے ہیں انہیں محمد مصطفےٰ کا معلم کیسے قرار دیتے ہیں؟ کیونکہ غلام کسی کی غلامی میں رہ کر درس و تدریس کا موقع نہیں پا سکتا اور سب سے پہلے تو یہی محتاج ثبوت ہے کہ یہ پانچوں غلام پڑھنا لکھنا کچھ جانتے بھی تھے یا نہیں؟

بلعام کی نسبت تاریخوں میں کوئی مواد نہیں ہے جس سے یہ پتہ چل سکے کہ وہ کون تھا اور کس مرتبہ کا شخص تھا۔ تفسیروں میں واہی تباہی روایتیں اس کو آہنگر بتاتی ہیں۔ تو ایسا گم نام شخص جو آہنگری کا پیشہ کرتا ہو اور جس کو مورخین نے اپنی تاریخوں میں لکھنے کے قابل تک نہ جانا ہو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کتنا پڑھا لکھا ہوگا۔ اور اس نے پیغمبر اسلام کو کیا سکھایا ہوگا۔ ایسی بے سر و پا لا طائل روایات سے سند لینا مسٹر میور اور مسٹر وری ہی جیسے متعصب لوگوں کا کام ہے۔

قیس عرانی نمبر ۱ کے متعلق مسٹر وری نے کوئی کیفیت نہیں لکھی کہ وہ کون تھا کس کا بیٹا تھا۔ کس قبیلہ کا تھا۔ کہاں کا رہنے والا تھا۔ اور جب کسی قسم کی کوئی کیفیت ہی نہیں بتائی گئی تو ایسی اوٹ پٹانگ بات کا ہم کیا جواب دے سکتے ہیں۔ سلمان فارسی کا نام لینا فضول ہے کیونکہ آیت زیر بحث مکی ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اور سلمان فارسی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسلمان ہوئے جب قرآن مجید کا بیشتر حصہ نازل ہو چکا تھا۔

چوتھا جواب

عمار بن یاسر۔ صہیب بن سنان۔ خباب۔ بلال حبشی۔ خالد بن سعید کی ماں

اور ان کے باپ یہ سب ان لوگوں میں ہیں جو سب کے پہلے مسلمان ہوئے اور اس پاداش میں کفار مکہ نے ان لوگوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم کئے ان لوگوں نے تمام مظالم کو تھوڑے دل سے برداشت کیا مگر اسلام کو نہیں چھوڑا۔ ان پر ادنیٰ ظلم یہ تھا کہ بلال حبشی کو مکہ کی گرم ریتیلی اور پتھریلی زمین پر سلا کر اوپر سے جسم کو گرم پتھروں سے داغتے اور مارتے تھے عمار بن یاسر کی ماں سمیہ کو ناشدنی ابوجہل نے نہایت شرمناک اور دردناک عذاب دے دیکر قتل کر ڈالا اور عمار بن یاسر نے اُف تک نہ کیا۔

سوچو اور انصاف کرو کہ اسلام کی بنا اگر انہیں لوگوں کی مدد اور تعلیم پر ہوتی تو وہ لوگ مسلمان ہی کیوں ہوتے اور ہوتے بھی تو کون سی دانشمندی تھی کہ ایک جھوٹے مذہب کی خاطر بلا فائدہ اتنے مصائب کا سامنا کرتے پس ان لوگوں کا مسلمان ہونا، مرتے دم تک اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنا اور باوجود مدت سے گذری ہوئی زیادتیوں کے اسلام کو نہ چھوڑنا یہی سب کافی ثبوت ہیں کہ آنحضرت سچے نبی ہیں۔ اور قرآن خدا کا برگزیدہ کلام ہے اور یہ سب لوگ آپ کو سچا نبی اللہ سمجھکر مسلمان ہوئے

گیارہواں وہم

پادری ٹسڈل صاحب۔ اپنی بیش قیمت تصنیف ینابیع الاسلام میں تین شخصوں کا نام

عہ الاصابہ فی تمییز الصحابہ عہ تہذیب الاسماء لکنوزی۔ عہ تہذیب الاسماء للنووی۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔

لیتے ہیں کہ وہ یا تو خود یہودی تھے یا یہودی مذہب رکھتے تھے اور آنحضرت نے مسائل توریت انہیں سے سیکھے یعنی عبداللہ بن سلام۔ حبیب بن مالک اور ورقہ بن نوفل۔

جواب

عبداللہ بن سلام اور حبیب بن مالک دو شخص تو افاقی تھے البتہ تمیرا شخص ورقہ بن نوفل مکہ کا باشندہ تھا مگر ٹسڈل صاحب کی بدقسمتی سے نہ تو وہ خود یہودی تھا نہ یہودی مذہب رکھتا تھا۔ اسکی نسبت اتنا ضرور لکھا ہے کہ اس نے بت پرستی چھوڑ کر مسیحی مذہب اختیار کر لیا تھا مگر وہ بھی قبل اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نبی ہونیکا اظہار فرمایا عالم دنیا سے چل چکا تھا ہاں جب اس نے اپنی زندگی میں سنا کہ غار حرا میں آنحضرت پر فرشتہ خدا ظاہر ہوا ہے تو وہ اس بات پر ایمان ضرور لایا کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی ہو کر ظہور فرمانے والے ہیں لیکن اس کے بعد ہی جلدی فوت ہو گیا تو ورقہ اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو سب سے پہلے آنحضرت کی نبوت پر ایمان لائے مگر اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت نے اس سے یہودی تاریخ اور یہودی مذہب کا مفصل علم حاصل کیا جیسا کہ مسیحیوں کا زعم فاسد ہے ہمارے پاس اس امر کی ذرا بھی شہادت نہیں کہ کبھی آنحضرت ورقہ کے پاس یہودی علوم سیکھنے اور یہودی تاریخ سے واقفیت پیدا کرنیکیلئے تشریف لے گئے ہوں۔

اس کے علاوہ خود سر ولیم میور لائف آف محمد میں لکھتا ہے کہ
آپ کی بعثت سے قریباً پانچ سال بعد آپ کو یہودی لوگوں یا یہودی
علوم کے عالموں سے تعلقات قائم کرنیکا موقع حاصل ہوا ہوگا

حالانکہ ورقہ آپ کی بعثت سے بہت پہلے ہی فوت ہو چکا تھا پھر اس بات کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ ورقہ یہودی تاریخ، یہودی عقائد اور یہودی علوم سے ایسی ہی وسیع واقفیت رکھتا تھا جیسی قرآن مجید کے مضامین سے پائی جاتی ہے۔

عبداللہ بن سلام کے متعلق ہم آٹھویں واہمہ کے تحت میں بحث کر آئے ہیں۔

بارہواں واہمہ

پادری ٹسڈل صاحب نے اپنی فارسی کتاب ینابیع الاسلام میں اس امر کے ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ اسلام نہ کوئی آسمانی مذہب حقانی ہے نہ قرآن کلام اللہ ہے بلکہ پیغمبر اسلام نے خود تمام مذاہب موجودہ یعنی مذہب مسیحی یہودی۔ زردشتی۔ سنسکرت۔ اور ویدک وغیرہ سے واقفیت حاصل کر کے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی پس ملت اسلام انہیں مذاہب موجودہ سے انتخاب کر کے بنایا گیا کہ کوئی مسئلہ کسی مذہب سے لیا کوئی مسئلہ کسی مذہب سے وعلی ہذا

پہلا جواب

ہم شروع مقدمہ میں خود علمائے نصاریٰ کی زبانوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک توریت و انجیل کا ترجمہ عربی میں

میں نہیں ہوا تھا اور آنحضرت سوائے اپنی مادری زبان (عربی) کے بول لینے کے نہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے نہ کسی دوسری زبان سے واقف تھے اور جب آپ انجیل کی زبان ہی سے ناواقف تھے تو اس کے مسائل کا انتخاب کیسے کر سکتے تھے؟ اور اس کے قصوں کو اپنی زبان میں کیونکر ترجمہ کر سکتے تھے۔

پس جب تک پادری صاحب یہ نہ ثابت کر لیں کہ آنحضرت عبرانی زبان سے واقف تھے یا انجیل عربی زبان میں ترجمہ موجود تھی، ان کا دعویٰ محض واہمہ سے زیادہ وزنی نہیں ہوگا۔ پھر اس ثبوت کے بعد ہی ان کو یہ ثابت کرنا ضرور ہوگا کہ آنحضرت نے انجیل پڑھی اور فلاں مسیحی عالم نے ان کو سکھایا کیونکہ محض اتنا کہہ دینے سے کہ آپ انجیل کی زبان جانتے تھے آپ کے انجیل سے واقف ہونیکا ثبوت نہیں ہو جائیگا۔

دوسرا جواب

تاریخی اوراق ہم کو نشان نہیں دیتے کہ مکہ معظمہ میں جب کہ محمد مصطفےٰ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اس کے پہلے یا بعد کوئی نصرانی عالم یا انجیل مقدس کا واقف کار موجود تھا۔ سر ولیم میور اور ڈاکٹر اسپرنگر کا اس نشان دینے سے عاجز ہونا ہمارے دعوے کی کافی دلیل ہے۔ اور جب اس عہد میں کسی مسیحی عالم کا وجود ہی نہیں ملتا تو یہ کہنا کہ "آنحضرت نے مسیحیوں سے مسائل انجیل کو سیکھ سیکھ کر قرآن میں داخل کر لیا" بالکل خلاف عقل ہے جس کو سمجھدار باور نہیں کر سکتا۔

تیسرا جواب

انجیل احکام سے خالی ہے اور اس لئے اس نے اپنے پیروؤں کو توریت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نصاریٰ توریت وانجیل دونوں پر ایک شان سے اعتقاد رکھتے ہیں اور دونوں ان کے معمول بہ ہیں۔ پس اگر تسلیم کرلیا جائے کہ آنحضرت کے عہد مبارک میں انجیل کے واقف کار علمائے مسیحی موجود تھے اور یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ انھوں نے آپ کو سکھایا تو ہم پوچھتے ہیں کہ علمائے مسیحی نے آپکو کیا سکھایا۔ کیونکہ احکام انجیل میں ہیں نہیں اور جسقدر احکام تھے بھی ان کو قرآن نے منسوخ وباطل کر دیا۔ مثلاً انجیل مقدس اپنے معتقدین کو سکھاتی ہے کہ کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دو کہ لو اس پر بھی مارو۔

اندریں کہ بظاہر یہ نصیحت ظاہر میں تو بہت خوشنما و نرم معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت وہ خوشنمائی سے کوسوں دور اور بالکل قانون قدرت کے خلاف ہے نہ اس حکم پر آجتک کسی نے عمل کیا نہ کبھی کرسکتا اخود علمائے نصاریٰ بھی کسی ایک ایسے پادری کا نشان نہیں دیسکتے جس نے ایک بار بھی اس حکم پر عمل کیا ہو۔ تو ایسے نہ چل سکنے والے حکم کا کیا فائدہ جو صرف کتاب میں لکھے رہنے کے لایق ہو۔

اب اس حکم انجیل کے مقابل میں قرآن مجید کا حکیمانہ حکم دیکھو کہ وہ فرماتا ہے

جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا	برائی کا بدلہ برائی ہے مثل اس کے

فَمَنْ عَفٰی وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔ پھر جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

پس کسی نے تمہارے ساتھ برائی کی تو اس کا معاف کر دینا اللہ کے نزدیک بہت اچھا اور موجب ثواب ہے لیکن اگر تم معاف نہ کرو تو تم بھی بدلہ میں ویسی ہی برائی کرو جیسی اس نے تمہارے ساتھ کی ہے قرآن کے مطالب عالیہ کو انجیل کے قصوں اور بعض نہ چل سکنے والے احکام سے مقابلہ کرو تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن انجیل سے لیا نہیں گیا ہے بلکہ اس نے انجیل کے خلاف قدرت احکام کو باطل و منسوخ کر دیا ہے پس ایسی صورت میں یہ کہنا کہ آنحضرت نے پادریوں سے احکام انجیل کو سیکھ سیکھ کر قرآن بنا لیا جہالت اور محض تعصب ہے۔

چوتھا جواب

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کر لیں کہ آنحضرت کے وقت میں خاص مکہ معظمہ کے اندر مسیحی عالم اور انجیل مقدس کے اچھے جاننے والے موجود تھے اور آنحضرت نے اُن سے انجیل کے معلومات حاصل کئے تو آپ کو انجیل کے وہی مسائل معلوم ہوئے ہوں گے جن کو قرآن میں منسوخ کر دیا گیا۔ پھر ان معلومات کے حاصل کرنے سے آپ کی نبوت کی قدح کیونکر ہوئی؟ اور اس سے قرآن کے کلام اللہ ہونے میں کونسا شبہہ واقع ہو گیا؟

پانچواں جواب

جن لوگوں نے انجیل کو پڑھا ہے وہ پادری ٹسڈل کے دھوکے میں نہیں آسکتے کیونکہ یہ کتاب سوائے قصوں، حواریوں کے حالات اور مسیح علیہ السلام کی کچھ سیرت کے اپنے میں کوئی مفید شان نہیں رکھتی اور وہ کسی طرح قرآن جیسی بالاترین کتاب اللہ کا سرچشمہ قرار نہیں دیجا سکتی۔

چھٹواں جواب

پادری ٹسڈل صاحب نے ذیل کے مضامین کی نسبت بہت زور دیا ہے کہ وہ توریت شریف سے لئے گئے ہیں اور یہ کہ پیغمبر اسلام نے عرب کے یہود سے سیکھکر اُن کو قرآن مجید میں وحی الٰہی بتاکر داخل کر لیا۔

(۱) واقعہ ہابیل وقابیل		(سورۂ مائدہ)
(۲) حالات ابراہیمؑ۔		(سورہ حجر وغیرہ)
(۳) سلیمان وبلقیس		(نمل)
(۴) ہاروت وماروت۔		(سورۃ البقر)
(۵) سورۃ الاعراف۔	آیت	(۱۷۲)
(۶) عبادت عجل۔		(طٰہٰ)
(۷) بہشت کے دروازے۔		(سورۃ الحجر)
(۸) سات آسمان۔		(سورۂ بنی اسرائیل)

(۹) ملک الموت۔	(سورۃ الزخرف)
(۱۰) اعراف۔	(سورۃ الاعراف)
(۱۱) رجم شیطان۔	(سورۃ الحجر۔ صافات۔ الملک)
(۱۲) عرش پانی پر۔	(سورۂ ہود)
(۱۳) قصۂ یوسف۔	(سورۂ یوسف)
(۱۴) داؤد۔	(سورۂ انبیاء۔ نمل۔ سبا۔ ص)
(۱۵) طالوت۔	(سورۃ البقر)
(۱۶) طاغوت وجنات عدن وفرقان	(سورۂ فرقان)
(۱۷) امتلاء جہنم۔	(سورۂ ق)
(۱۸) فار التنور۔	(سورۂ ہود۔ المومنون)
(۱۹) خیط ابیض	(سورۃ البقر)
(۲۰) کتبنا علی بنی اسرائیل۔	(سورۂ مائدہ)
(۲۱) لوح محفوظ	(سورۃ البروج)
(۲۲) خلق آسمان وزمین۔	(سورۃ الحجر)
(۲۳) حالات نوح۔	(سورۃ الانبیاء وغیرہ)
(۲۴) اسمعیل۔	(سورۃ الانبیاء وغیرہ)
(۲۵) یعقوب واولادہ۔	(سورۃ الانبیاء ص)
(۲۶) موسیٰ۔	(سورۃ الانبیاء وغیرہ)
(۲۷) ہارون۔	(" " ")
(۲۸) اسحاق۔	(سورۃ الانبیاء۔ طٰہٰ وغیرہ)
(۲۹) ایوب۔	(" " ص)

(۳۰) یونس - (سورۃ الانبیاء وغیرہ)

(۳۱) لوط - (سورۃ الانبیاء)

(۳۲) آدم - (سورۃ الاعراف والحجر وغیرہ)

مندرجہ بالا فہرست مضامین سے صرف نمبر (۱ - ۴ - ۱۵ - ۱۹ - ۲۰ - پانچ مضمون کی آیتیں ہیں - جو مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئیں باقی ستائیس آیات و مضامین سب کے سب مکی ہیں -

عدن اور فرقان کے الفاظ مکی سورتوں میں موجود ہیں مثلاً عدن کا لفظ سورۂ رعد - سورۂ کہف اور سورۂ فاطر میں وارد ہے اور یہ تینوں سورتیں مکی ہیں - فرقان کا لفظ سورۂ انبیاء اور سورۂ فرقان میں موجود ہے - اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں -

تمام انبیاء کے حالات تفصیل کے ساتھ مکی سورتوں میں وارد ہیں - حضرت داؤد کا ذکر سورۂ انبیاء - شعراء - سبا - صٓ - میں ہے اور یہ سب سورتیں مکی ہیں -

حضرت موسیٰ و ہارونؑ کے واقعات سورۂ انعام - اعراف - یونس - ہود - ابراہیم - بنی اسرائیل - کہف - مریم - طٰہٰ - انبیاء - فرقان - شعراء - نمل - قصص - عنکبوت - سجدہ - صافات - مومن - حٰم السجدہ - زخرف - دخان - احقاف - ذاریات - قمر - مزمل - عبس وغیرہ میں نہایت صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور یہ سب سورتیں مکی ہیں -

حضرت نوح کا ذکر سورۂ اعراف - یونس - ہود - انبیاء - مومنون - فرقان - شعراء - عنکبوت - صافات - نوح وغیرہ میں وارد ہے اور یہ سب مکی سورتیں ہیں حضرت یعقوب اور حضرت یوسف ان کے بھائیوں کے واقعات

بنا مہا سورۂ یوسف میں ہیں اور یہ سورۃ بھی مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔
حضرت ایوب کا قصہ سورۂ انبیاء اور ص میں ہے اور یہ دونوں سورتیں
مکی ہیں۔ حضرت یونس کے حالات سورۂ یونس۔ انبیاء۔ صافات اور ن میں
ہیں۔ اور یہ سب مکی سورتیں ہیں۔
حضرت لوط کا تذکرہ سورۂ اعراف۔ ہود۔ حجر۔ انبیاء۔ فرقان۔ شعراء
نمل۔ عنکبوت۔ صافات وغیرہ میں ہے۔ اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔
حضرت آدم کے حالات سورۂ اعراف۔ حجر۔ بنی اسرائیل۔ مریم۔ طٰہٰ۔
ص۔ میں وارد ہیں۔ اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔
حضرت ابراہیم۔ اسحاق اور اسماعیل کے واقعات سورۂ انعام۔ ہود
ابراہیم۔ حجر۔ نمل۔ مریم۔ انبیاء۔ شعراء۔ عنکبوت۔ صافات۔ ص۔ زخرف
ذاریات۔ اعلیٰ۔ میں مصرح ہیں اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔
حضرت الیاس کا ذکر سورۂ صافات مکی سورہ میں موجود ہے۔
زمین و آسمان کی پیدائش کا بیان سورۂ نمل۔ ق۔ رعد۔ فاطر۔ حم سجدہ
میں تصریح کے ساتھ ہے اور یہ سب سورتیں مکی ہیں۔
علامہ راڈویل نے بھی ان تمام سورتوں کا مکی ہونا اپنے ترجمہ قرآن مجید
میں کھلے الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔
اس تفصیل سے ناظرین پر ظاہر ہوگا کہ قرآن مجید کے جو مضامین یہودی
مورخوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان میں کے اکثر یا قریباً سب
سب مکی سورتوں میں پائے جاتے ہیں۔
مکہ معظمہ میں اسوقت ایک شخص بھی ایسا موجود نہیں تھا جو یہودی الاصل
یا یہودی المذہب یا توریت کا واقف کار ہو۔ نہ تو تاریخوں میں اس امر کا کوئی

ضعیف سے ضعیف ثبوت ہے نہ سر ولیم میور اور پادری ٹسڈل ہی نے اس کے ثبوت کا بیڑا اٹھایا بلکہ یہ سب عنایت فرمایان اسلام نہایت چالاکی سے اس رستہ ہی کو کترا گئے پس جو سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں اگر وہ مضامین سے بالکل خالی ہوتیں اور یہ مضامین صرف مدنی سورتوں میں ہوتے تو البتہ پادری صاحبوں کو ایک حد تک یہ کہنے کی گنجائش تھی چونکہ مکہ میں کوئی یہودی آباد نہیں تھا اس لئے مکی سورتوں میں ان مضامین کا نام و نشان نہیں ملتا اور مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں یہود اور توریت کے جاننے والے یہودی الذہبت کثرت سے آباد تھے اس لئے پیغمبر اسلام نے یہ مضامین ان سے سیکھ سیکھ کر قرآن میں درج کر لئے۔ لیکن افسوس کہ پادریوں کی شومی قسمت سے یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔

نہ تو مکہ ہی میں کوئی یہودی آباد تھا نہ مکہ کے آس پاس دور دور تک کسی یہودی کا پتہ ملتا تھا اور ایسے شہر میں قرآن کی ان سورتوں کا نازل ہونا جن کو یہودی سرچشموں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے پادریوں کے دعوے کو باطل لغو اور بے بنیاد ثابت کرتا ہے۔

ساتواں جواب

ان امور سے قطع نظر کیجائے تو بھی پادریوں کی تائید میں کسی قسم کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے کہ مدینہ کے یہودی مکہ معظمہ میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودی علوم کی تعلیم دیتے تھے۔

آٹھواں جواب

اگر اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے گذرجانا ممکن ہے اور پادری ٹسڈل یا ان کے ہمنوا موافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود سے سیکھنا اور یہودی علوم کا تعلیم پانا ثابت کرسکتے ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ جن یہود سے آنحضرت نے تعلیم حاصل کی وہ آپ کے دوست تھے یا دشمن تھے۔ اگر دشمن تھے تو آپ کو علوم یہودیہ کی تعلیم کیوں کر دی اور اگر یہ کہا جائے کہ پہلے دوست تھے۔ دوستی کی حالت میں علوم سکھائے اور جب سیکھکر آپ نے نبوت کا دعوی کر دیا تو اسوقت دشمن ہو گئے تو یہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ اس حالت میں ضرور تھا کہ وہ یہود تمام لوگوں میں راز تعلیم کو فاش کر دیتے اور اس بات کا اعلان کرتے پھرتے کہ یہ سب کچھ ہم ہی نے محمد کو سکھایا اور ہم ہی لوگوں سے سیکھ پڑھ کر وہ اتنا بڑا دعوی کر رہا ہے پھر اس راز کے فاش ہونے پر آنحضرت کو جو رسوائی اٹھانی پڑتی وہ ظاہر ہے اور اسکی روایتیں مسلمانوں میں نہ سہی تو مخالفین میں بیشمار موجود ہوتیں۔ لیکن تعجب ہے کہ مخالفین اسلام اس قسم کی کوئی واہی سے واہی روایت بھی پیش نہیں کرسکتے اور یہ امر ان کے دعوی کے باطل ہونے کی زبردست سند ہے اور اگر وہ یہودی جن سے آنحضرت نے سیکھا آپ کے دوست تھے اور دوستی میں آپ کو سب کچھ سکھا پڑھا دیا تو یہ سب سے زیادہ عجائب غرائب بات ہے کوئی سمجھدار باور کرسکتا ہے کہ محمد مصطفےٰ نے یہودیوں سے تعلیم حاصل کی پھر انہیں کے سامنے

یہ دعویٰ کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور باوجود امّی ہونیکے میں قرآن جیسی فصیح و بلیغ کتاب لایا ہوں جو ایک زندہ معجزہ اور میری نبوت کی دلیل ہے اور محمد مصطفےٰ کا یہ عجیب دعویٰ سنکر تمام یہود دم مارے بیٹھے رہے اور کسی نے آپ کی تردید و تکذیب کے لئے اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی۔

نواں جواب

ذیل کے مضامین کو پادری ٹسڈل صاحب لکھتے ہیں کہ وہ زردشتی سرچشمہ سے لئے گئے ہیں اور ان کی اس پھسپھسی دلیل پر سر ولیم میور صاحب ان کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے داد قابلیت دیتے ہیں۔

(۱) آنحضرت کی معراج۔

(۲) جنت۔ حور۔ غلمان کے حالات

(۳) ملک الموت۔

(۴) عزازیل کا جہنم میں سے نکلنا۔

(۵) نور محمدی۔

(۶) پل صراط۔

(۷) ہر ایک نبی کا آنیوالے نبی کی آمد کی خبر دینا۔

(۸) آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(۹) جن

(۱۰) ذرات کائنات۔

میں ایسی فضول باتوں کے جواب میں اپنا اور ناظرین کا زیادہ وقت

ضائع نہیں کروں گا صرف چند باتیں اس غرض سے لکھونگا تا دروغ گو اپنی منزل تک پہونچا دیا جائے۔

ان مندرجہ بالا مضامین میں سے ۱۰۰۰۰۰۴ کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ کسی صحیح حدیث میں بلکہ پادری صاحب کی یہ نہایت شرمناک کارروائی ہے نمبر ۶۔ یعنی پل صراط کا ذکر قرآن میں نہیں ہے البتہ بعض صحیح حدیثوں میں پل صراط کا بیان کیا گیا ہے تو اس سے قرآن کا زردشتی سرچشمہ سے ماخوذ ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ باقی پانچ مضامین سب کے سب قرآنی ہیں۔

نمبر ۱۔ یعنی معراج کا بیان سورۂ بنی اسرائیل میں ہے۔

نمبر ۲۔ یعنی جنت و حور وغیرہ کا ذکر اور سورتوں کے علاوہ۔ سورۃ الواقعۃ سورۃ الرحمن۔ سورۂ یٰسین اور سورۃ الصافات میں تفصیل کے ساتھ ہے

مضمون نمبر ۳۔ یعنی ملک الموت کا ذکر سورۃ الانعام۔ الاعراف النحل اور السجدہ میں ہے۔

نمبر ۸۔ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک آیت ہے جو سورۃ التوبہ کے سوا قرآن کی تمام مکی و مدنی سورتوں کے ابتداء میں ہے۔

نمبر ۹۔ یعنی جن و جنات کا ذکر قرآن کی بہت سی سورتوں میں ہے جن میں کی اکثر مکی ہیں مثلاً سورۃ الانعام۔ حم السجدہ۔ الحجر وغیرہ اب دیکھو یہ سب سورتیں جن میں پادری صاحب کے بتائے ہوئے مضامین موجود ہیں، مکی ہیں جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں اور مکہ معظمہ میں نہ کوئی زردشتی مذہب کا عالم تھا نہ کسی آتش پرست کا وجود تھا پادری صاحب اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر خود ہی انصاف سے فرمائیں کہ پھر یہ مضامین زردشتی مذہب سے

کیونکر ماخوذ کہے گئے اور کس نے آپ کو سکھایا۔ رہی یہ بات کہ پیغمبر اسلام خود فارسی زبان جانتے تھے اور آپ نے وساتیر اور ژند و پاژند سے آپ ہی ان مضامین کو منتخب کر کے قرآن میں داخل فرمایا ایک ایسا دعویٰ ہے جسکو دنیا بھر کے اگلے پچھلے مخالفان اسلام اپنی متفقہ کوشش سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

دسواں جواب

آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم کو زردشتی کتاب سے ماخوذ کہنا اور "بنام ایزد بخشندہ مہربان" کا ترجمہ بتلانا نہایت درجہ کی ابلہ فریبی ہے۔ اگر پادری صاحب ذرا بھی انصاف وحق جوئی سے کام لیتے تو ان کو قرآن ہی سے اس کا جواب مل جاتا کیونکہ قرآن مجید کی سورۃ النمل میں صاف ارشاد ہوا ہے۔

قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ إِنِّي أُلْقِيَ إِلَيَّ كِتَابٌ كَرِيمٌ إِنَّهُ مِن سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ۔

(جب ہدہد نے سلیمان کا فرمان ملکہ بلقیس کو پھونچا دیا تو وہ اسے دیکھکر) بولی کہ اے اہل دربار! (یہ) ایک فرمان واجب الاحترام ہماری طرف ڈالا گیا ہے (کہ) یہ سلیمان کی طرف سے اور یہ (یعنی اس کی عبارت اس طرح پر ہے کہ سب سے پہلے اس میں) بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے (اور بسم اللہ کے بعد) یہ کہ ہم سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار بنکر ہمارے پاس حاضر ہو جاؤ۔

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو مراسلت

ہوں گے اور پھر ان لوگوں نے ایسا چپکے چپکے پیغمبر اسلام کو سکھایا پڑھایا کہ غیر تو غیر آپ کے گھر والوں، بی بیوں اور بیٹیوں تک کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی افسوس ہے کہ پادریوں کو اذا طعصب میں اتنا خیال بھی نہیں رہتا کہ ہمارا کذب وافترا حباب دریا کا اتنا بھی قایم رہ سکتا ہے یا نہیں؟

تیرھواں واہمہ

پادری راڈویل قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ آنحضرت نے عرب کے یہود اور اپنے مسیحی مخبروں سے خفیہ طور پر تعلیم حاصل کی۔

اس واہمہ کا گذشتہ صفحات پر واقعی طور پر قلع قمع ہو چکا ہے۔

پادری ٹسڈل ینابیع الاسلام میں لکھتا ہے کہ "آنحضرت کو یہود پر بڑا اعتبار تھا۔ جو کچھ آپ ان لوگوں سے سنتے تھے اس کو وحی الٰہی یقین کرتے تھے اما حیف است کہ ایشاں وے را ذلیفتہ اند (ینابیع الاسلام صفحہ ۹۸) لیکن افسوس ہے کہ پادری صاحب اپنے اتنے بڑے دعوے پر سوائے وہم بازیوں کے کمزور سے کمزور شہادت بھی پیش نہ کر سکے۔ دلیل تو بڑی بات ہے۔

اولاً:۔ تو قرآن کا بیشتر حصہ مکہ میں نازل ہوا جہاں یہود کا وجود نہیں تھا۔

دوسرے:۔ یہ کہ اگر آنحضرت کو یہود پر ایسا ہی بھروسا تھا اور ایسی ہی گہری دوستی اور سازش تھی کہ خفیہ تعلیم حاصل کر لی اور کسی کو پتہ تک نہ چلا تو قرآن میں یہود کی ہجو کیوں کیگئی۔ ان پر لعنت کیوں کیگئی۔ توریت کے بہت سے مسائل کو منسوخ و باطل کیوں کیا گیا۔ کیا بھروسے اور اعتماد والے دوستوں

کے ساتھ سمجھدار ایسا ہی سلوک کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں ؟ اور کیا ایسی بیوفائی کر چکنے کے بعد بھی سازش مخفی رہ سکتی تھی۔

سر ولیم میور لائف آف محمد میں رقمطراز ی کرتا ہے کہ :۔

"لیکن اس غرض کے لئے کافی روایتیں
ملک شام کے جنوبی حدود میں ابھی (یعنی
عہد رسالت میں ۱۲) باقی تھیں اور اس جگہ ہی
بلاریب کسی یہودی واسطہ سے یہ روایتیں
محمد تک پہونچیں "

یہ دلیل اپنی کمزوری سے خود اپنا جواب ہے۔ سبحان اللہ! ذرا ناظرین سر ولیم میور جیسے فاضل نصرانی کی اس زبردست دلیل کو ملاحظہ فرمائیں کہ"

کسی یہودی واسطہ سے یہ روایتیں محمد تک پہنچیں

ایسے ہی زبردست دلائل و شہادات کی بنا پر پادری لوگ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ ملک شام سے آپ کے پاس یہودی آتے اور آپ کو مسیحی و یہودی روایتیں سنایا کرتے تھے اور ان سنی سنائی اوٹ پٹانگ روایتوں پر قرآن جیسی کتاب کی بنیاد ڈالی گئی۔

"کسی یہودی واسطہ" کے الفاظ خود اس امر کا پتہ دیتے ہیں کہ سر ولیم میور کو اپنی لاعلمی اور جہالت کا آپ اعتراف ہے۔ وہ صرف اٹکل کے تکے اڑاتا ہے اور اس کا ہر دعویٰ دھوکے کی ٹٹی ہے۔

چودھواں واہمہ

یہی سر ولیم میور صاحب! پھر اپنی کتاب لائف آف محمد کے صفحہ ۱۰۱ میں

لکھتے ہیں کہ۔

"یہودیوں کی کتابوں اور قصوں کے ایک بڑے حصہ کا مفصل علم حاصل کرنا۔ اپنے پہلے ذخیرہ کے ساتھ اُن کو جوڑنا اور مقفیٰ انجی ہوئی سوتوں میں اُن کو ڈھالنا یہ ایک ایسا کام تھا جس کے پورا کرنے کے لئے بیشک بہت بڑی محنت اور بہت لمبے وقت کی ضرورت تھی۔ محمد ضرور آدھی رات کو بہت سے گھنٹے نیند سے چھین کر اس کام پر صرف کرتے رہے ہوں گے"

ناظرین سر ولیم میور کی اس فاضلانہ تحریر کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور انکی منطقی قابلیت کی داد دیں۔ سبحان اللہ! کیا مضبوط دلیلیں ہیں۔ ثبوت ہو تو ایسا ہو پھر اس کے ساتھ ناظرین کے حیرت کی کوئی انتہا نہ رہے گی جب وہ علامہ راڈویل مترجم قرآن کی اس عبارت کو دیکھیں گے کہ:۔

"یہ مضمون (محمد کی تعلیم کا) ایسے اخفاء کے پردوں"
"میں محجوب ہے کہ اس فاصلہ سے ہماری آنکھوں"
"کیلئے اُن پردوں کو پھاڑ کر حقیقت تک"
"پہونچنا محال ہے"

بات تو یہی ہے کیونکہ یہ راز خود آنحضرت کے زمانہ میں کسی پر نہ کھلا جو لوگ آپ کے پاس دن رات رہتے تھے ان کو بھی کبھی یہ شبہ کرنے کا موقع نہیں ملا کہ پیغمبر کسی انسان سے پوشیدہ طور پر پڑھتے یا مدد لیتے ہیں بلکہ وہ سب کے سب

ہمیشہ بصیرت کے ساتھ یقین کرتے تھے کہ جو کچھ آپ سناتے ہیں وہ حرف بحرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لیکن پادری لسٹڈل کو دیکھو کہ اس کی آنکھیں کل دنیا کی آنکھوں سے زیادہ تیز ہیں اور ایسی تیز ہیں کہ جس چیز کو راڈویل صاحب لاینحل راز قرار دیتے ہیں وہ ان کے نزدیک اظہر من الشمس ہے اور تعجب پر تعجب ہے کہ سر ولیم میور بھی باایں ہمہ دعوائے عقل وعلم لسٹڈل صاحب کی ہمنوائی کا دم بھرتے ہیں۔

سر ولیم میور۔ پادری لسٹڈل اور ڈاکٹر اسپرنگر وغیرہ سب کا یہی حال ہے کہ پہلے تو قرآن مجید کے متعلق ایک بے بنیاد دعویٰ کر دیتے ہیں اور ادھر اُدھر کی واہی تباہی گپیں ہانکتے رہتے ہیں پھر جب ثبوت کا وقت آتا ہے اور ثبوت و شہادت کے پیش کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو کانوں پر ہاتھ رکھکر نہایت بھولے پن سے فرمانے لگتے ہیں کہ ایک لاینحل اور ناقابل حل معمہ ہے جس کو ہم اتنی دور سے حل نہیں کر سکتے۔

پھر آگے چلکر راڈویل صاحب اپنے دیباچہ ترجمۂ قرآن میں فرماتے ہیں کہ

> چونکہ محمد نے یہود ان عرب اور اپنے مسیحی مخبروں سے تعلیمات حاصل کرنے میں نہایت اخفا سے کام لیا اس لئے وہ اس بات کے قابل ہوئے کہ مکہ کے جاہل بت پرستوں کے آگے بڑی دلیری سے اپنی سیکھی ہوئی باتوں کے وحی الٰہی ہونے کا اعلان کریں۔

راڈویل صاحب کے ان دونوں متضاد بیانات پر یہ ایک لاینحل سوال

پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تعلیم ایسے اخفار کے پردے میں ہوئی کہ آپ ہی کے قول کے مطابق "اتنے فاصلہ سے آپ کی آنکھوں کے لئے ان پردوں کو پھاڑ کر حقیقت تک پہنچنا محال ہے" تو یہ علم کسطرح ہو گیا کہ ان حجابوں کے پیچھے کوئی چیز بھی ہے وہ کونسی آنکھیں ہیں جن کے ذریعہ آپ نے دیکھ لیا خوب! اندھے ہونے کا اقرار اور مشاہدہ کا دعوی؟ سبحان اللہ! آخر وہ کون سی کوٹھڑی۔ کونسا مکان۔ اور کون سی وادی تھی جہاں بقول سر ولیم میور کے، آنحضرت آدھی رات کے بعد بیدار ہو کر یہودیا مسیحیوں سے خفیہ پڑھتے اور قرآن مرتب کرتے تھے۔ یہ کیا بچوں کی سی باتیں ہیں کہ کوئی سمجھدار بچہ بھی ایسی بھونڈی باتیں نکرتا ہو گا۔ بات تو جب ہے کہ مرد میدان بنکر کوئی مسیحی یا تمام مسیحی دنیا بھی اس امر کا ثبوت دیدے کہ آپ نے فلاں مسیحی یا یہودی سے پڑھا یا مدینہ سے یہود مکہ میں آکر آپ کو پڑھاتے تھے اٹکل پچو باتوں سے بجز اپنی آبروریزی اور تضییع اوقات کے کچھ حاصل نہیں ہے محض مشابہت ثابت کر دینے سے کہ قرآن مجید کے فلاں فلاں مضامین توریت و انجیل وغیرہ کی فلاں فلاں مضامین سے ملتے ہیں کوئی سمجھدار یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ پیغمبر اسلام نے مسیحیوں اور یہود وغیرہ سے تعلیم حاصل کی اور ان کتابوں کے مضامین سے قرآن کو مرتب کیا بلکہ اس دعوے کا ثبوت اسی وقت ہو سکتا ہے جب تاریخی روایات و بینات سے صاف صاف دکھلا دیا جائے کہ آنحضرت نے فلاں اشخاص سے فلاں فلاں زبانیں اور کتابیں پڑھیں اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ پادری لوگوں اور مسیحی متعصب مصنفوں کے ہاتھ ایسے دلائل سے بالکل خالی ہیں۔

دو شخصوں کے دو مضامین اگر ایک دوسرے سے مشابہ اور ملتے جلتے ہوں

تو کیا اس سے یہ قطعی رائے قایم کر لینی کہ ان میں کے ایک نے دوسرے کے مضمون کو چرا لیا ہے صحیح ہوگی۔ ایسا تو نہیں ہے ورنہ ایک غیر شخص کو یہ کہنے کا جائز حق حاصل ہوگا کہ حضرت عیسیٰ نے توریت اور صحف قدیمہ کے مضامین کو چرا چرا کر انجیل بنالی اور اس کو کلام الٰہی مشتہر کیا بہ نسبت قرآن کے انجیل پر یہ اعتراض زیادہ چسپاں ہو جاے گا کیونکہ توریت و انجیل دونوں عبری زبان میں تھیں۔ حضرت عیسیٰ کا پڑھا لکھا ہونا معلوم و مسلم ہے اور انجیل کے تمام قصص و مواعظ قریباً توریت کے قصص و مواعظ سے مشابہ اور ملتے اور جلتے ہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ مسیحی دنیا اس اعتراض کا کیا جواب دیسکتی ہے اور ہمارے دوست پادری ٹسڈل کو سوائے سکوت کے کیا چارہ کار ہوگا؟ جب کہ خود انجیل بھی کھلے الفاظ میں اپنے کو ناقص مان کر اپنے پیروؤں کو اتباع توریت کا حکم دیتی ہے۔

تحقیقی جواب

سر ولیم میور اور پادری ٹسڈل وغیرہ کے نزدیک دین اسلام کی تکذیب کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو دوسری کتابوں اور دوسرے ادیان کے عقائد سے نکالکر دکھا دیا جائے اور ان مسیحیوں کے پندار میں اتنا ہی ثابت کرنے سے اسلام کا جھوٹا اور پیغمبر اسلام کا غیر الہامی ہونا مبرہن ہو جائیگا حالانکہ قرآن مجید کا دوسرے مذاہب کی آسمانی کتابوں کے موافق ہونا اور قرآن کے قصص۔ احکام اور عقائد کا دوسرے صحف قدیمہ کے قصوں اور

احکام و عقائد کے مشابہ ہونا یہی باتیں اس امر کو کافی طور پر ثابت کرنیوالی ہیں کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ قرآن کلام اللہ ہے اور محمد مصطفےٰ واقعی اللہ کے سچے رسول اور نبی امی تھے۔

ہم اس مضمون کو بہت مختصر اور جامع طور پر بیان کریں گے لیکن ناظرین پہلے ذیل کے مقدمات کو ذہن نشین فرمالیں۔

پہلا مقدمہ

نوع انسان کی ہر قوم و ہر جماعت میں رسول کے بھیجنے کی ضرورت رہا کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتا ہے۔

يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ	اے آدم کے بیٹو! جب کبھی تم ہی میں سے (ہمارے) پیغمبر تمہارے پاس پہنچیں (اور) ہمارے احکام تم کو پڑھ پڑھ کر سنائیں تو (انکا کہا مان لینا) کیونکہ جو شخص (ان کے کہنے کے مطابق) پرہیزگاری اختیار کرے گا اور اپنی اصلاح کر لیگا تو اُن پر نہ تو (کسی طرح کا) خوف طاری ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہوں گے۔

دوسرا مقدمہ

ہر قوم و ملک میں ہادی و رسول گذرے ہیں اس کے متعلق قرآن مجید میں بہت سی آیتیں ہیں مگر میں چار ہی آیتوں پر کفایت کرتا ہوں۔

پہلی آیت سورۃ الرعد میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ	(اے محمد) تم فقط ایک ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت دینے والا گذرا ہے

دوسری آیت سورۂ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ	اور ہر ایک امت کے لئے ایک رسول ہے

تیسری آیت سورۃ النحل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا۔	اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہم نے ہر ایک امت میں ایک رسول مبعوث کیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمادی کہ ہم نے ہر قوم میں پیغمبر کو مبعوث کیا۔

چوتھی آیت سورۃ الفاطر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔	تم (اے محمد) نہیں ہو مگر ایک ڈرانیوالے فی الواقع ہم ہی نے تم کو خوشخبری سنانیوالا اور (عذاب سے) ڈرانیوالا (بناکر) بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں کہ اس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گذرا ہو۔

تیسرا مقدمہ

محمد مصطفےٰ کوئی انوکھے پیغمبر نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے بہت سارے انبیاء گذر چکے ہیں اور انہیں میں سے ایک ویسے ہی پیغمبر وہ بھی ہیں۔ قرآن مجید میں اس مضمون کی بھی بہت سی آیتیں وارد ہیں۔ میں یہاں

صرف دو آیتیں نقل کرتا ہوں۔

پہلی آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔	محمد اس سے بڑھکر اور کیا کہ ایک رسول ہیں اور بس ان سے پہلے (ایسے اور) بھی رسول ہو گزرے ہیں۔

دوسری آیت سورۃ الاحقاف میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔	اے پیغمبر! (ان منکروں سے) کہو کہ میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا (پیغمبر) نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ (آئندہ) میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور نہ (جانتا کہ) تمہارے ساتھ (کیا کیا جائیگا) میری طرف جو وحی نازل ہوتی ہے میں تو صرف اسی پر چلتا ہوں اور میں صاف طور پر ڈر سنا دینے والا ہوں اور بس۔

چوتھا مقدمہ

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے بہت سارے انبیاء مختلف ممالک و اقوام میں گذرے جن میں سے بعض پیغمبروں کو قرآن میں بیان کیا گیا اور بہت سے پیغمبروں کا ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا	اور (اے پیغمبر! تمہاری طرح ہم) کتنے پیغمبر بھیج چکے ہیں) جنکا حال ہم (اس سے) پہلے تم سے بیان کر چکے ہیں اور کتنے پیغمبر

لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۔ | (اور) جن کا حال ہم نے تم سے بیان نہیں کیا

پانچواں مقدمہ

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر اور جتنی آسمانی کتابیں ہوئی ہیں قرآن اُن سب پیغمبروں اور کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مسلمانوں کو تمام اگلے پچھلے انبیاء اور انکی کتابوں پر ایمان لانیکی ہدایت کیگئی ہے اور اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے کل انبیاء اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان نہ لایا جائے اور سب کی تصدیق نہ کیجائے ایمان کامل نہیں ہو سکتا اور ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ یہاں صرف سات آیتیں پیش کیجاتی ہیں۔

پہلی آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہو (تو ہوا کرے) یہ (قرآن) اُسی (فرشتے) نے خدا کے حکم سے تمہارے دل میں ڈالا ہے (اور قرآن) اُن کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے جو اس (کے زمانۂ نزول) سے پہلے (موجود) ہیں اور ایمان والوں کیلئے ہدایت اور (فلاح دارین کی) خوشخبری ہے،

دوسری آیت سورۂ آل عمران میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِلنَّاسِ	(اے پیغمبر!) اُسی (خدا) نے تم پر یہ کتاب برحق اتاری جو اُن (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے (نازل ہو چکی) ہیں اور اسی نے اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کیلئے تورات اور انجیل اتاری۔

چھٹی آیت سورۃ الانعام میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ۔	اور یہ کتاب (آسمانی) ہے جسکو ہم نے اتارا ہے برکت والی (کتاب ہے اور) جو (کتابیں) اسکے پہلے نازل ہو چکی ہیں اُن کی تصدیق کرتی ہے۔

پانچویں آیت بھی اسی سورہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ	(اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے راہ راست دکھائی تو (اے پیغمبر) اُن ہی کی طریقہ کی تم (بھی) پیروی کرو۔

چھٹویں آیت سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ۔	اے اہل کتاب (قرآن) جو ہم نے نازل فرمایا ہے اور وہ اس (کتاب) کی جو تمہارے پاس ہے تصدیق بھی کرتا ہے اس پر ایمان لے آؤ۔

ساتویں آیت سورۃ البقرۃ کے آخر میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ	(یہ) پیغمبر (محمد) اس کتاب کو مانتے ہیں جو اُن کے پروردگار کیطرف سے اُن پر اتری ہے اور (اُنکے ساتھ دوسرے) مسلمان بھی

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۔	(یہ سب کے) سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے (اور کہتے ہیں کہ) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو (بھی) جدا نہیں سمجھتے ۔

پانچ مقدمات کی تمہید ہو چکی تو اب ہم اصل مقصود کی نسبت گذارش کرتے ہیں جیسا کہ عقل و قیاس کا مقتضا ہے قرآن نے ہر ملک و قوم کے لئے پیغمبر کی ضرورت تسلیم کی (دیکھو پہلا مقدمہ) اور پھر یہ صراحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ملک اور ہر قوم کی طرف ایک پیغمبر کو مبعوث کیا (دیکھو دوسرا مقدمہ) اور ان پیغمبروں میں سے بعض پیغمبروں کے حالات سے آنحضرت کو مطلع فرمایا اور بعض کا ذکر نہیں کیا (دیکھو چوتھا مقدمہ) قرآن مجید میں نام بنام صرف پچیس[۲۵] یا چھبیس[۲۶] پیغمبروں کے قصے بیان کئے گئے ہیں اور ان میں سے اکثر وہ نفوس مقدسہ ہیں جو ممالک شام اور بابل و نینوا کی سرزمین اور اس کے اطراف میں مبعوث ہوئے اور سوائے حضرت نوح کے کسی نبی کی بعثت تمام عالم کے لئے عام نہیں تھی بلکہ ہر نبی ایک خاص ملک و قوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا پس عقل و شریعت کا حکم ہے کہ ہندوستان۔ چین۔ جاپان وغیرہ دوسرے ممالک میں بھی ضرور انبیا مبعوث ہوئے ہوں گے جن کا بیان قرآن میں ضروری نہیں سمجھا گیا (مقدمہ ۲ و ۴)

ہندو پیروان بدھ۔ اور مجوسی وغیرہ اس بات کے مدعی ہیں کہ رامچندر جی کرشن جی۔ گوتما بدھا اور زردشت وغیرہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبران برگزیدہ تھے جو ہند و چین وغیرہ کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے اور وید مقدس اور ژند و ستا وغیرہ ان کی آسمانی کتابیں ہیں۔

بلاریب کسی یہودی واسطہ سے یہ روایتیں محمدؐ
(صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہونچیں۔

میور صاحب تعصب کی رو میں لکھنے کو تو لکھ گئے مگر اتنا نہ سمجھے کہ جن وجوہ سے دوسرے مسیحیوں کے اقوال کو انہوں نے رد کیا ہے وہی وجوہ ان کے اس قول کی تکذیب کے لیے بھی کافی ہیں بلکہ کچھ اس سے زیادہ میور صاحب کے اس واہمہ پر ہم بحث کرتے ہیں سہ یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے پھر ان سب کی تردید علامہ کارلائل اپنی مشہور کتاب ہیرو زاینڈ ہیرو ورشپ میں بڑے زور وشور سے کرتے ہیں کہ محمد ایک ان پڑھ آدمی تھا اور اس کو سوائے اپنی مادری زبان عربی اور صحرائی تجربیات کے کچھ نہیں آتا تھا غرض یہ حال ہے کہ ایک مسیحی معترض ایک رائے ظاہر کرتا ہے تو دوسرا اس کی تردید کرتا ہے اسلام کی مخالفت میں متشارب کا ایک ہے مگر ایک آم کہتا ہے تو دوسرا املی خود مسیحی معترضین اور مخالفین اسلام میں اتنا سخت اختلاف اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان لوگوں کے پاس آنحضرت کے غیر امی ہونیکا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کیونکہ اگر واقعی آپ کے پڑھے لکھے ہونے کا کوئی صحیح ثبوت ہوتا اور اس کی صحیح روایتیں موجود ہوتیں تو مخالفین اسلام میں باہم اختلاف کیوں ہوتا؟

بارھویں دلیل

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی، حضرت عیسیٰ یا گوتما بدھا

سہ دیکھو اس مقدمہ کی نویں دلیل ۱۲۔

یا زردشت وغیرہ کی طرح مجہول و پوشیدہ نہیں ہیں آپ کے دن رات کے واقعات مفصل موجود ہیں۔ آپ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت شرح وبسط کے ساتھ ہم تک پہنچائے گئے ہیں لیکن اس امر کے لئے ایک ذرہ برابر شہادت موجود نہیں کہ آپ نے کسی یہودی یا مسیحی سے تعلیم حاصل کی یا ابراہیمی معتقدات وفرائض معلوم کرنے کے لئے یہود وغیرہ کی طرف رجوع کیا ہو یا کسی دوسرے مذہب موجود الوقت کے واقف کار لوگوں سے مصاحبت رکھی ہو اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا تو یہ بات ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی تھی۔

علامہ راڈویل اپنے ترجمہ قرآن میں صاف لکھتا ہے کہ آپ کا دوسرے لوگوں سے تعلیم پانا نہ صرف دشمنوں سے پوشیدہ تھا بلکہ آپ کے پیرو اور معتقدین بھی اس سے بیخبر تھے۔

بھلا کون عقلمند باور کرسکتا ہے کہ ایک شخص دوسروں سے خفیہ طور پر تعلیم حاصل کرے اور باہر آکر اپنے دشمنوں اور دوستوں میں یہ اعلان کرے کہ میں جو کچھ بیان کرتا ہوں وہ خدا کی طرف سے ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو خود مجھکو پہلے معلوم نہ تھیں اور اللہ تعالیٰ نے سکھائیں۔" پھر سالہا سال گذر جانے پر بھی یہ راز کسی متنفس پر نہ کھلے درحالیکہ ہزاروں آدمی دن رات اس کے ہر ایک فعل کو غور وتجسس کی نظر سے دیکھنے والے تھے اور آپ کا سونا۔ جاگنا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا۔ بولنا۔ خاموش رہنا۔ غرض آپ کی ہر بات نہایت توجہ اور غور کی نظر سے دیکھی جاتی تھی اس امر میں جس کو شبہ ہو احادیث کی کتابوں کو دیکھ لے۔

اس بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ آنحضرت کی پیروی کرنیوالوں کو

پادری ٹسڈل کی رائے جو اس نے ینابیع الاسلام میں ظاہر کی ہے ناظرین اس رسالہ کے گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں اس کے خلاف علامہ راڈویل اور نولڈیک ترجمہ قرآن مجید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسیحی مذہب کے متعلق کسی تحریری سرچشمہ سے معلومات حاصل نہیں کئے بلکہ جو حالات و تعلیمات روایتی طور پر ملک میں رائج اور مسیحیوں کی زبانوں پر تھیں وہی اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ ہوئیں چنانچہ راڈویل کا قول ہم اوپر کسی مقام پر نقل کر آئے ہیں کہ "محمدؐ کو مسیحی کتب تک رسائی نہیں ہوئی" اور بعینہٖ یہی مذہب پروفیسر نولڈیک کا ہے اور ان دونوں علمائے مسیحی کے ان تحریرات سے پادری ٹسڈل کے دعوے کی تردید و تغلیط ہو گئی جو لکھتا ہے کہ "ملک عرب کے مسیحیوں کے پاس بہت سی مسیحی کتابیں موجود تھیں وہ لوگ ان کتابوں کو دن رات پڑھتے تھے اور آنحضرت کے ساتھ ہر وقت نشست و برخواست رکھتے تھے۔ وہی ہیں کہ سارے جھوٹے مر گئے ان کو بخار بھی نہ آیا۔ سر ولیم میور لائف آف محمد میں راڈویل اور پروفیسر نولڈیک کی تردید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :-

> بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے معلومات کسی تحریری سرچشمہ سے حاصل نہیں کئے بلکہ نسلاً بعد نسلٍ مسیحی مذہب کے جو عقائد اور حالات اور تاریخی واقعات روایت کے طور پر ملک عرب کے مسیحیوں میں چلے آتے تھے انہیں سے قرآن کے مضامین اخذ کئے گئے مگر یہ خیال غلط ہے

کیونکہ اگر یہی روایتی واقعات قرآن کے مضامین کا منبع ہوتے
تو وہ اس غرض کے لئے بالکل ناکافی تھے ہمارے پاس
اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ مکہ میں یا مدینہ میں
مسیحی مذہب کے متعلق اتنے روایتی حالات موجود
تھے جن سے اس قسم کے بیانات جیسے قرآن
میں پائے جاتے ہیں اور اناجیل کے مضامین
سے گہری مشابہت اور تفصیلی مطابقت رکھتے ہیں
پوری تفصیل وبسط کے ساتھ مرتب ہو سکتے ہوں فقط
لائف آف محمد صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰۔

اس کے بعد سر ولیم میور مفصل طور پر ان تمام اقوال کی تردید کرتے ہیں جن میں یہ ادعا کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے عرب کے مسیحیوں سے قرآنی مضامین کو اخذ کیا سر ولیم میور کے نزدیک نہ تو عرب کے مسیحیوں کے پاس وہ مسیحی کتابیں تھیں جن میں اسلامی تعلیمات کا کھوج لگایا جاتا ہے نہ ان مسیحیوں کے معلومات اس قدر وسیع تھے کہ ان سے قرآنی مضامین اخذ ہو سکتے اور نہ آنحضرت کو اپنی عمر بھر میں کبھی عرب کے مسیحیوں سے میل جول رکھنے کا موقع ملا مگر سخت افسوس اور نہایت تعجب ہے کہ دوسرے مسیحیوں کے تمام اقوال کو ایک ایک کر کے ذکر کرنے کے بعد خود سر ولیم میور نے جو رائے اپنی پیش کی ہے وہ ان سب سے زیادہ بے بنیاد ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ۔

لیکن اس غرض کے لئے کافی روایتیں ملک شام
کے جنوبی حدود میں ابھی باقی تھیں اور اس جگہ سے

اگر قرآن مجید ان لوگوں کی نبوت کی تصدیق نہیں کرتا تو اس سے تکذیب لازم نہیں آتی (دیکھو چوتھا مقدمہ) اور ہم کو ان کی نبوت اور ان مذکورہ کتابوں کے آسمانی ہونے سے انکار کرنا لائق نہیں ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ یہ سب لوگ مخصوص الممالک اور مخصوص الاقوام انبیاء رہے ہوں اور ہم مسلمانوں کو تو تمام اگلے پچھلے پیغمبروں اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنے اور ان پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

پس جب توریت و انجیل وغیرہ کا کلام اللہ ہونا ثابت و مسلم ہے۔ رامچندر کرشن جی۔ گوتما بدھا۔ اور زردشت وغیرہ کا نبی ہونا اور ان کی کتابوں کا آسمانی ہونا خود قرآن مجید کی شہادت سے قرین عقل و صواب ہے تو قرآن مجید کے مضامین کا ان کتابوں کے مضامین سے مشابہ ہونا قرآن کے کلام اللہ ہونے کا ثبوت ہو گیا اسلام کوئی انوکھا مذہب نہیں ہے نہ محمد مصطفےٰ کوئی انوکھے پیغمبر ہیں وہی باتیں جو اگلے پیغمبر سکھانے آئے تھے آنحضرت بھی سکھاتے تھے اور وہی احکام و ہدایات جو اگلی آسمانی کتابوں میں تھے انہیں کی قرآن نے بھی تصدیق کی۔ صرف اسلوب بیان بدلگیا البتہ قرآن نے یہ دعویٰ ضرور کیا کہ تمام دوسری کتابیں غیر مکمل ہیں اور پیغمبر اسلام ایک کامل مذہب اور مکمل کتاب لیکر مبعوث ہوئے اور مکمل مذہب کے آنے سے دوسرے غیر مکمل مذاہب غیر ضروری العمل ہو گئے جیسا کہ ہر گورنمنٹ کا

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔	آج ہم نے تمہارا (یعنی محمد کا) دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ہم نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

مکمل قانون اپنے سے اگلے غیر مکمل قانون کو منسوخ کر دیا کرتا ہے اور اس منسوخ ہو جانے سے اس کا قانون سرکار نہ ہونا لازم نہیں آتا اور جب ان تمام کتابوں کا آسمانی ہونا قرین صواب یا مسلم ہے اور قرآن کی صراحت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اصول ہر مذہب کا ایک ہی ہے اور یہ کہ اسلام تمام اگلے مذاہب کی ہدایتوں کو صحیح تسلیم کرتا اور ان کتابوں کے آسمانی ہونیکی تصدیق کرتا ہے اور پیغمبر اسلام ویسے ہی رسول ہیں جیسے ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں اور وہی باتیں سکھاتے ہیں جو اگلے انبیا سکھاتے آئے ہیں بس فرق اتنا ہے کہ اگلے مذاہب کم و بیش ناقص تھے اور اسلام کامل و مکمل ہے تو یہ نہ کہو کہ پیغمبر اسلام نے فلاں فلاں مضامین فلاں فلاں مذاہب سے لیکر قرآن کو مرتب و مدون کر لیا بلکہ یوں کہو اور حق بات کہو کہ جس منبع سے توریت انجیل زبور۔ ژند و اوستا۔ وید مقدس اور وغیرہ دنیا میں آئیں اسی منبع سے قرآن مجید بھی نازل ہو کر ہم تک پہنچا اور جب ان سب کا منبع ایک ہے تو قرآن کے بعض مضامین کا دوسرے کتب آسمانی کے بعض مضامین سے مشابہ اور متحد ہونا لازمی بات اور اس کے کلام اللہ ہونیکی صاف دلیل ہے

اس بیان سے پادری سٹل صاحب کے دعاوی کی ساری قلعی کھلگئی اور اسلام و پیغمبر اسلام کی مخالفت میں جو عمارت انہوں نے بہت محنت سے تیار کی تھی وہ سب چشم زدن میں منہدم ہو گئی۔ جن امور سے وہ مذہب اسلام کی تکذیب کرنی چاہتے تھے وہی امور اس کی حقانیت کے ثبوت بن گئے سبحانہ جلت کبریاہ۔

گیارھویں دلیل

کامل یقین اور پختہ ایمان تھا کہ آپ واقعی رسول اللہ ہیں ہر ایک آیت جو آپ ارشاد فرماتے ہیں اس کا حرف حرف مالک عرش کی طرف سے نازل ہوا ہے اور اس میں کسی انسان کی طرف سے نہ کچھ ملونی ہوئی ہے نہ ہو سکتی۔ پھر ان لوگوں میں سے جن نفوس کو آپ کے ساتھ زیادہ گہرا تعلق تھا اور جو آپ کے اندرونی بیرونی حالات سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے ان کو آپ کی وحی کے منجانب اللہ ہونے کا سب سے زیادہ یقین واثق تھا ظاہر ہے کہ اگر ان لوگوں کو ذرا بھی شبہ ہوتا کہ آپ غیروں سے مدد لیتے ہیں تو اُن کے ایمان ایسے مستحکم نہ ہوئے اور انکا یقین ایسا غیر متزلزل اور راسخ نہ رہتا حالانکہ ان قریب تر رہنے والوں کو کبھی یہ شبہ کرنے کا موقع بھی نہیں ملا کہ آپ کسی دوسرے انسان سے پوشیدہ مدد لیتے ہیں بلکہ وہ نہایت بصیرت کے ساتھ ایمان رکھتے تھے کہ جو کچھ آپ سناتے ہیں وہ حرف بحرف وحی الٰہی ہے۔ یہ ایک یقینی اور قطعی دلیل ہے کہ آپ نے کبھی کسی سے پوشیدہ طور پر تعلیم حاصل نہیں کی ورنہ ممکن نہیں تھا کہ تیئیس ۲۳ سال کے عرصہ دراز تک آپ کا تعلیم پانا خود آپ کے محرم راز اصحاب سے بالکل مخفی رہتا اور کوئی سمجھدار کبھی مان نہیں سکتا کہ آپ نے ایسے مخفی طور پر اہل کتاب وغیرہ سے مدد لی کہ سالہا سال میں نہ صرف آپ کے صحابہ اس راز سے بیخبر رہے بلکہ آپ کی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات بھی مرتے دم تک اس سے لاعلم رہیں اور اسی لئے تو علامہ راڈویل ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں یہ لکھنے پر مجبور ہوئے کہ:-

"یہ مضمون ایسے اخفا کے پردوں میں محجوب ہے
کہ اس فاصلہ سے ہماری آنکھوں کے لئے
ان پردوں کو پھاڑ کر حقیقت تک پہنچنا محال ہے"

میں یقین کرتا ہوں کہ یہ بارہ دلیلیں پیغمبر اسلام کو امی ثابت کرنیکیلئے
کافی سے زیادہ ہیں اور اس کے خلاف جتنے اعتراضات مسیحیوں نے
کئے ہیں اور جتنے واسطے رسول کے غیر امی ہونے کے متعلق کئے ہیں
ان سب کا قلع قمع ہوگیا فالحمد للہ علی ذالک - فقط والسلام علی خیر الانام

قرآن مجید کے کلام اللہ ہونیکا

دوسرا ثبوت

قرآن مجید نے خود اپنے کلام اللہ ہونیکا بڑا ثبوت یہ دیا ہے کہ کوئی دنیاوی طاقت اُس جیسی فصیح کتاب بنا کر پیش نہیں کر سکتی۔ دنیا بھر کے فصحا و بلغا اور جن و انس ملکر متفق کوشش کریں تو بھی قرآن کی ایسی ایک سورۃ نہیں بنا سکتے۔

قرآن مجید نے پانچ مقامات پر نہایت کھلے الفاظ میں ڈنکے کی چوٹ یہ دعویٰ کیا ہے۔

پہلی آیت سورۃ الاسراء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ	(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو کہ اگر آدمی اور
وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ	جنات جمع (ہو کر اس بات پر آمادہ) ہوں کہ
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ	اس قرآن کی طرح کا (اور کلام) بنا لائیں تو
بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ	بھی اس جیسا کلام نہیں (بنا) لا سکتے اگرچہ
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا	ان میں سے ایک کی پشتی پر ایک (کیوں نہ) ہو

دوسری آیت سورۃ ہود میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ	کیا (یہ کافر) کہتے ہیں کہ اس (محمد) نے
قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ	قرآن کو اپنے دل سے بنا لیا ہے تو (اے
مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا	پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اگر تم سچے ہو تو تم
مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	بھی اسی طرح کی بنائی ہوئی زیادہ نہیں (دس ہی

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ

سورتیں لے آؤ اور خدا کے سوا جس کو تم سے بلاتے بن پڑے بلا لو پس اگر (تمہارے یہ مددگار) تمہارا کہنا نہ کر سکیں تو جان لو کہ قرآن خدا ہی کے علم سے اترا ہے۔

تیسری آیت سورۃ الطور میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ

کیا (کفار) کہتے ہیں کہ اس (محمد) نے قرآن از خود بنا لیا ہے (اصل میں یہ) ایمان ہی نہیں لانا چاہتے سو اگر وہ سچے ہیں تو اسی طرح کا کلام (یہ بھی بنا کر) لے آئیں۔

چوتھی آیت سورۂ یونس میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔

کیا (یہ کفار قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ اس کو خود پیغمبر نے بنا لیا ہے تو (اے پیغمبر تم ان سے) کہو کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو (تم بھی اہل زبان ہو) ایسی ہی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا جس کو تم سے (بلاتے) بن پڑے (اپنی مدد کیلئے) بلا لو۔

پانچویں آیت سورۃ البقرہ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا

اور وہ جو ہم اپنے بندے (محمد) پر (قرآن) اتارا ہے اگر تم کو اس میں شک ہو کہ وہ

بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ

خدا کی کتاب نہیں) اور (اپنے اس دعوی میں) سچے ہو تو اسی جیسی ایک سورۃ (تم بھی) بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمائتیوں کو بھی (اپنی مدد کیلئے) بلا لو پس اگر (اتنی بات بھی) نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو (دوزخ کی) آگ سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے (اور وہ) منکروں کیلئے (دھمکائی) تیار ہے۔

پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوی نبوت کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور قرآن اللہ کا کلام ہے جو مجھ پر نازل ہوتا ہے کفار عرب نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ قرآن ہرگز خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ محمدؐ خود تصنیف کرتے ہیں قرآن نے کفار کی اس بکواس کا یہ جواب دیا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ محمدؐ ہی کا بنایا ہوا ہے تو آخر تم بھی ویسے ہی انسان ہو اور فصاحت و بلاغت کا بڑا دعوی بھی کرتے ہو تم بھی ویسا ہی کلام بنا کر پیش کر دو تو البتہ ایک بات ہے کیونکہ انسان جیسا کلام بنا سکتا ہے لیکن تم ہرگز قرآن کی ایسی فصیح عبارت نہیں بنا سکتے پر نہیں بنا سکتے۔

اس کے بعد پھر قرآن نے ان کو چیلنج دیا کہ اچھا زیادہ نہیں دس ہی سورتیں قرآن کی ایسی فصیح تم بنا لاؤ۔ اس پر بھی فصحائے عرب میں ہر طرف سناٹا ہی رہا گویا ایک طرف سے سب کو سانپ سونگ گیا کہ کوئی قرآن جیسی عبارت لکھنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

تیسری مرتبہ قرآن نے اور زیادہ سختی و تشدد کا چیلنج دیا کہ اگر تم دس

سورتیں بھی نہیں بنا سکتے تو جاؤ ایک ہی سورۃ اس جیسی فصیح بنا کر پیش کر دو اس پر بھی کفار عرب جیسے ہیکڑ اور غیرت و حمیت والوں نے میدان فصاحت میں اترنے کا نام نہیں لیا بے ہتھیار ڈال دئے اور سوا اس کے اپنے عجز کا اعتراف کریں ان کے لیئے کوئی چارہ کار نہ رہا۔

اس نوبت کو پہنچکر اور حجت کو تمام کر چکنے کے بعد آخر میں یہ زبردست دعوی کیا گیا کہ اگر دنیا بھر کے جنات و انسان ملکر متفقہ کوشش کریں تو بھی قرآن جیسی فصیح کتاب کا بنانا محال ہے اور تمام عالم کے فصحاء کی مجموعی طاقت بھی قرآن کی ایسی فصیح ایک سورت نہیں بنا سکتی۔

قرآن کا یہ دعوی تیرہ سو برس سے آجتک اسی زور و شور کے ساتھ باقی ہے اور کسی غیرت دار مخالف کو جواب دینے کی جرأت نہیں ہوتی۔ دنیا میں بڑے بڑے فصیح و اسپیکر گزر گئے۔ خود عہد رسالت میں ملک عرب کے اندر ایسے نامور فصحاء اور نامی گرامی شعرائے جادو بیان موجود تھے جن کی فصاحت کی دھاک بیٹھی تھی جن کی تقریروں سے دنیا میں ہلچل پڑ جاتی تھی۔ جن کے موثر بیانوں سے قوموں میں نہ بجھنے والی آتش جوش بھڑک اٹھتی اور ہزاروں قبیلے جان دینے پر آمادہ ہو جاتے اور مر مٹ جاتے تھے باوصف اس دعوی فصاحت کے اور باوجود اتنے اور ایسے فصحاء جادو بیان کے قرآن کی فصاحت کا مقابلہ نہ ہو سکنا اور کسی ایک فرد کا قرآن کے مقابلہ میں ویسی ایک فصیح سورۃ بنانیکی جرأت نہ کرنی نہایت تعجب انگیز امر ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے جسپر مخالفین اسلام کو انصاف سے غور و تامل کرنا چاہیئے۔ قرآن مجید کے کلام اللہ ہونے کی یہ ایک صاف اور بدیہی دلیل ہے۔

تیسرا ثبوت

قرآن مجید کی فصاحت تین حال سے خالی نہیں ہوسکتی۔

(۱) یا وہ عام فصحاء کے کلام کے مساوی ہو۔

(۲) یا تمام فصحاء کے کلام سے زیادہ ہو مگر عادت کے خلاف یا خارق عادت نہ ہو۔

(۳) یا تمام فصحاء کے کلام سے اتنا زیادہ ہو کہ عادت کے خلاف ہو اور کوئی اس کے مثل کہنے پر قادر نہ ہو۔

پہلی دونوں صورتیں باطل ہیں اس لئے کہ اگر قرآن فصاحت و بلاغت میں عام فصحاء کے کلام کے برابر ہوتا یا فصاحت میں اس کا درجہ خلاف عادت نہ ہوتا تو فصحاء عرب ضرور قرآن کا جواب دیتے اور ان کے عاجز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ذیل میں ہم ان نامی گرامی شعراء عرب کی اجمالی فہرست بتاتے ہیں[۵] جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود تھے جن کی فصاحت اور قادرالکلامی کی تمام عرب میں دھوم تھی جو اپنی فصاحت کے غرہ میں کل اہل دنیا کو گونگا سمجھتے تھے اور ان میں کے اکثر مسلمان بھی ہو گئے۔

۵۔ از کتاب روضۃ الادب فی طبقات شعراء العرب تالیف از سکندر آغا آرکاریوس یسوعی۔

فہرست ان فصحاے عرب کی جو عہد جناب رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں تھے

نمبر شمار	مشہور نام	کنیت ولقب وولدیت	سال وفات	کیفیت
۱	امیہ بن ابصلت	امیہ ابوالقاسم بن ابی الصلت	سنہ ۲ ہجری	
۲	اوس بن حجر	بن مالک تمیمی یمنی	ابتدائے اظہار اسلام میں مرے	
۳	تمیم	بن ابی مقبل بن عوف عامری نجدی		انکی اخیر عمر میں اسلام کا ظہور ہوا
۴	درید	ابوزفافہ بن الصمہ بن حارث نجدی		یہ سادات بنو جشم میں بڑے عاقل ودبیر اور بڑے فصیح وبلیغ صاحب عظمت تھے
۵	عمرو	بن احمر بن فراس بن معن باہلی نجدی	ابتدائے خلافت معاویہ میں وفات ہوئی	
۶	عطا تم	ابوربیعہ بن سنان اہتم تمیمی نجدی۔	سنہ ۵۷ ہجری	
۷	شماخ	معقل بن ضرار بن سنان سعدی نجدی	سنہ ۱۸ ہجری	
۸	نمر	بن قلب بن زہیر بن قیس اکلی نجدی۔	سنہ ۲۵ ہجری	
۹	امیہ	ابوکلاب بن عثمان بن الاسکر البکری	ایام زیاد بمقام بصرہ	یہ اور ان کے بیٹے کلاب وفوں مسلمان ہوگئے اور بصرہ میں انتقال کیا

نمبر شمار	مشہور نام	کنیت و لقب و ولدیت	سال وفات	کیفیت
۱۰	تماضر خنساء	بنت عمرو بن الشرید سلمیہ نجدیہ	صحرا میں ان کا انتقال ہوا	یہ عورت مرثیہ گوئی میں مشہور تھی اور آخر اسنے اسلام کو اختیار کیا
۱۱	حسان	ابوالولید حسان بن ثابت بن منذر خزرجی	۵۴ھ عہد معاویہ رض	مشہور شاعر ہیں جو آخر مسلمان ہوئے۔
۱۲	خویلد	بن خالد ہذلی حجازی	۲۶ ہجری	مسلمان ہو گئے۔
۱۳	مجدل	ابو یزید ربیعہ بن مالک سعدی یمنی	زمانہ خلافت عمر یا ابتدائے خلافت عثمان رض	مسلمان ہو گئے
۱۴	ربیعہ	بن مقروم بن غالب ضبی نجدی	۲۸ ہجری	مسلمان ہو گئے
۱۵	عباس	ابوالہیثم بن مرداس بن ابی عامر اسلمی نجدی	۱۶ ہجری	مسلمان ہو گئے
۱۶	عبداللہ	بن رواحہ بن ثعلبہ انصاری خزرجی	۸ ہجری	مسلمان ہو کر مقتول ہوئے
۱۷	ابوثور	عمرو بن معدیکرب بن عبداللہ زبیدی یمنی	۲۱ ہجری میں شہید ہوئے۔	عرب کے مشہور پہلوان ہیں اسلام کے جانباز مجاہد اور صاحب صمصام
۱۸	قیس	ابوزید بن غطیم بن عدی بن عمرو خزرجی	ہجرت سے پہلے شہید ہوئے۔	یہ اسلام کے جانبازوں میں تھے
۱۹	کعب	بن زہیر بن ابی سلمی مزنی نجدی	ابتدائے خلافت عثمانی	مسلمان ہو کر طبعی موت سے مرے

نمبر شمار	مشہور نام	کنیت ولقب و ولدیت	سال وفات	کیفیت
۲۰	لبید	ابو عقیل بن ربیعہ بن مالک بن جعفر عامری	ابتدائے خلافت معاویہ میں ایک سو چالیس برس کی عمر میں فوت ہوئے	یہ جانباز مسلمان قرآن کے جامعین میں سے ہیں۔
۲۱	مالک	ابو منوار بن نویرہ بن عمرو یربوعی یمنی۔	عہد خلافت صدیق اکبر رضی	یہ مسلمان ہوئے اور رد ہو کے میں قتل ہو گئے۔
۲۲	متمم	بن نویرہ ابو نہشل	عہد خلافت عمر رضی	مسلمان ہو گئے
۲۳	معن	بن اوس بن نصر مزنی تہامی	۲۹ سنہ ہجری	آخر عمر میں مسلمان ہوئے
۲۴	میمون اعشی	ابو نصیر بن قیس بن جندل اسدی	۷ سنہ ہجری	مسلمان ہو گئے
۲۵	یزید	بن ورقا بن یربوع یمنی	۱۷ سنہ ہجری	مسلمان ہو گئے مگر رمضان کے روزے نہیں رہتے تھے۔

یہ پچیس شعرائے نامی اور فصحائے گرامی ہیں جن میں کا ہر ایک فرد فصاحت میں عرب کا روح رواں تھا ان میں سے شروع کے آٹھ نفوس تو اپنے کفر پر قائم رہے بعضوں نے ضد وحسد کی وجہ سے مسلمان ہونا قبول نہ کیا باقی سب کے سب مسلمان ہو گئے جس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے عرب کے گوشہ گوشہ میں شعر گوئی اور زبان دانی کا چرچا تھا عربی زبان کی فصاحت اپنے پورے عروج پر تھی اور عرب کے ان مغرور و طلاقت لسان فصحاء کو جتنا کچھ اپنی فصاحت و گویائی پر ناز و غرہ تھا

وہ تاریخ جاننے والوں پر مخفی نہیں ہے فی البدیہہ قصیدہ کا قصیدہ لکھ دینا ان کے لئے ایک معمولی بات تھی ان کی لونڈیاں تک برجستہ گوئی میں اتنی مشاق ہوتی تھیں کہ آج اچھے سے اچھا شاعر ان کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

ایسے وقت میں محمد مصطفےٰ صلعم نے دعوی نبوت کر کے ثبوت میں قرآن کو پیش کیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اگر تم کو اس میں شبہہ ہے تو اسکی جیسی فصیح ایک سورت ہی بنا کر لا دو۔ خواہ تم میں کا کوئی ایک بنائے یا سب ملکر مجتمعہ طاقت سے بناؤ۔

یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپ کے دعوے نبوت کے ساتھ تمام ملک عرب آپکا دشمن اور جان کا لاگو ہوگیا۔ ادنی سے اعلی تک اس کوشش میں رہنے لگا کہ محمد (صلعم) کو کسی طرح نیچا دکھائیں آپ کے دعوی کو باطل کر کے ذلیل و خوار کریں اور جو اس پر قادر نہ ہوسکیں تو آپ کے وجود ہی سے دنیا کو خالی کر دیں اس کوشش میں کل اہل عرب نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ خصوصاً قریش اور مکہ والوں نے تو دامے درمے سخنے قدمے کسی طرح کوئی بات آپ کی تکذیب اور تذلیل میں اٹھا نہیں رکھی۔

باوجود ان مساعی اور سرتوڑ کوششوں کے قرآن کے مثل نہ ایک سورت کوئی بنا سکا نہ کسی کو جھوٹ موٹ بنانے کی جرأت ہی ہوئی اگر کوئی ایک شخص نہیں بنا سکتا تھا تو سب ملکر مجموعی قوت سے بنا لیتے۔

یہ بہت صاف بات ہے کہ اگر کفار عرب کو قرآن مجید کے مثل ایک سورت بنانے کی قدرت بھی ہوتی تو وہ کبھی باز رہنے والے نہ تھے وہ ضرور قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا کر پیش کر دیتے تا قرآن کا ایسا عظیم الشان دعوی باطل ہو جائے اور قرآن لانیوالے کی ساری شیخی کرکری ہو جائے لیکن انہوں نے ہرگز ایسا

نہیں کیا اور نہیں کر سکے انہوں نے اپنے عجز کا اعتراف کیا قرآن کی خارق عادت فصاحت کے اقراری ہوئے قرآن مجید نے بار بار ان کو چیلنج دیا اور فصحاے عرب کے عجز اور خاموشی ان کو لعنت ملامت کی ان کو جہنمی قرار دیا ان پر لعنت و پھٹکار برسائی مرنے کے بعد ان کو جہنم کی آگ کا ایندھن فرمایا اور فصحاے عرب نے اپنی ان ساری ذلتوں کو ٹھنڈے دل سے برداشت کیا مگر جواب میں اتنا نہو سکا کہ تین آیت کی ایک سورت ویسی ہی فصیح بنا دیتے پس ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ وہ قرآن جیسی فصیح عبارت بنانے پر قدرت ہی نہیں رکھتے تھے اور یہ بات ان کے امکان سے باہر تھی ورنہ وہ نچلے بیٹھنے والے نتھے اور اس کے ساتھ ہی جب ہم تاریخوں میں یہ پڑھتے ہیں کہ بہت سارے ہیکڑ فصحاء نامور قرآن مجید کی فصاحت کے معترف و شیدائی بن گئے اور اسلام کے آگے سر تسلیم خم کر کے محمد عربی کی خالص پیرو ہو گئے تو یہ خیال حق بالکل یقین کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے پس جب دونوں صورتیں باطل ٹھہریں تو تیسری صورت متعین و ثابت ہو گئی یعنے قرآن مجید کی فصاحت ایسے بالاترین درجے پر ہے کہ کوئی بشری طاقت اس جیسی عمدہ عبارت نہیں بنا سکتی اسی کا نام اعجاز معجزہ ہے اور اسی کا نام کلام الٰہی ہے - بندوں میں یہ کہاں طاقت کہ خالق اکبر کے کلام کا مقابلہ کر سکیں

چوتھا ثبوت

اسی تیسرے ثبوت کو یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ قرآن مجید کی فصاحت حد اعجاز میں ہے یا حد اعجاز میں نہیں ہے - اگر حد اعجاز میں نہیں ہے

یعنے ویسی فصیح عبارت کا بنانا ممکن ہے تو فصحائے عرب کے لئے معارضہ بھی ممکن تھا پس باوجود اس کے کہ قرآن کا معاوضہ ممکن تھا فصحائے عرب کو قرآن کے مثل بنانے کی کوشش تھی اور کفار عرب قرآن کے لانیوالے بے یار و مددگار رہ کر نبوت کو ذلیل و رسوا کرنا دل سے چاہتے تھے قرآن کے معارضہ کی جرات نہ کرنی ایک بین معجزہ اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کی روشن دلیل ہے اگر قرآن خود محمد مصطفےٰ کا بنایا ہوا ہوتا تو طلاقت لسان اہل عرب کو اس کے مثل نہ بنا سکنے کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ بشر کا مقابلہ بشر کر سکتا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ قرآن مجید بہمہ وجوہ معجزہ ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہ اوس جیسا کلام بلیغ بنا سکی نہ بنا سکتی نہ کبھی بنا سکے گی۔

فرض محال سے لازم نہیں آتا۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ جناب رسول خدا علیہ التحیتہ والثناء پڑھے لکھے تھے یا اس پر بھی ترقی کر کے کہا جائے کہ آپ بہت بڑے عالم اور فصیح و بلیغ شاعر تھے تو بھی ان آخری تین ثبوتوں میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی اور با وصف قرآن کے دعوی و تحدی کے اس کے مثل کے پیش کرنے سے تمام فصحائے عرب کا عاجز آجانا بلا شبہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا مضبوط ترین ثبوت ہے۔

پانچواں ثبوت

سوائے قرآن مجید کے آجتک کسی کتاب کے مصنف نے نہ اپنی کتاب کے بیمثل ہونے کا دعوے کیا نہ دنیا بھر کے جن و انس کو اتنا زبردست

چیلنج دیا کہ تم سب اہل عالم مل کر اپنی پوری قوت صرف کر ڈالو تب بھی قرآن جیسی ایک سورت نہ بنا سکو گے اس دعوی اور تحدی میں قرآن منفرد ہے اسی نے اپنے بمثل ہونے کا دعوے کیا اسی نے فصحائے عرب کو خصوصاً اور تمام اہل عالم کو عموماً اپنے مقابلہ کے لئے پکار پکار کر علی الاعلان بلایا کہ اگر تم کو میرے کتاب اللہ ہونے میں شک ہے تو محمد کچھ دنیا اوپر انسان نہیں ہے آخر وہ تم ہی میں کا ایک امی شخص ہے اور تم کو اپنی فصاحت کا دنیا اوپر گھمنڈ بھی ہے۔ تم لوگ بھی اپنی انفرادی یا اجتماعی قوت سے کام لیکر ویسی ہی ایک کتاب یا اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ۔

قرآن کا یہ بول بالا رہا۔ کسی نے اس کے جواب لکھنے کی جرات کی نہ آجتک اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر پیش کی گئی۔

اگر انصاف پسند مخالفین تعصب سے کام نہ لیں تو قرآن کے کلام اللہ ہونے پر یہ بھی ایک اوسط درجہ کی معتبر دلیل ہے۔

چھٹواں ثبوت

کبھی کسی انسان نے اپنے مصنوع کے بمثل ہونے کا دعوی نہیں کیا اور وہ کر بھی نہیں سکتا کیونکہ جب وہ خود ہی بمثل نہیں ہے تو اس کی صنعت کو کر بمثل ہو سکتی ہے۔ انسان کیسا ہی بالاترین درجہ پر ہو اس کی بنائی ہوئی چیز نا فوق القدرت نہیں ہو سکتی کہ کوئی دوسرا انسان اس جیسی چیز نہ بنا سکے جب سے دنیا کا پتا چلتا ہے اور جب سے تاریخ کا نشان ملتا ہے آجتک انسان کی مصنوعات میں سے کوئی ایسا مصنوع

پیش نہیں ہوا جس کا مثل بنانے پر انسان قادر نہ ہو اور یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی جیسی چیز انسان بنا سکتا ہے۔

یہ عظمت صرف قدرتی اشیاء کو حاصل ہے جن کا وجود اور جن کی بقاء انسان کی طاقت و اختیار سے باہر ہے قدرتی چیزوں کی مثل تو کیا۔ اس کے لگ بھگ بھی بنانے پر انسان قادر نہیں ہے۔

مصنوعات باری میں سے کسی ادنی سے ادنی درجہ کی چیز لیلو۔ کبھی کوئی دنیاوی قوت اس جیسی چیز بنانے پر قادر نہیں ہو سکتی۔

مثال کے طور پر گلاب کے پھول پر غور کرو جس کو قدرت کے برترین ہاتھوں نے بنایا ہے اور بتاؤ کہ کیا کوئی بڑا سے بڑا انسان یا نوع انسان کی مجموعی طاقت یا تمام دنیا کی اتفاقی قوت بھی اس بات پر قادر ہے کہ گلاب کا ایسا پھول بنا دے۔

یقیناً تم اس بات کا جواب نفی میں دو گے کہ واقعی کوئی دنیاوی قوت ایسا پھول بنانے پر قادر نہیں اور یہ عقلاً محال و ناممکن ہے کہ انسان ضعیف البنیان ایسا پھول بنانے پر قدرت پا سکے اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ	لوگو! ایک مثال بیان کیجاتی ہے تو اس کو
مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ	کان لگا کر سنو کہ خدا کے سوا جن (معبودوں) کو
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے
لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ	اگرچہ اس کے (پیدا کرنے کے) لئے (سب کے سب)
اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ	اکٹھے (ہی کیوں نہ) ہوں اور اگر مکھی ان سے
يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ	کچھ چھین لیجائے تو اس سے چھڑا

شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۔	نہیں سکتے (کسے) بودے ہیں (جو مکھی کے) پیچھے پڑیں (اور نہ پکڑ سکیں) اور کیسی بودی (وہ بیچاری مکھی) جس کا پیچھا کیا جائے

(سورۃ الحج ۔)

ایسا ہی ایک مضمون سورۃ النمل میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهٖ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا	بھلا آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور آسمان سے تم لوگوں کیلئے (کس نے) پانی برسایا (ہم ہی نے برسایا) پھر پانی کے ذریعہ سے ہم (ہی) نے خوشنما باغ اگائے (لوگو!) تمہارے بس کی تو بات نہ تھی کہ تم ان کے درختوں کو اگا سکو ۔

بہرحال یہ بدیہات میں سے ہے کہ انسان حیوان ۔ نباتات جمادات وغیرہ جتنی قدرتی چیزیں ہیں سب اپنی ذات میں بیمثل ہیں اور انسان خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے ان قدرتی چیزوں کے مثل بنانے پر نہ اس کو قدرت ہے نہ کبھی ہو سکتی ۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار کے تمام معبود اپنی پوری قوت صرف کر دیں تو بھی وہ مکھی جیسی ایک حقیر مخلوق کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے بلکہ پیدا کرنا تو بڑی بات ہے اگر مکھی کوئی چیز اٹھا لیجائے تو وہ اتنے کمزور ہیں کہ اس کو مکھی سے چھین بھی نہیں سکتے ۔

دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ " ہم آسمان سے پانی برسا کر خوشنما باغ اگا دیتے ہیں ، تم بنی نوع انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ درختوں کو

اگا سکو ۔ اور یہ دونوں دعوے بالبداہتہ صحیح ثابت ہیں ۔

قرآن کے کلام اللہ ہونیکا بھی ویسا ہی بدیہی ثبوت دیا کہ کوئی انسانی طاقت ویسا فصیح کلام نہیں بنا سکتی پس اگر وہ انسان کا کلام ہے تو ہم اہل عرب کو تو اپنی فصاحت کا بڑا گھمنڈ ہے ایک ہی سورت ویسی فصیح بنا لاؤ ۔

اللہ تعالیٰ کا یہ دعوے سچا اترا فصحائے عرب کی تمام مجموعی قوت بھی قرآن کے مثل ایک سورت بنا کر نہ پیش کر سکی اور اس میدان میں سب نے اپنی ہار مان لی اور گویا سب نے اس امر کا بدیہی ثبوت دیدیا کہ جس قدرت کے ہاتھوں نے انسان حیوان اور نبات و جمادات جیسی بے مثل چیزوں کو پیدا کیا ہے کہ ان کا مثل کوئی دوسرا بنا نہیں سکتا اسی صاحب قدرت کا کلام قرآن مجید بھی ہے کہ اس جیسا کلام کوئی بنا دی طاقت نہیں بنا سکتی ۔

ساتواں ثبوت

قرآن مجید میں بہت ساری آیتیں ایسی مجتمع ہوگئی ہیں جو فصاحت کو نقصان پہونچانے والی ہیں اور جن کا اجتماع بالاتفاق کلام کو فصاحت کے درجہ سے گرا دیتا ہے مثلاً

(۱)

اہل عرب کی ساری فصاحت وصف مشاہدات پر منحصر تھی مثلاً اونٹ کی تعریف گھوڑے کی صفت عورتوں اور لونڈیوں اور ان کے حسن و جمال کی مدح سرائی بادشاہ کی مدحت تیر و تلوار اور جنگ و حرب کے ذکر و اوصاف اپنی غارتگری اور لوٹ مار کا بیان تعریف و تعلی و خود ستائی وغیرہ

قرآن مجید اور اس جیسی تمام باتوں سے معرا ہے تو چاہئے تھا کہ اس میں وہ الفاظ فصیحہ نہ ہوتے جن پر کلام عرب کی فصاحت کا دارومدار تھا بلکہ جیسا فصیح کلام اہل عرب کا ہوتا تھا قرآن مجید اتنا فصیح بھی نہ ہوتا۔

(۲)

جب تک جھوٹ کی امیزش نہ ہو کلام موزوں فصیح نہیں ہوا کرتا جس شاعر نے مبالغہ دروغ گوئی کو خیرباد کہا اس کا کلام فصاحت کے درجہ سے گر گیا اور اس کی بین شہادت یہ ہے کہ لبید بن ربیعہ اور حسان بن ثابت عہد رسالت کے بڑے مشاہیر شعرائے عرب سے تھے۔ یہ دونوں آخر مسلمان ہوئے مسلمان ہونے کے بعد جو اشعار انہوں نے کہے ان کا درجہ ایام جاہلیت کے اشعار سے بہت ہی گرا رہا یہ کیوں؟ اس لئے کہ اسلام نے کذب سے منع فرمایا اور ان فصیح و مسلم شعراء نے اپنے شعروں کو جھوٹ کی امیزش سے پاک رکھنا چاہا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے کلام کی فصاحت کی وہ عظمت باقی نہ رہی جو ایام جاہلیت کے مجموعہ اکاذیب کلام میں تھی۔ قرآن مجید جھوٹ اور مبالغہ کی امیزش سے قطعاً پاک ہے اور باوجود اس کے فصاحت کے بالاترین درجہ پر ہے۔

(۳)

کسی بڑے سے بڑے فصیح شاعر اور عمدہ سے عمدہ استاد کو لیلو۔ کبھی اس کے سارے کلام کو کلیتہً ایک ساں فصیح و عمدہ نباؤ گے اچھے سے اچھے شاعر کے چوٹی کے قصیدہ میں ایک شعر یا دو شعر بہترین ہوں گے کوئی ایسا شاعر و فصیح پیش نہیں کیا جا سکتا جس کے تمام اشعار اعلیٰ درجہ کے فصیح ہوں اور جس کا پورا کلام فصیح ترین اور نقصان و سقوط و زوائد سے پاک ہو۔ قرآن مجید میں یہ بات کہاں ہے؟ وہ تو اول سے آخر تک فصاحت کے

ایسے درجہ پر ہے کہ کوئی قوت اس جیسا کلام نہیں بنا سکتی۔

(۴)

تکرار مضمون فصاحت کے مرتبہ کو گھٹا دیتا ہے کوئی فصیح شخص ایک عمدہ شعر کہے اور پھر اسی مضمون کو دوسرے الفاظ و انداز میں دہرا دے تو دوسرا تکراری شعر ہرگز پہلے شعر کی عمدگی کو نہیں پہونچے گا اور اس کے نظائر اساتذہ شعراء کے دواوین میں بکثرت موجود ہیں۔

قرآن مجید میں تکرار مضامین بہت ہے ایک ہی مضمون اور ایک ہی قصہ کو بار بار متعدد مقامات پر دہرایا گیا ہے لیکن کہیں اس کی فصاحت میں فرق نہیں آنے پاتا کہ کوئی حصہ فصاحت کے درجہ سے گر جائے اگر ایسا ہوتا تو مناہیر فصحائے عرب ناقص حصہ قرآن کا جواب ضرور لکھتے اور اس سے بہتر عبارت لکھکر قرآن کے دعوی تحدی کو باطل کر دیتے یا کم سے کم قرآن کی عدم فصاحت کو مشتہر کرتے کہ اس کا فلاں مقام ناقص ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور عربی ادب جاننے والے کو تو اسکی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ قرآن خود اس کے سامنے ہے اور وہ فیصلہ کر سکتا ہے۔

(۵)

قرآن مجید میں کیا بیان کیا گیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کرتا ہے اللہ کی پرستش کا حکم کرتا ہے عبادات کو واجب کرتا ہے برائیوں سے منع کرتا ہے مکارم اخلاق کی ترغیب دیتا ہے ترک دنیا اور اختیار آخرت پر برانگیختہ کرتا ہے۔

یہ سب ایسے خشک مضامین ہیں جو فصاحت کے درجہ سے کلام کو بہت نیچے گرا دیتے ہیں اور ان مضامین میں عموماً دلچسپی نہیں ہوتی پس باوجود

اسنے وجوہ قلت فصاحت کے جمع ہو جانے کے قرآن مجید کا فصاحت کی ایسے بڑے مرتبہ پر ہونا کہ نوع بشر کی انفرادی اور مجموعی دونوں طاقتیں اسکے جواب دینے اور اس کے مثل کلام بنانے سے مطلقاً عاجز رہیں اس کے خارق العادت کلام اور کتاب اللہ ہونے کا صاف ثبوت ہے۔

آٹھواں ثبوت

ہر فصیح اور ہر شاعر کا ایک خاص رنگ اور ایک جُدا انداز رہا ہے کہ اس کی ساری فصاحت و ناموری اسی خاص رنگ میں محدود و منحصر رہی اپنی اس سرحد سے جہاں قدم آگے بڑھایا اور ناموری و استادی میں بٹا لگا امرالقیس اس بزم فصاحت کا صدر نشین مانا گیا ہے جہاں خوبصورت عورتوں کا مذکور یا گھوڑوں کی تعریف اور شراب نوشی کی باتیں ہوں ان کے علاوہ دوسرے اصناف سخن میں وہ کمتر قلم اٹھاتا ہے۔ اور جب اٹھاتا ہے تو اسکی استادی کی کرکری ہو جاتی نابغہ جیسا گویا شاعر واقعات خوف کو خوب باندھتا ہے بس آگے خیریت۔ اعشیٰ شاعر کے اشعار حسن طلب میں لاجواب سمجھے گئے ہیں زہیر کا کلام ترغیب و ترہیب میں خاص اثر رکھتا ہے اور اسی طرح فارسی میں فردوسی طوسی رزم کا مرد میدان ہے جس کو تمام اگلے پچھلے شعرائے عجم نے اپنا استاد اور خداوند سخن تسلیم کیا ہے اس کے شاہنامہ کا ایک ایک شعر اشیر فلوں میں تلتا ہے مگر باوجود اس عظمت شان کے جب وہ اپنے اس خاص مذاق رزمیت کی رصد سے آگے قدم بڑھاتا ہے تو ساری عظمت خاک میں ملجاتی ہے اس کی یوسف زلیخا بلکہ خود شاہنامہ کے دوسرے بزمیہ و عشقیہ

اشعار کو کوڑیوں مول بھی کوئی نہیں پوچھتا۔

سعدی شیرازی پند و موعظت اور فلسفۂ اخلاق کا جادو نگار امام مانا گیا ہے اور اس صنف کے سوائے جہاں دوسرے مذاق میں گھسا پھرا اس کی طرف کوئی التفات بھی نہیں کرتا بوستاں میں اُس نے بڑے شد و مد سے ایک رزمیہ داستان لکھنے شروع کی اور ایک ہی مختصری حکایت لکھنے میں دم پھول گیا اور وہ چند اشعار بھی جو بڑی کوشش و جانکاہی سے لکھے گئے اس قابل نہیں قرار پائے کہ فردوسی و نظامی کے اشعار کے سامنے لائے جائیں خواجہ حافظ نے مین غزل کا بادشاہ ہے اور غزل کو چھوڑ کر دوسری صنف میں قلم اُٹھانے کی وہ خود جرارت نہیں کرتا۔

غرض ہم کہاں تک بیان کریں کہ ہر زبان و ہر قوم میں اس کے نظائر لاتعد ولاتحصی ہیں ہر فصیح و ہر شاعر ایک اپنا خاص مذاق رکھتا ہے اور اس کی ساری فصاحت و گویائی اُسی مذاق و رنگ میں منحصر ہے۔

اس تمہید کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب تم قرآن مجید کے مضامین اور ان کی فصاحت پر غور کرو کہ اس میں سیکڑوں ہی مختلف و متضاد مضامین بھرے پڑے ہیں مگر کہیں اس کی فصاحت اور خوبی بیان میں نقصان نہیں نظر آتا۔

قرآن شریف میں کسی خاص فن کی بندش نہیں ہے۔ اس میں الٰہیات کے مسائل ہیں انبیا علیہم السلام کے حالات ہیں گذری ہوئی قوموں کے عبرتناک واقعات ہیں۔ آنیوالے امور کے متعلق پیشینگوئیاں ہیں بہشت و دوزخ کے متعلق ترغیبات و ترہیبات ہیں۔ سزا و جزا کے احکام ہیں تدبیر منزل اور سیاست مدن کی تفصیلی تعلیمات ہیں۔ حب الٰہی، وصول الی اللہ

خلوص نیت، صفات الٰہی، توحید، تصوف، عقائد، احوال آخرت، دنیا کی مذمت اور اس کا عدم ثبات، حرمت و حلت اشیاء، علم فرائض، فقہ کلا ہم، تہذیب اخلاق، تقوی، طہارت، رذائل کی مذمت۔ ریاکاری پر تہدید، اصلاح بین الناس، ذکر و عبادت وغیرہ کے ہر قسم کے اجمالی و تفصیلی بیانات ہیں۔ سورۃ الاحزاب میں جنگ احزاب کا واقعہ کس شان اور کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ جنگ کا نقشہ نظروں کے سامنے کھنچ جاتا ہے پند و مواعظ اور اخلاق سے تو گویا سارے کا سارا قرآن ہی بھرا پڑا ہے اور ان تمام مختلف مضامین میں فصاحت کی وہی ایک شان ہے شروع سے اخیر تک ایک ہی قسم کی فصاحت روانی و سلاست اور متانت و سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ نہ کہیں ذرا اختلاف ہے نہ کسی قسم کا نقص ہے نہ کہیں بیجا مبالغہ ہے نہ جھوٹ کی آمیزش ہے۔ ان تصریحات سے ان لوگوں کا اعتراض بھی دفع ہو گیا۔ جو اکثر جوش تعصب میں اکثر کہہ دیا کرتے ہیں کہ قرآن کا جواب نہ ہونا یا ویسی فصیح کتاب کا نہ بنایا جا سکنا اگر اس کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل ہے تو شاہنامہ فردوسی اور گلستان سعدی وغیرہ بھی لاجواب کتابیں ہیں جن کا جواب نہ دیا گیا نہ ان جیسی بہتر کتابیں تصنیف ہوئیں حالانکہ ان کتابوں کا انسانی تصنیف ہونا معلوم ہے۔

جواب

اس کا تفصیلی جواب ہم اسی کتاب کی پہلی جلد میں دے چکے ہیں۔

اولاً:۔ تو شاہنامہ یا گلستان یا ان جیسی اور کتابیں ایک خاص مذاق پر ہیں کہ اس مذاق سے جہاں باہر ہوئیں ان کی ساری خوبی و فصاحت خاک میں ملگئی قرآن میں یہ بات کہاں؟

ثانیاً :- یہ دعویٰ غلط ہے کہ ان کتابوں کا جواب نہیں ہوا اور وہ لاجواب تسلیم کی گئیں۔ شاہنامہ کے جواب میں سکندر نامہ صولت فاروقی اور چار مذہب آئینی بہتیری کتابیں لکھی گئیں گلستان سعدی کے جواب میں گلستان خسرو بہارستان جامی گلستان قاآنی اور ذاستان وغیرہ کتنی کتابیں تصنیف ہوگئیں یہ ممکن ہے کہ پوری کتابیں پوری کتابوں کا جواب مثل نہ ہوں مگر ایسا نہیں ہے کہ جواب ہی نہیں ہوا بلکہ بہت سارے مقامات میں جواب اصل سے بہت بڑھ گیا ہے قرآن مجید کا جواب کہاں ہوا؟ فصحائے عرب نے تو قرآن مجید کے جواب میں قلم اٹھانے کی جرأت ہی نہیں کی۔

ثالثاً :- یہ بات قابل توجہ ہے کہ شاہنامہ گلستان وغیرہ کے مصنفین نے خود اپنی تصنیفوں کے بے مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا باوجود اس کے ان کتابوں کا جواب لکھا گیا اور قرآن مجید نے اپنے بے مثل بلکہ کتاب اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تمام فصحائے عالم کو اپنے مثل بنا لانے پر چیلنج دیا اور باوصف اس کے عرب کے ہیکڑ فصحاء نے جواب لکھنے کا نام نہیں لیا۔ غرض آج تک قرآن کے مثل ایک سورت بنانے پر کسی کو قدرت و جرأت ہوئی ؎ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

قرآن مجید میں فوری انتقال مضامین بھی کثرت سے ہے مثلاً ایک جملہ میں امر ہے اور اس کے بعد ہی کے جملہ میں نہی ہے۔ پہلے میں خبر ہے تو دوسرے میں استخبار کہیں وعدہ ہے تو اس کے متصل ہی وعید ہے اس گریز یا انتقال مضمون میں بھی عجیب لطف اور شان فصاحت ہے جس سے وہی شخص کچھ لطف اٹھا سکتا ہے جو کم از کم زبان عربی اور معانی و بیان سے واقف ہو اب دیکھو کہ باوجود اسالیب کے بدلنے اور مضامین کے

انتقال کے قرآن کے ربط کلام اور حسن التیام میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا اور یہی وہ صفت ہے جس سے فصحائے عرب اور ادبائے عجم سراسیمہ ہوکر بے اختیار چلا اٹھے هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ قرآن شریف ہر ایک امر اور اصناف کلام کے ہر ایک صنف کے بیان میں اعلیٰ سے اعلیٰ پایہ رکھتا ہے دنیا بھر کے اگلے پچھلے تمام فصحا تمام ادبا اور تمام شعرا کے کلام اس صفت سے خالی ہیں صنف بشر اور نوع انسان میں کوئی فرد ایسا نہیں ہوا جسکو تمام اصناف سخن کے فصیح بیان پر یکساں قدرت حاصل ہو۔ پس (محمد صاحب) ایک اُمّی اَن پڑھ سے ان مختلف فنون اور مختلف حالتوں میں یکساں فصاحت و بلاغت اور تمام امور میں یکساں التزام کے ساتھ قرآن مجید کا بتدریج پیش کیا جانا اس کے کلام ربانی ہونے کا صریح بلکہ بدیہی ثبوت ہے۔

نواں ثبوت

وہ ہے جو خود قرآن مجید کی سورۃ الزمر میں دیا گیا ہے

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ	اللہ نے بہت ہی اچھا کلام (یعنی) یہ کتاب اُتاری (جسکی باتیں ایک دوسرے سے) ملتی جلتی (ہیں اور سمجھانے کیلئے) بار بار دہرائی گئی ہیں (اسکی تاثیر یہ ہے کہ) جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اس (کے سننے) سے انکی بدن کانپ اُٹھتے ہیں پھر اُن کے جسم اور دل نرم ہو

الی ذکر اللہ۔ یاد الٰہی کی طرف (راغب ہو جاتے ہیں۔

ایسی ہی ایک آیت سورۃ النساء میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ	تو کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) میں غور نہیں کرتے
وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ	(کہ کہیں سرمو فرق نہیں) اور اگر (قرآن خدا کے
غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ	سوا کسی اور کے پاس سے آیا) ہوتا تو (وہ) فرور
اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔	اس میں بہت سا اختلافات پاتے۔

سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید جملۃً واحدۃً ایک ہی مرتبہ سب کا سب نہیں اترا بلکہ نجماً نجماً سالہائے دراز تک نازل ہوتا رہا ہے جس کی مدت کم سے کم بیس سال اور زیادہ سے زیادہ تیئیس (۲۳) سال ہے۔

اگر قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا ہوتا تو ناممکن تھا کہ اتنی مدت تک ہر وقت اس کے خیالات یکساں رہتے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لڑکپن سے لیکر بڑھاپے تک انسان کے خیالات میں بڑا رد و بدل واقع ہوا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ پیغمبر اسلام کو دیکھو کہ چالیس برس تک آپ اپنے کنبہ، خاندان، قبیلے بلکہ سارے عرب میں محبوب خلائق رہے ہر متنفس آپ کو راستباز عادل اور امین یقین کرتا رہا۔ چالیس برس کی عمر میں آپ کے سر پر نبوت کا سہرا بندھا اور نبوت کا دعویٰ بلند کرتے ہی عرب کا بچہ بچہ آپ کا دشمن بنگیا گویا مکہ کی سرزمین آپ کے خون کی پیاسی ہوگئی اہل عرب نے جتنی ایذائیں اور جیسی کچھ تکلیفیں آپ کو پہونچائیں ان کے بیان میں تاریخوں کے دفاتر بھرے پڑے ہیں۔ یہ زمانہ بڑے صبر و استحان کا تھا لیکن جب مکہ والوں کا ظلم و جور حد سے بہت آگے بڑھگیا تو مجبوراً آپ کو وطن چھوڑ دینا پڑا اور بھاگ کر مدینہ میں جا رہے۔ یہاں ظلم و جور سے تو امن ہوگیا مگر غریب الوطنی کا

وقت بہت عسرت کا وقت تھا رفتہ رفتہ آپ کے پیروؤں کی تعداد بڑھتی گئی یہانتک کہ ایک اچھی خاصی جماعت قائم ہوگئی اور لگے دشمنوں کو ترکی بترکی جواب دینے پھر ایک ایک کرکے یا تو سب کو مطیع و منقاد کرلیا یا تلوار کے گھاٹ اتارا تمام جزیرہ نمائے عرب مین اسلام کا بول بالا ہوگیا مسلمان غالب ہوگئے کفار مغلوب اور وہی مسلمان جو روٹی روٹی کو محتاج تھے ان کی دولت کی کچھ انتہا نہ رہی غرض پیغمبر اسلام کے پورے حالات زندگی پڑھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ پر کیسے کیسے انقلابات کا حسرتناک زمانہ گذرا اور آپ پر رنج و ماتم، مفلسی، تنگدستی، بیچارگی، مظلومی وغیرہ کے کیسے اندوہناک و عبرتناک مصائب کا آسمان ٹوٹتا رہا۔

پس اگر قرآن مجید کسی انسان کا بنایا ہوا یا خود پیغمبر اسلام ہی کا کلام ہوتا تو اس میں خیالات مختلفہ ضرور ہوتے پر ہوتے بخلاف اس کے دیکھا جاتا ہے کہ وہ شروع سے آخر تک ایک ہی نسق پر چلا جاتا ہے اور جو تعلیم مدنظر ہے وہ قرآن کی ہر ہر جگہ سے پٹری ٹپک رہی ہے یہ بات اس کے کلام الٰہی ہونے کی بڑی دلیل ہے فقط والسلام علی سید الانام منا ومن اللہ الملک العلام تم الجزء الثالث من کتاب الحکمۃ البالغۃ ویلیہ الجزء الرابع۔

۸ جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۲ ہجری - یکم خورداد سنہ ۱۳۲۳ فصلی

غلط نامہ کتاب حکمت بالغہ جلد سوم

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۳	۷	آیت میں	آیت سے	۱۹	۳۷	۱۹	پہونچی	پونجی
۲	۳	۱۴	واجب	ضروری	۲۰	۵۹	۱۷	ایک	یہ ایک
۳	۵	۱۰	اور	اس لئے	۲۱	۶۶	۱۷	پڑا ہوا	پڑھا ہوا
۴	〃	۱۱	ناخواندہ ہو گئے	ناخواندہ رہجاتے ہیں	۲۲	۷۲	۱۶	لکھا جائے	کہا جائے
۵	〃	۱۹	دوڑے	دوبڑے	۲۳	۷۵	۶	اُس کی	تو اس کی
۶	۱۵	۱۴	ملت خلیفہ	ملت حنیفیہ	۲۴	۷۷	۷	اصلاح	اصطلاح
۷	۱۷	۹	اوہ	وہ	۲۵	۸۸	۴	ہرج	حرج
۸	۱۸	۵	کو کسی	کونسی	۲۶	〃	۱۰	فرمائی	فرمایا
۹	۱۹	۲	تحریر نہیں ہوئی	تحریر میں نہیں آئی	۲۷	۱۰۵	۱۲	نصیحت	یہ نصیحت
۱۰	۲۸	۱۰	محمد عربی کے	محمد عربی اپنے	۲۸	۱۰۶	۳	پس کسی	یعنی کسی
۱۱	〃	〃	آپ اپنے	اپنے	۲۹	۱۱۱	۵	چونکہ	کہ چونکہ
۱۲	۲۹	۷	کی ہے	کی ہے کہ	۳۰	۱۱۶	۱۲	کرنا پیغمبر	کرنا کہ پیغمبر
۱۳	۳۰	۱۶	ناقابل	ناقابل عمل	۳۱	۱۲۱	۱۰	ثبوب	ثبوت
۱۴	۳۲	۱۰	اور مشقت اور وطن	اور وطن	۳۲	〃	۱۱	ایک	یہ ایک
۱۵	۳۳	۳	عربی	عبری	۳۳	۱۲۲	۴	ذریعہ	ذریعہ سے
۱۶	〃	۶	عربی	عبری	۳۴	۱۲۶	۱۸	میں ہے	میں
۱۷	〃	۹	عربی ہیں	عبری میں	۳۵	۱۴۲	۱۶	تالیف از	تالیف
۱۸	۳۶	۱۶	کہل گئی	کھل جائیگی	۳۶	۱۵۲	۱۲	آیتیں	باتیں
					۳۷	۱۵۵	۱۸	رصد	سرحد

مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن کا مفید سلسلۂ اشاعت

حکمۃ بالغہ جلد اول - جناب مولوی احمد مکرم صاحب عباسی چریاکوٹی ممبر رکن مجلس اشاعۃ العلوم نے ایک سلسلہ کی بنا ڈالی ہے کہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے متعلق جتنے دلائل آجتک قائم کئے گئے ہیں ان سب کو ایک جگہ مرتب و مدون کیا جائے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کی یہ ایک بہت بڑی اور اہم خدمت ہے جس کو جناب مولیٰ الیہ نے شروع کیا ہے۔ اللہ کریم اس کوشش کو مشکور اور بخیر خوبی انجام تک پہنچائے اور مولف علام کو جزائے خیر دے اس سلسلہ کی یہ پہلی جلد ہے جسکو مولف سلمہ اللہ نے چار حصوں پر منقسم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں قرآن مجید کی پوری تاریخ اور گویا اتقان فی علوم القرآن کے ایک معتد بہ حصہ کا خلاصہ ہے۔ دوسرے حصہ میں تواتر قرآن کی بحث ہے جس میں روشن دلائل سے ثابت کر دیا گیا ہے کہ جو قرآن سردار دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا وہی قرآن بلا کسی کمی بیشی کے اسوقت تک اہل اسلام کے ہاتھوں اور سینوں میں موجود ہے اور یہی عقیدہ اسلام کے تمام مختلف فرقوں کا ہے۔ تیسرے حصہ میں قرآن مجید کے اسماء و صفات کے نہایت مبسوط مباحث ہیں اور ضمناً بہت سے علمی مسائل و مضامین پر معرکہ آرا بحثیں کی گئی ہیں۔ چوتھے حصہ سے اصل کتاب شروع ہوتی ہے اس میں چند مقامات اور قرآن کی ایک سو (۱۰۰) پیشینگوئیاں ہیں جو پوری ہو چکیں۔ اور بہت سی پوری ہو رہی ہیں۔ یہ حصہ مخالفان اسلام پر ایک قوی حجت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

پیشینگوئیوں کے ضمن میں علم کلام کے اکثر مسائل حل کر دئے گئے ہیں اور فلسفہ جدیدہ جو نئے اعتراضات قرآن اور اسلام پر کرتا ہے ان میں کے اکثروں کا مدلل اور روشن جواب دیا گیا ہے۔

یہ مبارک کتاب اپنے رنگ کی پہلی اور نہایت عجیب وغریب کتاب ہے۔
چھپائی عمدہ۔ کاغذ سفید چکنا۔ ۵ پونڈی حجم ۶۵۸ صفحات۔ قیمت عہ ۸ر

حکمۃ بالغہ جلد دوم۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور دو بابوں پر ختم ہوئی ہے مقدمہ کتاب میں نبوت کی مکمل اور نہایت محققانہ تعریف کی گئی ہے محمد رسول اللہ صلعم کی ختم نبوت سے بحث کر کے آیت خاتم النبیین کی لاجواب تفسیر کی ہے پہلے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان معرکہ آرا پیشینگوئیوں کو مرتب کیا ہے جو کتب حدیث کی تدوین کے بعد پوری ہوئیں اور اب تک پوری ہوتی جاتی ہیں۔
دوسرے باب میں ان پیشینگوئیوں کو لکھا ہے جو تدوین کتب حدیث کے پہلے ہی پوری ہو چکی تھیں پہلی قسم پیغمبر علیہ السلام کی حقیقت نبوت پر ایک قوی بینہ ہے اور دوسری قسم میں معلومات عجیبہ کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ حجم ۱۴ صفحہ قیمت فی جلد ۸ر

سفرنامہ حرمین شریفین۔ از تصانیف عالم عامل فاضل بے بدل جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول حامی شریعت واقف طریقت عارف حقیقت مولانا الحاج مولوی محمد محی الدین حسین صاحب صدر مدرس مدرسہ لطیفیہ دیلور وام فضلہ وعم فیضہ الموفور۔ جس میں قاصدین بیت اللہ وزائرین روضہ سید کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کیلئے سفر حجاز کی تسہیلات اور مفید تجربات کے جمع کرنے کے علاوہ بہت سے تمدنی اور معاشرتی امور میں مورخانہ اور محققانہ روش اختیار کی گئی ہے اور شریف مباحث سے کتاب کو زینت دی گئی ہے۔ حجم ۳۴۳ صفحہ قیمت ۱۲/۶ر

زاد السبیل الی دار الخلیل۔ مولف مولانا مولوی مفتی محمد سعد اللہ خاں صاحب مرحوم یہ رسالہ حجاج وزائرین بیت اللہ کے لئے نہایت مفید ہے اس میں مناسک

و فضائل حج و عمرہ و ممنوعات و مکروہات احرام و خطبہ ہائے حج و مقامات قبولیت دعا و بقاع متبرکہ وغیرہ معتبر کتب فقہ سے اخذ کر کے نہایت خوبی کیساتھ لکھے گئے ہیں یہ رسالہ پیشتر دو دفعہ چھپا تھا لیکن اب کے محب اشاعۃ العلوم نے ایک جدید تہذیب اور دلکش طرز سے اسکو مرتب کر کے اپنے سلسلۂ اشاعت میں داخل کر لیا ہے چھپائی عمدہ کاغذ سفید چکنا ۵۰ پونڈی حجم ۱۳۷ صفحات قیمت ۴ ر

العروۃ الوثقیٰ - مولفہ جناب مولوی سید غلام محمد برہان الدین صاحب قادری مہاجر یہ رسالہ عربی زبان میں لکھا گیا ہے مولف سلمہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت مبارک اور فضائل رویت بہت عمدگی کے ساتھ بیان کئے ہیں اور یہ اپنے رنگ میں بہت عمدہ رسالہ ہے۔ حجم ۱۶۴ صفحات قیمت ۴ ر

الوسیلۃ العظمیٰ - مولف جناب مولوی سید غلام محمد برہان الدین صاحب قادری مہاجر یہ رسالہ بھی سلیس عربی زبان میں لکھا گیا ہے مولف سلمہ اللہ نے اس رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت باسعادت کیوقت جواز قیام اور فضائل قیام کا ثبوت دیا ہے اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ قیام کی اصل علت اور رکن کیا ہے۔ حجم ۱۳۲ صفحات قیمت ۴ ر

مکارم الحفظ - جناب مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب (مولوی فاضل) کی یہ ایک عمدہ تصنیف ہے قرآن اور حفظ قرآن کتاب کا موضوع ہے حفظ قرآن کے متعلق عمدہ عمدہ نکات اور اس کے تفصیلی آداب و قواعد بیان کئے گئے ہیں بڑے بڑے حفاظ کے دلچسپ تذکرے اور ضمناً دلپذیر لطائف و قصص نے کتاب کو بہت بارونق بنا دیا ہے۔ مطالعہ سے مولف سلمہ اللہ کی قابلیت قدر دانی اور کتاب کی قدر و قیمت ظاہر ہو سکتی ہے ضخامت ۱۰۰ صفحہ نہایت نفی جلد ۳ ر

یہ سب کتابیں ذیل کے پتہ پر ملسکتی ہیں

دفتر مجلس اشاعۃ العلوم مدرسہ نظامیہ جنت بیج حیدرآباد دکن

مقاصد الاسلام حصہ پنجم

حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ عارف باللہ محمد انوار اللہ صاحب قبلہ مدظلہ کی مفید تصانیف اور ان کے برکات سے کون واقف نہیں ہے حضرت قبلہ ممدوح کی تصانیف موجودہ زمانہ کے اقتضاء کے بموجب حمایت اسلام کی کامل ضمانت اور علوم و برکات اسلام کی اشاعت کیلئے پوری کفیل ہیں مقاصد الاسلام کے نام سے حضرت ممدوح نے ایک مفید سلسلہ تصانیف کی بنیاد ڈالی ہے انتقاد مجلس اشاعۃ العلوم کے پیشتر اس سلسلہ کے چار حصے شائع ہو چکے ہیں اب مجلس نے یہ پانچواں حصہ شائع کیا ہے اور دیگر حصص زیر طبع ہیں اس حصہ میں تصوف سزا و جزا، فقر و فقیری، خلافت، نبوت اہل بیت و صحابہ کے مفید حالات اور خلفائے راشدین کی خلافت پر نہایت عمدہ پیرائے میں عقلی و نقلی بحثیں کیگئی ہیں اور نہایت محققانہ طرز سے ہر ایک بات ثابت کی گئی ہے چھپائی عمدہ کاغذ سفید چکنا ۵۰ پوندی حجم ۱۶۸ صفحہ قیمت

الاعلان

ابو درجات حافظ محمد ولی الدین فاروقی مہتمم
مجلس اشاعت العلوم

۲۹۷۶۵ ۱۴-ح ب

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

13 JAN 1969

۲۹ ب
۱۲ ۵۸

۲۹۷۵۵۵

احمد مکرم صاحب عباسی ایم اے ادیب

حکمت بالغہ جزء ۲ و ۳

۲۴ - ۱ - ۵۸ - ۱۹۷۴

13 JAN

۱۸ ۴۳